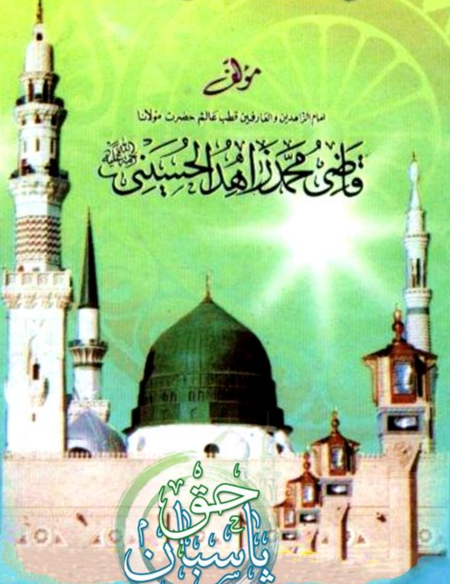
مقبولِ بارگاہِ نبوی ﷺ

رحمتِ کائنات ﷺ



مؤلف

امام الزاہدین والعارفین قطب عالم حضرت مولانا

قاضی محمد زاہد الحسینی رحمہ اللہ

کچہری روڈ، اٹک شہر، پاکستان

نام کتاب رحمتِ کائنات ﷺ

افادات مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

ضخامت ۵۱۲ صفحات

طبع دوازدہم محرم الحرام ۱۴۲۲ھ، مارچ ۲۰۰۱ء

تعداد ایک ہزار

پریس

ہدیہ..... ۲۰۰ روپے

ناشر ..... قاضی محمد اسجد الحسینی

خانقاہ مدنیؒ، دار الارشاد مدنی روڈ

اٹک شہر (فون، ۲۳۸۴-۰۵۹۷)

کمپیوٹر کتابت

الرحمٰن للنشر والتوضیع

285 جی ٹی روڈ باغبانپورہ لاہور

فون-6862816

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

(ترجمہ)

اور بلند کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر

☆☆☆☆☆

کلمہ طیبہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(ترجمہ)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں

برائے

ایصال ثواب بر روح پر فتوح سیدی وسندی

حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہ

مادہ تاریخ رحلت

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ

لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(الانعام ۱۶۲)

(ترجمہ)

آپ فرما دیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے

(۱۳۷۷ھ)

فہرست مضامین

رحمتِ کائنات

رحمتِ مہدات صلی اللہ علیہ وسلم

کے حضور میں

ربیع الاول ۷۷ ۱۳ھ مطابق نومبر ۱۹۵۷ء

ایبٹ آباد اپنے سکونتی مکان میں شام کا کھانا کھا کر

قبل از نماز عشاء چارپائی پر لیٹا ہوا تھا کہ

بَيْنَ النَّوْمِ وَالْيُقْظَة، (نیم خوابی) کی

حالت میں جمالِ رحمتِ دو عالم سے مشرف ہوا

آپ نے فرمایا

تمہارے مضمون کو میں نئی ترتیب دے رہا ہوں

تاکہ اسکو انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں پیش کروں،

دیباچہ طبع اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

احقر عرصہ دراز سے یہ سوچتا رہا کہ قرون اولیٰ میں جب کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت مقدسہ کے اجلاس و جلوس نہ ہونے کے برابر تھے اور سیرت کے متعلق تصانیف کی اشاعت بھی محدود تھی مگر ان مبارک ایام میں آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ پر عمل زیادہ ہوتا تھا اور لوگ آپ ﷺ کی محبت میں سرشار رہا کرتے تھے، لیکن آج اس نشر و اشاعت کے دور میں جبکہ آنحضرت ﷺ کی سیرت مقدسہ دنیا کی تمام مروجہ زبانوں میں شائع ہو چکی ہے، اور اکثر ادارے مفت تقسیم کا ثواب حاصل کر رہے ہیں، مگر عملی حیثیت سے یہ حال ہے کہ بعض مسلمانوں کے ہاں تو آپ ﷺ کی زندگی کے حالات پر مشتمل کوئی صحیح اور یقینی مجموعہ موجود ہی نہیں (جیسا کہ منکرین حدیث کا نظریہ ہے) اور کئی مسلمان عملی طور پر حضور ﷺ کی پیروی سے محروم ہیں۔

آخر اس عملی روگردانی اور کوتاہی کی وجہ کیا ہے؟ کافی سوچ اور غور و فکر کے بعد احقر کے ذہن میں یہ بات آئی کہ گزشتہ زمانہ میں حسب ارشادِ قرآن کریم [1] وَتُوَقِّرُوْهُ (الفتح ۹) آنحضرت ﷺ کی عظمت عین ایمان تھی اور آج بعض

[1] اس آیت شریفہ میں یہ ضمیر جناب رسول کریم ﷺ کی طرف بھی راجع ہے اور یہی قول مفسرین اہل سنت والجماعت کا ہے۔ (ترجمہ) اور تم ادب کرو اس (رسول ﷺ) کا۔ (ف۔ نمبر ۲) عظمت رسول کریم ﷺ کے خلاف بعض حلقوں کی طرف سے ایسی ارادی یا غیر ارادی طور پر جدوجہد کی جا رہی ہے کہ اپنے آپکو محمدی کہلانا بھی برداشت نہیں کیا جاتا، اور ہر اس آیت کی تاویل بعید بلکہ تحریف معنوی کی جا رہی ہے جس سے رفعت شان محمد ﷺ ثابت ہے، اور ہر اس حدیث کو موضوع یا ضعیف قرار دیا جاتا ہے جو صاحب وحی ﷺ کی امتیازی شان ثابت کرتی ہے۔ اور سید دوعالم ﷺ کو محض ایک مبلغ ڈاکیہ کی (باقی صفحہ ۹ پر)

حلقوں میں رسول کریم ﷺ کو زیادہ سے زیادہ ایک کامیاب فاتح ایک مقنن ایک مصلح یا ایک پیغام لانے والے کی حد تک سمجھا جاتا ہے حالانکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ ﷺ تمام مخلوق سے بر حاظت اعلیٰ اور اشرف اور ممتاز ہیں۔

جیسا کہ سید احمد بریلوی قدس سرہ العزیز نے اپنے طریقہ سلوک وبیعت کا نام محمدی رکھا تھا جس پر ایک ناواقف نے اسی طرح اعتراض کر دیا تھا، اس کا جواب حضرت مولانا کرامت علی جونپوری خلیفہ حضرت بریلوی نے مفصل اور مدلل دیا تھا آپ نے فرمایا،

سب طریقوں کی نسبت آخر کو حضرت محمد ﷺ تک پہنچتی ہے حقیقت میں سب طریقے محمدیہ ہیں۔

(ذخیرۂ کرامت حصہ دوم صفحہ ۲۷۷)

حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کریم نے اپنی محبت اور آنحضرت ﷺ کی محبت، اپنی رضامندی اور آنحضرت ﷺ کی رضامندی، اپنی اطاعت اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو ایک چیز قرار دیا ہے۔

(۱) قل ان كان اٰبآؤكم وابنآؤكم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال اقترفتموها وَتِجَارَةٌ تَخشَونَ كَسادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرضَونَهَا اَحَبَّ اِلَيكُمْ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأتِيَ اللهُ بِاَمرِهِ (سورہ توبہ نمبر ۲۴)

آپ فرمادیجئے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۸) حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے جس میں کوئی ممتاز طرز ادا صرف نہ ہو ... کی ایک کتاب باقاعدہ ... میں ایسے خط ... امور کی نشاندہی ... آیات و احادیث ... کی جمع کیا گیا ہے جو خود صاحب ... ﷺ نے سمجھا اور جو خیرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سمجھایا۔ یہ کتاب صحیح ... گئی ہے۔

برادری اور مال جو کمائے ہیں، اور سوداگری جس کے بند
ہونے سے ڈرتے ہو، اور حویلیاں جو پسند رکھتے ہو، تم کو عزیز
ہیں اللہ اور اسکے رسول (ﷺ) سے اور لڑنے سے اس کی راہ
میں، تو انتظار کرو اس وقت کا کہ اللہ اپنا عذاب لے آئے۔

(۲) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (سورۃ التوبہ نمبر ۶۲)
اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو لوگ
راضی کریں۔

آیات مذکورہ بالا میں ایک ہی ضمیر دونوں (اللہ عزاسمہٗ و محمد رسول اللہ ﷺ) کی
طرف راجع ہے، اسی طرح ایک آیت میں جناب رسول کریم ﷺ کے ہاتھ
کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

(۳) اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُاللّٰهِ
فَوْقَ اَيْدِيْهِم (الفتح آیت نمبر ۱۰)
جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے
اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھوں کے۔

اسکے برعکس خداوند کریم اور رسول کریم ﷺ کی مخالفت کو ایک ہی چیز
قرار دیتے ہوئے فرمایا،

(۱) وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُالْعِقَابْ
اور جو کوئی مخالف ہو اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا تو اللہ کی
مار سخت ہے۔ (الانفال نمبر ۱۳)

(۲)اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِیْ الْاَذَلِّیْنَ۔(المجادلہ نمبر ۲۰)

جولوگ مخالف ہوتے ہیں اللہ سے اور اسکے رسول سے وہ لوگ ہیں سب بے قدر لوگوں میں۔

(۳)وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَجَھَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَداً۔(الجن نمبر ۲۳)

اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اسکے رسول کا سو اس کے لئے آگ ہے دوزخ کی، ہمیشہ رہیں گے اس میں۔

ان تمام آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کریم کا احترام اور آنحضرتؐ کے احترام کی ایک ہی وجہ ہے، امت کے لئے آپ ﷺ کے سوا اور کوئی راستہ اور ذریعہ ایسا نہیں جس پر چل کر دربار خداوندی تک پہنچ سکے، صرف ذات رسول اکرم ﷺ ہی خدلوند کریم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، اللہ کریم نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنے اوامر ونواہی اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام فرمایا ہے، اس لئے ان امور میں اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اکرم ﷺ کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی۔(الصارم المسلول از امام ابن تیمیہؒ صفحہ ۴۱۔۴۲)

اس لئے اس بچی تڑپ کے پیش نظر کہ دنیا میں آنحضرت ﷺ کے اس مقام عالی کو پھر آشکارا کیا جائے جو آپ ﷺ کو رب العالمین کی طرف سے حاصل ہے جس فضل عظیم اور رفع ذکر سے قرآن کریم نے آپ ﷺ کو نوازتے ہوئے فرمایا۔

وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْماً۔(النساء نمبر ۱۱۳)

اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (انشراح نمبر ۴)

اور ہم نے آپؐ کے لئے آپؐ کے ذکر کو بلند کیا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر رسولِ اکرم ﷺ نے جبریل امینؑ سے پوچھی تو انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرا ذکر ہو گا آپ کا بھی ذکر ہو گا۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں اللہ کریم نے آپ ﷺ کا ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا ہے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ نے آنحضرت ﷺ کے حضور کہا ۔

وَشَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ

فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

خداوند تعالیٰ نے اپنے اسم پاک سے محمد ﷺ کا نام نکالا

عرش کا مالک محمود اور یہ محمد ہیں (ﷺ) (تفسیر خازن)

یہ کتاب رحمت کائنات تحریر کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرماویں، آمین

مقدمہ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

الحمدللّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی عبادہ المخلصین الّذین قال فی حقهم سلام علی المرسلین خصوصاً علی امام الانبیاء والمرسلین الّذی بعثه الی کافةالناس الی یوم الدین وعلی اٰله واصحبه الّذین صاروااکرم الخلائق بعد النبیّین برویة جسده بعین الیقین والرحمة السابغة والبرکة الکاملة علی السعداء الّذین بَرَّدِسلامه صاروامشرّفین اٰمین یا احسن الخالقین۔

(ترجمہ) شروع اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت ہی مہربان اور رحم وکرم والا ہے۔ ساری کائنات اُسی کی رحمت سے پیدا ہوئی اور ساری نعمتیں اسی نے انسانوں کو عطا فرمائیں مگر سب سے بڑی وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطا فرمائی وہ رحمتِ مہدات ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ہدیہ اور تحفہ کے طور پر عطا فرمائی۔ ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ضروری ہے اس لئے الحمدللّٰہ رب العلمین ۔ تمام حمد و ثنا اس اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اسی کے نظام تربیت کے تحت بدن کی تربیت سے ضروری اس روح کی تربیت ہے جس سے انسانی جوہر نمایاں ہوتا ہے، اور اس نظام تربیت کی تعلیم کے لئے جن پاکیزہ محترم انسانوں کو مبعوث فرمایا ان پر والصلوۃ والسلام علی عبادہ المخلصین، رحمت کاملہ اور سلام نازل ہوتا رہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں میں سے ایک مقصد عظیم کے لئے چن لیا ہے اور ان کے لئے سب

انسانوں کو حکم دیا ہے کہ قال فی حقھم سلامٌ علی المرسلین ان مقتدر پاکبازوں پر ہمیشہ سلام پڑھتے رہو جب تک دنیا آباد ہے ان پر سلام کہتے رہو مگر اس ذات عالی صفات پر خصوصاً علی امام الانبیاء والمرسلین جو کہ سب رسولوں اور نبیوں کے امام ہیں جس کا عملی مظاہرہ شب معراج بیت المقدس میں کرایا گیا ہے، اوران کی رسالت اس وقت تک رہے گی جب تک الذی بعثہ الی کافۃ النّاس الی یوم الدین انسان اس کرۂ ارضی پر آباد ہیں اور جب تک شمس وقمر کا طلوع ہوتا رہے گا اور کامل رحمت اور برکت نازل ہوتی رہے گی، وعلی اٰلہ واصحابہ الذین صاروا اکرم الخلائق بعد النبیّین آپ کے گھرانے اور ان ساتھیوں پر جن کا درجہ عظمت اور فضیلت میں انبیاء علیھم السلام کے بعد مخصوص اور متعیّن ہے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے رُخِ پُر جمال حضور پُر نور ﷺ کا شرف حاصل کیا، اور ان سعادت مندوں پر بھی کامل رحمت اور برکت کا نزول ہوتا رہے جو درود شریف میں اور روضۂ عالی کے پاس حاضر ہو کر سلام پیش کرتے ہیں اور حضور انور ﷺ کے جواب باثواب سے مشرف ہوتے ہیں، والرحمۃ السّابغۃ والبرکۃ الکاملۃ علی السعداء الّذین برَدِّ سلامہ صاروامشرّفین۔ آمین، ہماری اس دعا اور درخواست کو قبول فرمالے وہ ذات عالی جو کہ سب سے بہترین پیدا کرنے والی ہے بلکہ تو ہی خالق ہے اور اگرچہ تیری ہر مخلوق حسین ہے مگر جسے تونے سب کے لئے اپنی قدرت کاملہ کا عظیم شاہکار بنا کر مبعوث فرمایا اور جس کے پیروکاروں کو بھی اپنا محبوب ہونے کی بشارت دی، اس پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ ہم گنہگاروں کی طرف سے پیش فرماتا رہ۔

اسی سراج منیر کی روشنی قیامت تک جلوہ افروز رہے گی اور اسی روشنی

میں منزل مقصود (رضائے الٰہی) تک رسائی ہو سکے گی ،جسکا اعلان آج دنیا میں تقریباً ایک ارب انسان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی نداءِ پُر ضیاء سے کر رہے ہیں کہ جب تک اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کی الوہیت پُر جلال ہے وہاں تک اور وہیں وہیں محمد ﷺ کی رسالت پُر جمال ہے اور رہے گی اور اسی نبوّت کاملہ اور رسالت دائمہ کا اعلان روزانہ ہر وقت لیل و نہار بر و بحر میں شہادتین کے اظہار میں کیا جاتا ہے کہ ہر مؤذن اذان میں جس طرح توحید باری کی شہادت کا اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت ہمیشہ رہے گی ،اسی طرح وہ رسالتِ سیدِ دوعالم ﷺ کی شہادت کا بھی اعلان کرتا ہے کہ آپ جس طرح چودہ سو سال پہلے رسول تھے آج بھی رسول ہیں (ﷺ) ہر سننے والا مسلمان اسی اذان کی قولی اجابت ان کلمات میں کرتے ہوئے اپنے ایمانِ کامل کا اظہار کرتا ہے کہ نَبِیُّ اللّٰهِ حیٌّ اللہ تعالیٰ کا نبی آج بھی زندہ ہے۔ نبی رحیم ﷺ نے امّت کو اپنے ساتھ تعلق قائم رکھنے کے لئے کلمہ شریف اور درود شریف زیادہ پڑھنے کا حکم فرمایا، تاکہ اُمت کا تعلق ہر وقت سیدِ دوعالم ﷺ کے ساتھ قائم اور استوار رہے ۔امت کو درود شریف پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تم جب میرے قریب پڑھو گے تو میں خود سنوں گا اور اس کا جواب دوں گا اور دور سے پڑھو گے تو مجھے فوراً پہنچادیا جائے گا، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ جب آپ دنیا میں رونق افروز ہیں تو ہم جو قُرب سے مشرف ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں مگر وہ جو دور ہیں یا جب آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو پھر یہ مبارک اور ضروری ربط اور جوڑ کس طرح رہ سکے گا؟ آپؐ نے فرمایا میرے روح کی طرح میرا بدن بھی قبر میں سلامت رہے گا، تمہارا صلوۃ و سلام نہ صرف میرا روح سنے گا بلکہ یہ مبارک کان بھی سنیں گے اور جس طرح تم اس دنیا میں میرے جواب کا شرف

حاصل کرتے ہو میرے اس دنیا سے بہترین زندگی کی طرف چلے جانے کے بعد بھی سلام کے جواب سے مشرف ہوتے رہو گے، چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ وکرمہٖ چودہ سو سال سے یہ سلسلۂ ربط اور تعلق سعادت مندلمت کا قائم ہے اور قائم رہے گا جس پر لمت کا عمل تواتر اور توارث کے ساتھ قائم ہے۔

آج سے تقریباً ستر (۷۰) سال پہلے بعض ان لوگوں نے جو نور بصیرت سے محروم تھے اور عقیدت سے بھی محروم تھے اس مقدس اور بابرکت ضروری ربط کو توڑنے کی ناکام کوشش یوں کی کہ کبھی تو درود شریف کی فضیلت کا انکار کر دیا اور ان صحیح متواتر روایات کو موضوع تک کہنے میں بھی باک نہ سمجھا اور پہلے دبی زبان میں اور اب کھل کر یہ ہانکنا شروع کر دیا ہے کہ روضۂ اطہر میں اگر جسدِ مبارک سلامت ہے بھی تو پھر قوت سماع اس میں موجود نہیں اور اسی کو کمالِ توحید سمجھا۔

اس گنہگار امتی نے ان کے دبے ہوئے ارادے کو ان کی تقریر اور تحریر کی طرز سے جو سراپا گستاخی پر مبنی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بھانپ لیا اور اس عقیدۂ حیات النبی ﷺ پر مضامین لکھنے شروع کئے جو دوسرے علمی رسائل کے علاوہ ماہنامہ "دار العلوم" دیوبند میں بھی شائع ہوتے رہے، ساتھ ہی رحمت خداوندی سے ایک کتاب بہ نام **رحمت کائنات**[1] لکھی اس مبارک نام کی

---

[1] اس بابرکت کتاب کی اشاعت کی مختصر کیفیت یوں ہے کہ:۔

بار اول: ۸۸ صفحات سائز خورد ..... بار دوم: ۱٦۸ صفحات سائز خور

بار سوم: ۲۸۸ صفحات سائز خورد، شائع کردہ دار الاشاعت والتبلیغ شمس آباد ضلع اٹک .....

بار چہارم ۲٦۴ صفحات سائز خورد، شائع کردہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ایبٹ آباد ۱۹٦۴ء۔

بار پنجم: ۲٦۴ صفحات سائز خورد، شائع کردہ دار الاشاعت والتبلیغ ایبٹ آباد ۱۹٦٦ء

بار ششم: شائع کردہ ربانی بک ڈپو، دلی بھارت

بار ہفتم: ۳۸۴ صفحات سائز کلاں، شائع کردہ دار الارشاد اٹک شہر ۱۹۸۰ء (باقی صفحہ ۱۷ پر)

سب سے پہلی یہی کتاب شائع ہوئی جو چھوٹے سائز کے صرف ۸۸ صفحات پر مشتمل تھی مگر اسکی قبولیت کا یہ عالم تھا کہ جلیل القدر علمأ کرام اور اولیأ عظام نے اپنی دعاؤں سے نوازا اور اس کے مطالعہ کو باعث ازدیاد ایمان اور حب نبوی (علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام) کے اضافہ کا سبب قرار دیا، رات کی خلوتوں میں اس کے مطالعہ سے سرور ایمانی اور روحانی لذت حاصل کرنے کے لئے اسے اپنے قرب سے نوازا۔ جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتیٔ اعظم اور پاکستان کے مفتیٔ اعظم، مفسر قرآن عزیز حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ کے بارہ میں ان کے خلف الصدق مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم نے اپنے ایک گرامی نامہ میں فرمایا۔

"آنجناب کی کتاب رحمت کائنات احقر نے سب سے پہلے اپنے والد ماجد قدس سرہ کے سرہانے اس وقت دیکھی تھی کہ جب اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا اور کافی دنوں تک وہ حضرت والد صاحب کے سرہانے رکھی رہی اور وقت ملنے پر وہ اس کا مطالعہ فرماتے تھے، احقر کو اسی وقت سے آں جناب سے عقیدت اور محبت کا تعلق ہے"

(مولانا مفتی) محمد تقی عثمانی عفی عنہ،

۹/ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ مئی ۱۹۹۳ء

اس مبارک کتاب کی مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا اور اہل ایمان اور اصحاب ایقان کی طلب زیادہ سے زیادہ ہوتی رہی، چنانچہ اب اس کا گیارھواں

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۶) بار ہشتم: ۳۸۴ صفحات سائز کلاں، شائع کردہ دارالارشاد اٹک شہر ۱۹۹۲ء
بار نہم: ۴۰۰ صفحات سائز کلاں، شائع کردہ دارالارشاد اٹک شہر ۱۹۹۶ء
بار دہم: ۳۸۴ صفحات سائز کلاں، شائع کردہ انصاری کالونی مری روڈ راولپنڈی ۱۹۹۷ء

ایڈیشن بھی ختم ہو رہا ہے، اور اب بارھواں ایڈیشن نور افزا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ مزید مقبولیت سے نوازے، اور اس گنہگار امتی کی مغفرت اور شفاعت رؤف ورحیم کے لئے قوی ذریعہ بنائے۔ آمین۔

روز قیامت ہر کسے در دست دارد نامہ
من نیز حاضر مے شوم اوراقِ رحمت در بغل

(ترجمہ) قیامت کے دن ہر آدمی اپنا اپنا نامہ اعمال تھامے ہوئے حاضر ہوگا اور یہ گنہگار **رحمت کائنات** کے اوراق بغل میں دبائے ہوئے حاضر ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

(فائدہ نمبر ۱)

یہ مقدمہ حضرت اقدسؒ نے اپنے قلم مبارک سے طباعت بارہم کے لئے لکھا تھا اسے من وعن نئی طباعت میں شامل کررہے ہیں۔

(فائدہ نمبر ۲)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے مقدمہ برائے اشاعت ہشتم انتہائی ضروری امور پر مشتمل ہے اس لئے اسے بھی شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

احقر العباد
قاضی محمد ارشد الحسینی

مقدمہ برائے آٹھویں اشاعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُوَالسَّلٰمُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ رَحْمَۃٌلِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔اَمَّابَعْدُ:۔

احقر نے آج سے تقریباً چالیس سال پہلے دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ دارالعلوم میں ایک پاکیزہ مضمون بہ عنوان "سیرت مقدسہ کا اعجازی پہلو" لکھا جو کئی اقساط میں شائع ہوا، اس عنوان کی تشریح یہ تھی کہ :۔

> "جو سعادت مند سید دو عالم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہو وہ یقین کرے کہ اس نے سید دو عالم ﷺ ہی کو خواب میں دیکھا"

اور یہ بہت بڑی سعادت ہے، اس پر کئی واقعات بطور دلائل کے پیش کئے گئے، اس مضمون کو ہر مسلمان نے (جسے رسالہ کے مطالعہ کی سعادت ملی تھی) نہ صرف پسند کیا بلکہ اس کے بارہ میں حُبِ رحمت دو عالم ﷺ کے زیادہ ہونے کو محسوس کیا۔ مگر بعض لوگوں نے متواتر اور متوارث عقیدہ کے خلاف زبانی اور تحریری طور پر تنقیدی طرز اختیار کیا، اسی عرصہ میں جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ میں ایک مقرر صاحب نے اپنی تقریر میں کچھ اس طرح کہہ دیا کہ :۔

> "رسول کریم ﷺ اسی طرح فوت ہو چکے ہیں جس طرح باقی انسان فوت ہو جاتے ہیں، روضہ اقدس پر سلام کہنے والے کا سلام نہیں سنتے وغیرہ"

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ جامعہ خیر المدارس کے مہتمم استاذ العلماً

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری (نور اللہ مرقدہ) نے اسی جلسہ ہی میں اعلان فرمایا کہ :۔

"یہ عقیدہ مسلک علمأ دیوبند کے خلاف ہے اس لئے کہ ان کے ہاں سید دوعالم ﷺ کو برزخ میں جسمانی حیات حاصل ہے اور وہ قبر مبارک کے قریب سلام کہنے والے کا سلام سماع فرماتے ہیں"

احقر نے اس امر کی تصدیق کے لیے حضرتؒ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا تو حضرتؒ نے مندرجہ ذیل جواب ارشاد فرمایا :۔

"آپ کی شنید صحیح ہے، آپ کا تاثر میرے قلب کی ترجمانی ہے" (گرامی نامہ محررہ ۸ر محرم الحرام ۷۷ ۱۳ھ)

احقر نے ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند ہی میں اسی موضوع کی تشریح میں اس عقیدہ کو مدلل طور پر تحریر کیا جو کئی اقساط میں شائع ہوتا رہا، دوسری جانب معاندین نے بھی دارالعلوم دیوبند کی آڑ میں اس عقیدہ کی مخالفت میں مضامین لکھنے شروع کر دیئے جس سے ملک بھر میں دارالعلوم دیوبند کے متعلقین میں شدید اضطراب پیدا ہوا اور انہوں نے "دارالعلوم" دیوبند کو صحیح مسلک کی وضاحت کے لیے کئی خطوط لکھے، چنانچہ ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند کے مدیر اعلیٰ حضرت علامہ انور شاہؒ کے فرزند ارجمند علامہ سید محمد ازہر شاہؒ نے احقر کو مندرجہ ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا :۔

"متعدد خطوط مضمون کے لیے لکھ چکا ہوں اس درجہ اصرار کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ پڑھنے والوں کی طرف سے مضمون کا تقاضا ہے" (۲۶ر اگست ۱۹۵۷ء)

چنانچہ احقر نے اسی موضوع پر مزید کئی اقساط لکھ کر "دارالعلوم" کے لیے بھیجیں جو نہ صرف شائع کی گئیں بلکہ اس مضمون کو مسلک حقہ کا ترجمان سمجھ کر شائع کیا گیا جسے اساتذہ دارالعلوم دیوبند کی ایک مجلس خصوصی نے منظور فرمایا جیسا کہ حضرت علامہ سید محمد ازہر شاہ صاحب مرحوم ایڈیٹر ماہنامہ "دارالعلوم" نے ارشاد فرمایا:۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ ۔مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پاکستان کے اہل علم حضرات میں یہ بحثیں چل رہی ہیں، حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند کے پاس پچھلے دنوں پاکستان سے بہت سے حضرات نے خطوط لکھے اور درخواست کی کہ حضرت موصوف اس مسئلہ پر اکابر دیوبند کے مسلک کی وضاحت فرمائیں، اکابر علمأ دیوبند ان خطوط اور مسئلہ مذکور پر غور کررہے تھے کہ رسالہ "دارالعلوم" کے لیے محترم مکرم مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی زید مجدہٗ کا مضمون پہنچا جس میں اس مسئلہ کو کمال محبت وعقیدت اور تحقیق علمی کے ساتھ بیان کیا گیا تھا، اساتذہ دارالعلوم کی ایک مجلس میں حضرت قاضی صاحب کا یہ مضمون پڑھا گیا اور سب نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ یہ مضمون مسلک اور علمی تحقیق کے اعتبار سے کافی وشافی ہے اسی کو رسالہ "دارالعلوم میں شائع کیا جائے، چنانچہ بزرگان دیوبند کا مصدقہ یہ مضمون رسالہ "دارالعلوم" میں شائع ہوا اور دور دور سے اہل علم اور ذی فہم حضرات نے اس مضمون کی تعریف وتوصیف میں خطوط رسالہ "دارالعلوم "کو لکھے۔(سید محمد ازہر شاہ قیصر)

اگرچہ اس عقیدہ پر رسالہ "دارالعلوم" دیوبند میں یہ مضمون باقاعدہ شائع ہوتا رہا مگر برِ صغیر کی تقسیم کی وجہ سے یہ ماہنامہ بہت ہی کم تعداد میں صرف اہل علم حضرات تک پہنچتا تھا اس لیے عام احباب کی طرف سے اسے مستقل

رسالہ کی شکل میں شائع کرنے کی رائے کا اظہار کیا گیا تو احقر نے پہلی بار **رحمت کائنات** کے مبارک نام سے صرف ۷ ۸ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ شائع کیا جو صرف چند دنوں میں ختم ہو گیا، اس کے بعد بحمد اللہ اس مبارک کتاب کے کئی ایڈیشن طبع ہوئے جن کی تفصیل گزر چکی ہے اب یہ نئی اشاعت آپ کے ہاتھوں میں ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی حسب سابق شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین۔

ایک گنہگار مگر سعادت مند اُمتی

(قاضی) محمد زاہد الحسینی۔ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ نومبر ۱۹۹۲ء

نوٹ :

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بھی ایک ایڈیشن طبع ہو کر ختم ہو گیا اب پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بار ہواں ایڈیشن شائع ہو رہا ہے۔

مرشد اور راہنمائے طریقت کی علامت

مرشد اور راہنمائے طریقت کی ایک علامت یہ بھی یاد رکھی جائے کہ وہ مقامات عبدیّت میں مستغرق ہو، خود نمائی، خود ستائی، ریاکاری وغیرہ امور بہت ہی پست درجہ کے ہیں اور راہنما کے لئے جو سیدِ دو عالم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتا ہو یہ ضروری ہے کہ مقام عبدیّت کو اپنے لئے فخر اور سب سے بڑا شرف سمجھے اس کا آسان الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ :۔

جو آدمی اپنے کمالات اور کرامات کا اظہار اس لئے کرتا ہے کہ لوگ اسکو اپنا ہادی اور راہنما بنالیں، یہ علامت بھی مقام رُشد و ہدایت کے لئے ناپسندیدہ ہے، بندہ جس قدر قربِ خداوندی سے مشرف ہوتا ہے اس میں اسی قدر اپنا عجز و انکسار آجاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کا تعارف ربِ کائنات کے

ارشاد میں

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

(الانبیاء نمبر ۱۰۷)

اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے

رحمتِ کائنات ﷺ کا تعارف

اپنے ارشادات میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلَاوَاَنَاحَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَافَخْرَوَاَنَاحَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَهٗ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ وَلَافَخْرُ۔وَاَنَا سَيِّدُوُلْدِآدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔وَاَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ۔وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔

(مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین ﷺ)

(ترجمہ) یاد رکھو میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں (اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں) اور میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا جھنڈا قیامت کے دن اٹھانے والا ہوں جس کے نیچے آدم اور اولاد آدم ہوگی (اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں) اور میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، اور میں ہی وہ ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی، اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا، اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔

وَمُحَمَّدٌفَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

(ترجمہ) اور محمد ﷺ پر ایمان لانا ہی کافر اور مسلمان کے درمیان حدِ فاصل ہے۔

اَنَانَبِيُّ الرَّحْمَةِ اَنَارَسُوْلُ الرَّحْمَةِ۔

(ترجمہ) میں رحمت کا نبی ہوں، میں رحمت کا رسول ہوں ﷺ

وَاَنَااَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَى اللّٰهِ وَلَافَخْرَ۔

(ترجمہ) میری عزت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب پہلے اور پچھلے لوگوں سے زیادہ ہے اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں۔

وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ۔

(ترجمہ) اور مجھے سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور میرے آنے سے سب نبی ختم کر دیے گئے۔

اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ۔ (مشکوٰۃ شریف)

(ترجمہ) میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں جو اس نے مخلوق کو عطا کی ہے۔

امام الانبیاءؑ سید دو عالم ﷺ نے اپنی نبوت کاملہ، خاتمہ کا یوں تعارف فرمایا۔

مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَحَدًا لَيَعْلَمُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا عَاصِی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ (سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۱)

(ترجمہ) زمین و آسمان کی ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں مگر نافرمان جن اور انسان (نہیں جانتے) ﷺ۔

ارشاد عالی میں فرمایا۔

اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ يَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَیَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ۔ (بخاری و مسلم)

(ترجمہ) میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں مٹانے والا ہوں (اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹائے گا) اور میں حاشر ہوں (سب لوگ میرے قدموں پر اکٹھے کیے جائیں گے) اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور وارثِ علومِ نبوت

حضرت مولانا **محمد قاسم نانوتوی** بانی دارالعلوم دیوبند کا غلامانہ

ھدیہ عقیدت

تو فخرِ کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں
امیر لشکرِ پیغمبراں شہ ابرار

تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی
تو نور دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار

جِلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود
بجا ہے اگر تم کو کہیئے مبدء الآثار

لگا تا ہاتھ نہ پتلے کو بُوالبشر کے خدا
اگر وجود نہ ہوتا تمہارا آخر کار

سما سکے نہ تیری خلوت میں کب نبی وملک
خدا غیور تو اس کا حبیب، اور اغیار

کہاں بلندئ طور اور کہاں تیری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین و آسماں ہموار

کتاب کے مضمون کا خلاصہ

(۱) موت فنا کا نام نہیں بلکہ ہر مرنے والا دوسری زندگی میں منتقل ہو جاتا ہے جس کا نام برزخ ہے
یعنی (پردہ) وہ زندہ لوگوں کو نظر نہیں آتا مگر زندہ ہوتا ہے، جیسا کہ سورۃ آل عمران میں فرمایا کہ شہید زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔

(۲) عام انسان اسی برزخ میں قیامت تک رہیں گے (المؤمنون نمبر ۱۰۰) مگر بعض سعادت مند اِدھر فوت ہوئے اُدھر جنت میں چلے گئے، جیسا کہ سورۃ یٰسین کی آیت نمبر ۲۶ میں ایک سعادتمند کا ذکر ہے کہ اسے اسی وقت جنت میں داخل کر دیا گیا، اور بعض بدبخت سیدھے دوزخ میں چلے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کافر قوم اِدھر ڈوبی اور اُدھر آگ میں داخل کر دی گئی

(سورۃ نوح نمبر ۲۵)

(۳) عام انسانوں کے یہ دنیاوی بدن گل جاتے ہیں، ہڈیاں ہو جاتے ہیں یا بعض بدبخت جلا کر راکھ بنا دیئے جاتے ہیں مگر ان کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے تاکہ عذاب کو محسوس کریں۔

(۴) بعض سعادتمندوں کے یہ بدن سلامت رہتے ہیں اور روح کا تعلق ان کے ساتھ رہتا ہے تاکہ جنت میں ملنے والی نعمتوں کا لطف اٹھائیں، سلام کہنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔

(۵) تمام انبیأ علیہم السلام کے بدن اسی طرح سلامت ہیں اور ان کے روح

کا تعلق بہت زیادہ ان کے ساتھ ہے، ان پر سلام کہنا ضروری ہے اور ان کو زندہ سمجھنا ضروری ہے۔

(۶) امام الانبیاء ﷺ روضۂ اقدس میں آج بھی زندہ ہیں، آپ کو آج بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کا رسول ماننا ضروری ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے ضروری تھا، کلمہ طیبہ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰہِ، کا معنیٰ آج بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، ہر مؤذن آپ کی رسالت کی شہادت دے کر گویا یہ اعلان کرتا ہے کہ آپ آج بھی رسول ہیں،

(۷) ہر اس مسلمان کے لیے جو طاقت رکھتا ہو یہ واجب ہے کہ مدینہ منورہ جاکر روضۂ اقدس کی زیارت کرے۔

(۸) جو سعادت مند روضۂ اقدس کے پاس آپ پر سلام پڑھتا ہے حضور انور ﷺ خود سنتے ہیں اور اسکا جواب دیتے ہیں جسے بعض سعادتمند سن بھی لیتے ہیں۔

(۹) آپ پر درود شریف پڑھنا آپ کے ساتھ عشق اور محبت کی علامت ہے، جہاں بھی کوئی درود شریف پڑھتا ہے اس کے نام کے ساتھ خدمت اقدس میں فوراً پہنچادیا جاتا ہے، اور اسے قیامت میں آپ کا قرب حاصل ہوگا۔

(۱۰) جس خوش بخت کو سید دوعالم ﷺ کی زیارت خواب میں یا عالم مثال میں ہو جائے، وہ یقین کرے کہ اسے آپ ہی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اور جو آپ فرمائیں اسے حق سمجھے۔

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَھُوَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ..

رحمتِ کائنات اکابر علمائے اُمت

اور صلحائے ملت کی

نظر میں

(۱) دورِ حاضر کے امام الاولیأ صاحبِ کشف و کرامات قطب الاقطاب شیخ التفسیر

حضرت مولانا **احمد علی قدس سرہٗ العزیز** نے فرمایا

مخدومی و مکرمی قاضی محمد زاھد الحسینی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے رحمتِ کائنات میں رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس کے اندر حضور ﷺ کے جسد عنصری میں بعینہٖ دنیاوی زندگی کی طرح روح کا موجود ہونا ثابت کیا ہے، اور اس پاکیزہ مقصد کے ثبوت میں آپ نے احادیث، آثار، اقوال سلف اور خلف، اور برزخی واقعات کا ایک عجیب مجموعہ جمع کر کے بے نظیر گلدستہ بنا کر رکھ دیا ہے، میرا یقین ہے کہ اس مسئلہ میں حق تلاش کرنے والے کو اس گلدستہ سے یقین کامل ہو جائے گا کہ حضور انور ﷺ کی حیات طیبہ جیسی سطح زمین پر تھی ویسی ہی مزار اقدس میں ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس سعی بلیغ کی دارین میں جزاء خیر عطأ فرمائے۔

آمین یا الٰہ العالمین

احقر الانام احمد علی عفی عنہ

۲۶ / رمضان المبارک ۸۷ ۱۳ھ

(۲) مرشد العلماً حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ

"احقر تو ان حضرات (حضرت نانوتویؒ و حضرت مدنیؒ) کے ساتھ ہی ہے جو ان اکابر کا عقیدہ ہے وہی احقر کا عقیدہ ہے آپ اپنا عقیدہ علماً دیوبند ہی کا رکھیں یہی عقیدہ صحیح ہے۔ (۱۷/ربیع الاول ۱۳۷۸ھ ۲/اکتوبر ۱۹۵۸ء لاہور)

(۳) بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

مکرم و محترم مد فیوضکم بعد سلام مسنون! پیکٹ مرسلہ رحمتِ کائنات دو عدد پہنچ کر موجب منت ہوا حضرت اقدس رائے پوری دام مجدہم کے نام کا نسخہ حضرت کی خدمت میں اسی وقت پیش کر دیا، یہ ناکارہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے مساعی جمیلہ کو مثمر برکات بنائے اور دونوں جہانوں میں اس مبارک جدوجہد کی بہترین جزائے خیر اپنی شایان شان عطاً فرمائے والسلام۔ زکریا مظاہر العلوم۔ ۳۰/جمادی الثانی ۷۸ھ

(۴) استاذ العلماً حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

رحمتِ کائنات ابھی پہنچی اور مطالعہ سے بھی فارغ ہوا مطالعہ کر کے دل خوش ہوا اور دعائیں دیں اللہ کریم آپ کو ایسی خدمات کے لئے تا دیر سلامت رکھے، آمین۔ ۱۵/جون ۱۹۵۸ء

(۵) مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد شفیعؒ سابق مفتیٔ اعظم دارالعلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. رسالہ رحمتِ کائنات مصنفہ مولانا محمد زاہد الحسینی کا تقریباً پورا مطالعہ کیا حیات انبیاً علیہم السلام کے مسئلہ پر نہایت نافع اور مفید تحقیقات جمہور اہل السنۃ والجماعت کے عقیدہ کے مطابق جمع کر دی ہیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاً فرماویں، مسئلہ کے متعلق تحقیقات کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تا قیامت باقی رہنے والے فیوض و برکات اور آثار حیات

کا ذکر آیا ہے وہ خود ایک مفید مضمون ہے جس سے رسول اکرم ﷺ کی عظمت و محبت مومن کے قلب میں بڑھتی ہے جو سرمایہ سعادت دنیا و آخرت ہے (رزقنا اللہ تعالیٰ) مجھے بھی اس سے بڑا نفع پہنچا دل سے دعا نکلی۔

(بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دار العلوم کراچی، ۱۴/ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ)

(۶) حضرت **مولانا خیر محمد صاحب** (قدس سرہٗ)

خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ

رسالہ کا حرفاً حرفاً مطالعہ کیا الحمد للہ رسالہ کا ہر ہر حرف نبی کریم ﷺ کے ساتھ جناب کے عشق و محبت اور اخلاص کا ترجمان نظر آتا ہے، مطالعہ کی برکت سے احقر اپنے قلب میں بھی محبت نبوی ﷺ میں ترقی و اضافہ محسوس کرتا ہے۔

اللھم زد فزد (۴ جون ۱۹۶۷ء)

(۷) حضرت رائے پوریؒ کے خلیفۂ ارشد اور علامہ انور شاہ کشمیری قدس اسرارھم کے تلمیذ رشید حضرت **محمد انوری** نے **رحمت کائنات** کے مطالعہ سے جو برکات حاصل کی ہیں وہ انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہیں:

عجب اتفاق ہے **رحمت کائنات** دیکھ رہا تھا غالباً ۳ رمضان المبارک تھا دوپہر کا وقت تھا قیلولہ کیا آنحضرت سرور کائنات ﷺ کی زیارت مبارک سے مشرف ہوا کچھ صحابہ کرامؓ ساتھ تھے حضرت ابو ہریرہ' حضرت انس' حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنھم) کا نام یاد رہ گیا ہے، حیات النبی ﷺ کے مسئلہ کی تحقیق پر خوشی کا اظہار فرمایا اور بشارات سنائیں۔

(محمد عفی عنہ ۱۶/ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ یوم الخمیس)

(۸) خطیبِ اسلام یادگارِ سلف مولانا قاری **محمد طیب** صاحب

مہتمم دارالعلوم دیوبند

احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المہند وغیرہ میں بالتفصیل مرقوم ہے یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیا علیہم السلام بجسد عنصری زندہ ہیں، جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔ (محمد طیب "مدیر دارالعلوم دیوبند حال وارد ملتان (پاکستان) ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ)

(۹) انہیں ایام میں جب احقر معتکف تھا تو استاذ محترم مولانا سید

محمد بدرعالم مہاجر مدنیؒ نے خواب میں فرمایا۔۔

لوگ مرتے ہیں تو مرتے رہیں آپ حیات پہ لکھتے رہیں۔

(۱۰) امیر شریعت **سید عطاء اللہ شاہ بخاری** نور اللہ مرقدہٗ

کا حیات النبی ﷺ پر یقین و اعتماد۔

تحصیل لیاقت پور کے قصبہ اسلام پور میں شیعہ سنی کے درمیان مناظرہ ہونے والا تھا کہ اسی تاریخ کو امیر شریعتؒ کی اس علاقہ میں تقریر کا اعلان ہوا جس میں شیعہ اور سنی بھی شریک ہوگئے، حضرت امیر شریعت نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا،

"میں جنگ لڑنے نہیں آیا اور نہ ہی مناظرہ اور مباحثہ کا قائل ہوں میں براہان اور دلائل کے زور سے کسی کو کوئی بات منوانے کے لئے تیار ہوں شیعہ حضرات سے صرف اتنا کہوں گا کہ دو چار آدمی اپنی طرف سے ایسے تیار کریں جو صالح فطرت ہوں میں ان کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کو تیار ہوں، وہاں سرکار دو عالم ﷺ کے آستان مقدس پر عرض کیا جائے گا کہ حضور اصحاب ثلاثہ

کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمائیں، اگر حضورؐ نے جواباً فرمایا کہ یہ میرے ہیں تو پھر تمہیں بھی ان پر ایمان لانا پڑے گا اگر حضور ﷺ نے کوئی جواب مرحمت نہ فرمایا تو پھر میں تمہارا ہی مسلک اختیار کر لوں گا"

حضرت امیر شریعت کا یہ فرمانا تھا کہ جلسہ گاہ کی فضا اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی اور اس کا یہ اثر مرتب ہوا کہ پھر کبھی مناظرانہ انداز میں وہاں پر جلسے جلوس منعقد نہ ہوئے اور تمام سامعین پر یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت امیر شریعت بلکہ تمام اکابر علماء دیوبند حیات انبیاء علیہم السلام کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ یہ عقیدہ ان کے نزدیک اصول کی حیثیت رکھتا ہے، مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند سے لیکر (سابق) مہتمم دارالعلوم دیوبند قاری محمد طیب کی ذات تک سب اس بات کے قائل ہیں کہ حضور پر نور سرور کائنات ﷺ روضہ اقدس میں حیات حقی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔

(ماہنامہ نقیب ختم نبوت امیر شریعت نمبر حصہ دوم ص ۲۰۲)

خیال یہ تھا کہ جن اہل علم کو اس عقیدہ کے سمجھنے میں مغالطہ لگا ہے وہ رجوع کر لیں گے مگر اس کے برعکس ایک خاص طبقہ نے اس عقیدہ مسلمہ کی مخالفت میں رسائل لکھے اور تقاریر میں اس کے خلاف بہت کچھ کہا جس کے دفاع کے لئے اور تائید عقیدہ حقہ کے لئے بھی علماء کرام نے کئی کتابیں لکھیں جن میں سے

مقام حیات ۔مؤلفہ علامہ خالد محمود صاحب۔

تسکین الصدور ۔ مؤلفہ مولانا محمد سرفراز خان شیخ الحدیث گوجرانوالہ۔

عقیدۃ المحدثین ۔مؤلفہ مولانا سید مہر شاہ صاحب کشمیری

مرحوم سابق مدرس دارالعلوم دیوبند کے اسماگرامی سرفہرست ہیں۔

(بعد میں مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری (ملتان) نے ایک کتاب **حَیَاتُ الْاَمْوَات** لکھی) مگر ان کتابوں کی اشاعت پر وہ لوگ جو دبی زبان سے صرف حیات النبی ﷺ کا انکار کرتے تھے اب وہ صاف حساب قبر اور دوسرے برزخی عقائد کا انکار کرتے ہوئے احادیث کا انکار کرنے لگے جیسا کہ :

☆ صحیح احادیث کے مطابق اُمت کا جو عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ ان کی قبور میں بالکل سالم رہتے ہیں اس کے خلاف یہ لکھا گیا ہے کہ .

"حضرت یوشعؑ نے فتح ارحاؔ کے بعد جب نابلس پر قبضہ کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں ان کی وصیت کے مطابق وہاں دفن کر دیں یہ ہڈیاں مصر سے نکلتے وقت وہ ساتھ لائے تھے" (الادلۃ القویہ ص ۶۸)

یعنی نبی علیہ السلام کے گوشت کو مٹی کھا گئی تھی اور وہ صرف ہڈیوں کی شکل میں رہ گئے تھے (العیاذ باللہ)

☆ صحیح احادیث کی روشنی میں جو عقیدہ امت محمدیہ کا آج تک چلا آتا ہے کہ مسلمان کو دفن کر دینے کے بعد اسکی قبر یا تو جنت کا ایک باغ بن جاتی ہے یا آگ کا ایک گڑھا اور نافرمان مسلمان کو قبر میں سزا دی جاتی ہے. کافروں پر زہریلے سانپ مسلط کئے جاتے ہیں، اس کے خلاف لکھ کر ان صحیح احادیث کا اس انداز میں استخفاف کیا گیا ہے کہ یہ انداز منکرین حدیث کے ہاں بھی ناپسندیدہ رہا ہے جیسا کہ

"نیز یہ فرمائیں کہ وہ حدیث تو صحیح ہے جس میں آتا ہے کہ
اس عذاب کی آواز جن و دوابؔ کے سوا سب ہی سنتے ہیں تو وہ
آواز تو دنیا کی ہر خوفناک آواز سے زیادہ ہیبت ناک ہے لیکن

لہ یہ بھی حدیث میں تحریف کرڈالی کیونکہ حدیث میں الثقلین کا لفظ ذکر کیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ انسانوں اور جنوں کے سوا سب مخلوق اس آواز کو سنتی ہے اور حدیث میں تصریح ہے یسمعه البهائم كلها کہ عذاب کو سب چوپائے سنتے ہیں

مع ہذا دنیا کی ایک بندوق چھوڑنے سے تو مارے ڈر کے سب
پرندے اڑ جاتے ہیں پر قبرستان میں بڑے پریم سے
چہچہاتے رہتے ہیں اور ہیبت ناک عذاب اور گرزوں کی آواز
سے کیوں نہیں اڑتے چاہئے تو یوں تھا کہ قبرستان میں کوئی
پرند چرند کبھی نہ دِکھتا اور یا پھر یہ کہو کہ ہمارے زمانہ میں سب
قبرستان والے بخشے ہوئے ہیں، نیز قبر میں سانپ بچھو اتنے
زہریلے ہیں کہ اگر ایک ڈنگ دنیا میں ماریں تو کئی سالوں تک
وہاں سبزی نہ اگے حالانکہ مشاہدہ ہے کہ مرگھٹوں پر بہ نسبت
دوسرے کھیتوں کے بہت اعلیٰ سبزی اُگتی ہے"

(ندائے حق ص ۵۷)

☆ قبر سے مراد یہ قبر نہیں جو زمین کھود کر بنائی جاتی ہے بلکہ کوئی اور قبر ہے جو ہندوں کو نظر نہیں آتی "وَالْمُرَادُمِنَ الْقُبُورِهُوَعَالِمْ الْبَرْزَخِ لَاهذا لَمَشَاهِدِ الْمَحْفُوْرِفِی الْاَرْضِ (الہام الباری فی حل مشکلات البخاری ص ۷۹)

ترجمہ :اور مراد قبر سے وہ برزخ کا جہاں ہے یہ نظر آنے والی وہ قبر نہیں جس کو کھود کر مردہ کو دفن کیا گیا ہے۔

اس عبارت کی تشریح اسی گروہ کے ایک مؤلف نے یوں کی ہے :

"ظاہر بین علماٗ و عوام کا خیال ہے کہ دفن کے بعد پھر سے اس
گڑھے میں روح واپس اسی جسد عنصری میں ڈالی جاتی ہے یہی
گڑھا اس کے لئے عالم برزخ ہے اسی گڑھے کو خدا تنگ یا وسیع
کرتا ہے اسی گڑھے میں فرشتے سوال وجواب کے لیے، سزا
وثواب کے لئے آتے ہیں اسی گڑھے میں اس دھڑ کو اٹھاتے

بٹھاتے ہیں یہی دھڑ اٹھتا بیٹھتا، کھاتا پیتا، نماز پڑھتا ہے۔"

(ندائے حق ص ۲۲۰)

اس بد نصیب طبقہ کو قبر صرف گڑھا ہی نظر آتی ہے اور بقول مولانا نورالحسن شاہ صاحب بخاری (رحمۃ اللہ علیہ)

"ان حضرات کو اپنے جسم سے اتنی نفرت ہے کہ اسے جسم یابدن کہنا گوارا نہیں کرتے دھڑ دھڑ کی رٹ لگا رکھی ہے اسی قبر سے اتنا شدید بغض ہے کہ قبر کو قبر تک کہنا روا نہیں رکھتے گڑھا کہتے ہیں گڑھے گڑھے کی ایک گردان ہے جو جاری ہے

(حیات الاموات ص ۲۵)

حالانکہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ۔

ترجمہ: یہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے (نیک مسلمانوں کیلئے) یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے (نافرمانوں کیلئے)۔ (ترمذی)

یہ گروہ اس محسوس اور مشاھد قبر سے انکار کر کے دراصل مدینہ منورہ کی حاضری سے مسلمانوں کو محروم کرنا چاہتا ہے کیونکہ جب قبر سے مراد یہ قبر نہیں دوسری جگہ ہے جو نظر نہیں آتی تو سید دو عالم ﷺ کے مزار اقدس پر جانے سے کیا حاصل؟ اسی طرح جب قبر سے مراد یہ قبر نہیں ہے تو پھر کسی نیک بندے کے پاس دفن ہونا یا نہ ہونا برابر ہے، پھر تو شیخین رضی اللہ عنہم کو سید دو عالم ﷺ کے قدموں میں جگہ کا ملنا کچھ شرف اور فضیلت نہیں رکھتا جیسا کہ ملحدوں کا خیال ہے، اسی طرح والدین اور دوسرے صلحاء، علماء اور عام

مسلمانوں کی قبر پر جا کر ان کو سلام کہنا، ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا بلکہ یہ ساری مقدس تعلیم ہی بے کار اور غیر مفید ہو جاتی ہے جو عالمِ آخرت کی اس پہلی منزل سے متعلق ہے اور تقریباً آٹھ سو آیات کی تاویل فاسد کرنا ہو گی اور کئی احادیث کا انکار کرنا ہو گا جن سے اسلام کا بنیادی عقیدہ بعث بعد الموت ثابت ہو رہا ہے (العیاذ باللہ)۔ ان کور بختوں کو سید دو عالم ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضری سے کیا ایمانی اور روحانی فائدہ ہو سکے گا جو وہاں کی حاضری ہی کو ناجائز سمجھتے ہیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:-

"یہ کہنا چاہئے کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زیارت کی کیونکہ حضور ﷺ زندہ ہیں، غرض دنیا میں ایسے بھی خشک مزاج موجود ہیں جنہیں زیارتِ قبر کا خود تو کیا شوق ہو تا اس کو حرام کر کے دوسروں کو بھی روکنا چاہتے ہیں مگر جو زیارت کر چکے ہیں ان سے پوچھو"

(التبلیغ وعظ نمبر ۳ شکر النعمۃ بذکر الرحمۃ ۲۷ / جمادیٰ الاول ۱۳۳۷ھ)

☆ سید دو عالم ﷺ کی شانِ رفیع جسے قرآن حکیم نے،

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ (سورہ بقرہ نمبر ۲۵۳)

اور اللہ تعالیٰ نے بعض (سید دو عالم ﷺ) کے درجات بہت بلند فرمائے ہیں۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيماً (النساء نمبر ۱۱۳)

اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے۔

وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ۔ (انشراح نمبر ۴)

اور ہم نے آپ ﷺ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔

اور خود سید دوعالم ﷺ نے وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ (اور میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں) وغیرہا ارشادات سے واضح فرمایاہے، اس شان رفیع کو گھٹانے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے۔

ایسی آیات کی تاویلاتِ بعیدہ بلکہ تحریف معنوی تک کی گئی اور ایسی احادیث وروایات کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی، ان علمأ کرام اور اولیأ عظام کا استخفاف کیا گیا جو عشق محمدی ﷺ کو اپنا سرمایۂ نجات سمجھتے ہیں جن کے ہاں ایمان محبتِ سید دوعالم ﷺ ہی کا دوسرا نام ہے۔

چونکہ اس گروہ میں وہ لوگ ہیں جو اپنا مخصوص حلقہ فکر رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث کی آڑ میں ان عقائد فاسدہ کو پھیلارہے ہیں اور بوقت ضرورت اپنے آپ کو اکابر علمأ حق کا پیروکار بھی کہتے ہیں، اس لئے نہایت ہی ضروری سمجھا گیا کہ رحمتِ کائنات کی اس جدید اشاعت میں تفصیل کے ساتھ ان تمام عقائد کو بیان کر دیا جائے جن کا تعلق قبر اور قیامت کے ساتھ ہے تاکہ مسلمان اس فتنہ سے محفوظ رہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّانَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفِتَنِ مَاظَھَرَ مِنْھَاوَمَابَطَنَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔

(ف) سید دوعالم ﷺ نے ایسے فتنوں کو دجالی فتنہ کے ساتھ بیان فرما کر ان سب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا حکم فرمایا۔

قال تعوذوا باللہ من عذاب النار قالوا نعوذ باللہ
من عذاب النار قال تعوذوا باللہ من عذاب القبر
قالوا نعوذ باللہ من عذاب القبر قال تعوذوا باللہ
من الفتن ماظھر منھا وما بطن قالوا نعوذ باللہ
من الفتن ماظھر منھا وما بطن قال تعوذوا باللہ

من فتنة الدجال قالوا نعوذ بالله من فتنة الدجال ۔(رواہ مسلم)

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو آگ کے عذاب سے صحابہ نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں آگ کے عذاب سے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی پناہ مانگو قبر کے عذاب سے، صحابہ نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں قبر کے عذاب سے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی پناہ مانگو ظاہری اور باطنی فتنوں سے صحابہ نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ظاہری اور باطنی فتنوں سے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو دجال کے فتنہ سے صحابہ نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں دجال کے فتنہ سے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انسانی اور آسمانی نظام حیات

انسان نے اپنی فلاح اور بہبود کے لئے اپنی عقل و فکر اور دماغی کاوش سے جو نظام بنایا ہے اسکو "انسانی نظام حیات" کا نام دیا جا سکتا ہے اور جو نظام آسمانی ہدایت کی روشنی میں مرتب کیا جائے اسکو "آسمانی نظامِ حیات کہا جا سکتا ہے، یہ دونوں نظام پہلے بھی چل رہے تھے اور اب بھی رواں دواں رہتے ہوئے اپنے اپنے حلقہ کو متاثر کر رہے ہیں، ان دونوں نظاموں اور دستوروں میں ایک واضح اور ناقابلِ انکار فرق یہ ہے کہ :-

"انسانی دماغ کا بنایا ہوا نظام صرف انسان کی بدنی آسائش اور آرائش ہی کا کفیل ہوتا ہے اسکا تعلق روح کے اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ نہیں ہوتا، اسی طرح یہ نظام اس زندگی تک ہی راہنمائی کر سکتا ہے اس زندگی سے دوسری زندگی کی طرف انتقال کے بعد اس انسانی نظام کا کوئی دخل اور کوئی راہنما اصول نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ آسمانی ہدایت کے منکروں نے اپنی اولین اور آخرین منزل صرف اسی زندگی کو سمجھا ہے وہ دوسری زندگی کے منکر ہیں۔

جیسا کہ : قرآن کریم کا ارشاد گرامی ہے۔

وَقَالُوۡا مَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا وَمَا يُهۡلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهۡرُ. (الجاثیہ، ۲۴)

اور کہتے کچھ نہیں بس یہی ہے ہمارا جینا دنیا کا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم جو مرتے ہیں سو زمانہ سے۔

قرآن کریم نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَالَهُمْ بِذَالِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ :

اور ان کو کچھ خبر نہیں اس کی محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں :

یعنی ان کے پاس اس کے لئے کوئی دلیل نہیں صرف وہ اپنے ناقص خیال کی تاریکی میں یہ کہہ رہے ہیں کہ اس زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں اور یہی زمانہ کا دستور چلا آرہا ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّاكَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ.

اور جب سنائی جائیں ان کو ہماری کھلی کھلی آیتیں اور کچھ دلیل نہیں ان کی مگر یہی کہ کہتے ہیں کہ لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو۔

یعنی جب ان منکروں کو یہ کہا جاتا ہے کہ آسمانی ہدایت کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی بھی ہے تو وہ اس کو بھی اپنے ناقص علم اور ناقص مشاہدہ کی رو سے دیکھ کر یہ حجت بازی کرتے ہیں کہ اگر موت کے بعد پھر زندگی ہے تو جو ہمارے باپ دادا فوت ہو چکے ہیں ان کو دوبارہ اس دنیا میں لے آؤ اگر تم سچے ہو،

قرآن کریم نے اس حجت بازی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَارَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ.

(الجاثیہ نمبر ۲۴تا۲۶)

آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ ہی تم کو زندگی دیتا ہے پھر وہی تم کو

مارتا ہے پھر وہی تم کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں
کوئی شک نہیں، لیکن بہت سے لوگ نہیں سمجھتے۔

یعنی تمہیں پیدا بھی تو اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا اور آئندہ کے لیے تمہاری موت اور پھر تمہاری زندگی یہ سب ہو کر رہے گی بلکہ قرآن کریم نے تو اخروی زندگی ہی کو کامل حیات قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ :-

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ
الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْكَانُوايَعْلَمُوْنَ ..
(العنکبوت نمبر ۶۴)

اور یہ دنیا کا جینا تو بس جی بہلانا ہے اور کھیلنا ہے اور پچھلا گھر جو
ہے سو وہی ہے زندگانی اگر ان کو سمجھ ہوتی۔

چنانچہ وہ سارے لوازمات اور وہ ساری کیفیات جو اس دنیا میں کسی انسان کو حاصل ہوتی ہیں وہ بدرجہ اتم اور اکمل دوسرے جہاں میں ظہور پذیر ہوں گی ، گویا انسانی نظامِ حیات کے پیروکاروں کی نظر صرف اسی آب و گل کی زیبائش اور آرائش پر رہتی ہے جو کہ بالکل عارضی ہے، اور ان کی ساری محنت صرف اسی لئے ہوتی ہے جب وہ دوسرے جہاں اور دوسری زندگی کو عقیدہ کے طور پر نہیں مانتے تو ان کی محنت بھی اس کے لئے نہیں ہوتی، اور وہ دنیاوی لذائذ میں کھو کر آسمانی حدود کو روندتے رہتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کو دوسری زندگی میں کچھ نفع نہ ملے گا بلکہ وہ سراسر نقصان میں ہوں گے جس کی تلافی ناممکن ہے۔

قرآن کریم نے اس عقیدہ کو متعدد پیرایوں میں ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۰ میں فرمایا،

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَافِى الدُّنْيَاوَمَالَهٗ فِى

الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ

پس لوگوں میں کچھ تو وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو دے دنیا میں اور نہیں اُن کیلئے آخرت میں کچھ حصہ۔

اور سورۃالشوریٰ آیت نمبر ۲۰ میں فرمایا :-

وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُحَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَاوَمَالَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۔

اور جو کوئی چاہتا ہو دنیا کی کھیتی اس کو دیویں ہم کچھ اس میں سے اور اس کے لئے نہیں آخرت میں کچھ حصہ۔

علیٰ ہٰذ القیاس قرآن کریم کی کئی آیات میں اس عقیدہ کی اہمیت کو بیان فرمانے کے ساتھ اس نظریہ باطل کی تردید بھی فرمائی گئی ہے کہ انسانی نظام حیات ہی میں نجات ہے۔

(ف) اس آیت میں دنیا کو کھیتی کے ساتھ تعبیر فرمایا جس کا پھل آخرت میں ملے گا۔

حیات اخروی قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن حکیم اور حدیث سید دو عالم ﷺ نے انسان کی نجات اخروی ہی کو کامیابی اور سرخروئی قرار دیتے ہوئے اس عقیدہ کو اسلام کا بنیادی عقیدہ قرار دیا ہے، قرآن عزیز کی سورۃ فاتحہ سے لے کر آخر تک ہر سورۃ میں اس عقیدہ کو کسی سورۃ میں تو صراحتاً ارشاد فرمایا ہے اور کسی سورۃ میں ضمناً اس عقیدہ کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ وہ سورہ فاتحہ جس کا ہر نماز میں حقیقتاً یا حکماً پڑھنا ضروری ہے اس میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا ارشاد موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں اعمال کی جزا اور سزا دی جائے گی اور اس دن کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۴ میں متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ اور قیامت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۸ و ۹ میں عقل والوں کی یہ دعا ارشاد فرمائی

رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَامِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَااِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّارَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَايُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

اے رب ہمارے نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت تو ہی سب کچھ دینے والا ہے، اے ہمارے رب تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کوئی شبہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ

خلاف نہیں کرتا اپنے وعدے کا۔

اور حیات یوم حشر کی طرف توجہ کرنے کا حکم فرمایا، ویسے تو کئی آیات میں یہ عقیدہ اسی طرز پر بیان فرمایا ہے یہاں چند آیات کو درج کیا جاتا ہے۔

پارہ نمبر ۱۷ سورۃ الحج آیت نمبر ۵ و ۶ و ۷ میں ارشاد فرمایا،

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝

اے لوگو! اگر تم دوبارہ زندہ ہونے سے شک اور انکار میں ہو تو (سن لو) تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفے سے (جو غذا سے بنتا ہے) پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی سے جس کی صورت بنی ہوتی ہے اور بن صورت کے بھی ہوتی ہے تاکہ ہم تمہارے سامنے اپنی قدرت ظاہر کر دیں اور ہم ٹھہراتے ہیں ماں کے رحم میں جو چاہتے ہیں ایک وقت مقرر تک کیلئے

پھر ہم تم کو باہر لاتے ہیں بچہ بنا کر تا کہ تم اپنی بھری جوانی کی عمر تک پہنچ جاؤ اور بعض تم میں سے جوانی سے پہلے وفات پا جاتے ہیں اور بعض تم میں سے نکمی عمر (بڑھاپے) تک پہنچائے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد بے خبر ہو جاتے ہیں اور تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک پڑی ہوتی ہے پھر جب اس پر ہم پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کا خوشنما سبزہ اگاتی ہے یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یاد رکھو وہی اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، (اور یہ بھی یاد رکھو) کہ قیامت آنے والی ہے جسمیں ذرا بھی شبہ نہیں اور اللہ ان کو دوبارہ اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں،

(ف) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے قیامت کا عقیدہ بیان فرمایا کہ :۔

"وہی اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کرنے والا ہے اور اسی کا تصرف اور اختیار انسان پر چلتا ہے اور وہی اللہ تعالیٰ قیامت لائے گا اور انہی قبروں سے مردوں کو زندگی عطا کر کے باہر لائے گا جیسا کہ بیج بو دیا جاتا ہے مگر کچھ دنوں کے بعد پوری صلاحیتوں سے اگتا ہے"

اسی مضمون کو پارہ نمبر ۲۴ سورہ حم السجدہ آیت نمبر ۳۹ میں ارشاد فرمایا :-

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا

عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِیْ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ O

اور اسی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو دیکھتا ہے کہ زمین دبی پڑی ہے مگر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے، جو اللہ تعالیٰ اس مردہ زمین کو زندہ فرماتا ہے (جس کا مشاہدہ تم روزانہ کرتے ہو) وہی اللہ تعالیٰ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح پارہ نمبر ۲۵ سورۃ الزخرف آیت نمبر ۱۱ میں فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ O

اور وہ اللہ جس نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازہ سے پھر اسی کے ساتھ ہم نے زندہ کر دیا مردہ بستی کو اسی طرح تم کو بھی قبروں سے نکالا جائیگا

(ف) ان دونوں آیتوں میں حسی مثال دے کر یہ سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہ اس پر اور جس کام کو چاہے کرنے پر قادر ہے، مگر جو لوگ بے دین ہیں دین اسلام میں کجی اور ٹیڑھ پن تلاش کرتے رہتے ہیں وہ تو اس عقیدہ کو تسلیم نہیں کرتے یا غلط قسم کی تعبیرات کرتے ہیں ان کو متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا،

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِیْ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا اَفَمَنْ يُّلْقٰی فِی النَّارِ خَيْرٌ اَمَّنْ يَّاْتِیْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اِعْمَلُوْا

مَا شِئْتُم اِنَّهٗ بِمَاتَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ 0
جو لوگ ٹیڑھے چلتے ہیں ہماری باتوں میں وہ ہم سے چھپے
نہیں بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں وہ بہتر ہے یا وہ جو آئے گا
امن سے قیامت کے دن، کئے جاؤ جو چاہو بے شک جو تم
کرتے ہو وہ دیکھتا ہے۔ (حم السجدہ آیت نمبر ۴۰)

(ف) یہ آیت حم السجدہ کی آیت نمبر ۴۰ ہے آیت نمبر ۳۹ میں حسی نظیر سے سمجھایا کہ جس میت کو دفنایا جاتا ہے وہی اس جگہ سے نکالا جائے گا۔

وَاللّٰهُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی
بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ
النُّشُوْرُ 0 (پارہ نمبر ۲۲ سورۃ الفاطر آیت نمبر ۹)
اور اللہ ہی ہے جس نے چلائی ہیں ہوائیں پھر وہ اٹھاتی
ہیں بادل کو پھر ہانک لے گئے ہم اسکو ایک مردہ بستی کی
طرف پھر زندہ کر دیا ہم نے اس سے زمین کو اس کے مر
جانے کے بعد، اسی طرح ہو گا جی اٹھنا۔

سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۵ میں فرمایا،

قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ 0
فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسی زمین میں تم زندگی گزارو گے اور اسی میں
تمہاری موت ہو گی اور اسی زمین سے اٹھائے جاؤ گے۔

(ف) یہ ارشاد اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان اور سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام کو فرمایا۔

پارہ نمبر ۲۹ سورۃ القیامہ آیت نمبر ۴۰،۳ میں فرمایا،

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ 0 بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ 0

کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ جمع نہ کریں گے ہم اس کی ہڈیاں ، کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اسکے بند بند ٹھیک کر دیں۔

پارہ نمبر ۲۶ سورہ ق آیت نمبر ۱ تا ۴ میں ارشاد فرمایا،

قٓ 0 وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ 0 بَلْ عَجِبُوْا اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ فَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ 0 ءَ اِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ 0 قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْھُمْ وَعِنْدَنَا کِتٰبٌ حَفِیْظٌ 0

قسم ہے اس قرآن بڑی شان والے کی بلکہ ان کو تعجب ہوا کہ آیا ان کے پاس ڈر سنانے والا جو انہی میں کا ہے تو کہنے لگے منکر یہ تعجب کی چیز ہے کیا جب ہم مر چکیں گے اور مٹی ہو جائیں گے یہ پھر آنا بہت دور ہے ہمیں معلوم ہے جتنا گھٹاتی ہے زمین ان میں سے اور ہمارے پاس کتاب ہے جسمیں سب کچھ محفوظ ہے۔

(ف) قرآن عزیز کی ان آیات اور دیگر آیات سے بالکل صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جس بدن کو دفن کیا جاتا ہے وہی بدن پوری طرح پھر قیامت کے دن زندہ حالت میں قبر سے نکلے گا، اسی وجہ سے اس وقت کے کافروں نے اس کو عجیب سمجھا اور کئی اشکالات اور اعتراضات کئے جیسا کہ ایک سوال وجواب سورہ ق میں گزر چکا ہے ، قرآن حکیم نے کفار کے دوسرے اعتراضات کو بھی ذکر فرما

کافروں کا یہی اعتراض سورہ مریم میں نقل کر کے جواب ارشاد فرمایا۔

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَامَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا

اور کہتا ہے آدمی کیا جب میں مر جاؤں گا تو پھر قبر سے زندہ نکالا جاؤں گا؟(مریم نمبر ٦٦)

اسی سورۃ کی آیت نمبر ٦٧ میں جواب دیتے ہوئے فرمایا،

اَوَلَايَذْكُرُالْاِنْسَانُ اَنَّاخَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئاً ۔

کیا یاد نہیں رکھتا آدمی کہ ہم نے اس کو بنایا پہلے سے اور وہ کچھ چیز نہ تھا۔

پھر آیت نمبر ٦٨ میں تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۔

سو قسم ہے تیرے رب کی ہم گھیر لائیں گے ان کو اور شیطانوں کو پھر سامنے لائیں گے ان کو دوزخ کے ارد گرد گھٹنوں کے بل۔

(ف) معمولی عربی قواعد جاننے والے سمجھ سکتے ہیں کہ حَيًّا حال ہے ، یعنی زندہ قبر سے نکلے گا، اسی طرح اس زمانے کے کافر اور آج کل کے منکرین حیات کہتے ہیں کہ قبر میں گل سڑ کر ، مٹی یا جل کر راکھ وغیرہ کس طرح زندہ ہو کر میدان حشر میں نکلے گا؟

سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ٥٠ و ٥١ میں اس کا جواب ارشاد فرمایا :۔

قُلْ كُوْنُوْاحِجَارَةً اَوْحَدِيْدًا ۝ اَوْخَلْقاًمِّمَّا يَكْبُرُفِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُؤُسَهُمْ

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا۝

آپ فرما دیجئے تم ہو جاؤ پتھر یا لوہا یا کوئی اور مخلوق جس کو مشکل سمجھو اپنے جی میں پھر اب کہیں گے کون لوٹا کر لائے گا ہم کو آپؐ فرما دیجئے وہی جس نے پیدا کیا تم کو پہلی بار پھر اب مٹکائیں گے اپنے سر اور کہیں گے کب ہو گا، آپؐ فرما دیجئے شائد نزدیک ہی ہو گا۔

اس عقیدہ کا انکار کرنے والا اللہ تعالیٰ کا کھلا دشمن ہے، ارشاد فرمایا:۔

اَوَلَمْ يَرَالْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ۝وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًاوَّنَسِيَ خَلْقَه قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَبِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِنَارًا فَاِذَا اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ۝ (سورہ یٰس آیت نمبر ۷۷ تا ۸۰)

کیا دیکھتا نہیں انسان کہ ہم نے بنایا اس کو ایک قطرہ سے پھر تب ہی وہ ہو گیا کھلا جھگڑنے والا، اور بیان کرتا ہے ہمارے لئے ایک مثال اور بھول گیا اپنی پیدائش، کہنے لگا کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب وہ کھوکھری ہو جائیں گی، آپؐ فرما دیجئے ان کو زندہ کرے گا جس نے بنایا ان کو پہلی بار اور وہ سب طرح بنانا جانتا ہے جس نے بنا دی تمہارے لئے آگ سبز درخت سے، پھر تم اب اس سے سلگاتے ہو۔

(ف) اس عقیدہ پر حسی دلیل دے کر بتایا وہ پودا جس کو تم پانی دیکر پالتے

ہو خداوند قدوس اسکی لکڑی سے آگ بناتا ہے حالانکہ پانی اور آگ میں تو ضد اور منافات ہے اتنا علیم اور قدیر خدا مردہ کو زندہ کر سکتا ہے۔ کافر لوگ اموات کے دوبارہ زندہ ہونے کو کھلا ہوا جادو سمجھتے تھے۔ اسکا جواب دیتے ہوئے فرمایا :۔

وَقَالُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۝ فَاِنَّمَا ھِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا ھُمْ یَنْظُرُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹)

اور کہتے ہیں یہ تو کھلا ہوا جادو ہے کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادوں کو بھی تو آپؐ فرما دیجئے ہاں اور تم ذلیل ہو گے سو وہ اٹھانا تو یہی ایک جھڑکی ہو گی پھر اسی وقت یہ آنکھوں سے دیکھنے لگ جائیں گے۔

کافر موت کے بعد زندگی کو بہت ہی دور کی بات سمجھتے تھے قرآن حکیم نے اس کو یوں بیان فرمایا :۔

اَیَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ۝

کیا تم کو (یہ نوح علیہ السلام) وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور ہو جاؤ گے مٹی اور ہڈیاں تو تم کو (قبروں سے) نکلنا ہے کہاں ہو سکتا ہے کہاں ہو سکتا ہے جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے اور کچھ نہیں یہی جینا ہمارا دنیا کا مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم

کو پھر اٹھنا نہیں۔ (المؤمنون آیت نمبر ۳۵ تا ۳۷)

سورۃ الروم آیت نمبر ۲۵ میں کئی آفاقی دلائل دینے کے بعد ارشاد فرمایا :۔

ثُمَّ اِذَادَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآاَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ٥

یعنی جب اللہ تعالیٰ تم کو صرف ایک دفعہ قبروں سے باہر آنے کا حکم دے گا تو تم نکل آؤ گے، ظاہر ہے کہ مردہ تو قبر سے خود نہیں نکل سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبروں سے زندہ ہو کر نکلیں گے۔ اسی سورۃ کی آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا :۔

وَهُوَالَّذِىْ يَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۔

یعنی جس طرح تمہیں پہلی بار بنایا اور تم ماں کے پیٹ سے زندہ نکلے، اسی طرح اس عمل کو دہرائے گا، تم قبروں سے زندہ نکلو گے، اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر بڑی آسان ہے۔

(ف) بعث بعد الموت کا عقیدہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور انہی ابدان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا دوبارہ حیات کا انکار تو کفر ہے، خداوند قدوس نے سورۃ التغابن میں تخلیق انسانی اور پھر اعادہ اور بعث بعد الموت کا ذکر فرمایا، ارشاد قرآنی ہے :۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ٥ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِالَّذِىْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ٥ آیت نمبر ۷و۸

دعویٰ کرتے ہیں منکر کہ ہرگز انکو نہ اٹھایا جائے گا، آپ فرما دیجئے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تم کو ضرور اٹھایا

جائے گا پھر تم کو بتایا جائیگا جو تم نے زندگی میں کیا تھا اور
اٹھانا اللہ تعالیٰ پر بڑا آسان ہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے
رسول ﷺ پر اور اس نور ہدایت پر جو ہم نے اتارا اور
اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

مندرجہ بالا آیاتِ گرامیہ میں یہ باتیں واضح فرمائیں :۔

(۱) کافروں کا یہ خیال ہے کہ ان کو دوبارہ نہ اٹھایا جائے گا۔

(۲) سید دوعالم ﷺ کو حکم فرمایا کہ وہ رب کریم کی قسم کھا کر اس عقیدہ کو بیان فرمادیں۔

(۳) اور یہ دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

(۴) ان عقائد برزخیہ کو اپنے عقل و فہم سے نہ ناپو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ پر اور اس نور ہدایت پر یقین رکھو جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اتارا ہے اپنے تاریک فہم اور کاسد ذہن سے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے ارشاد کو نہ ناپو۔

(ف) اگر چہ ان آیات کا تعلق قیامت کے دن کے ساتھ ہے مگر ان سے حیات قبر بھی ثابت ہو رہی ہے کیوں کہ جس بدن کا قیامت کے دن اسی شکل و شباہت اور اسی آن بان کے ساتھ اُٹھائے جانے کا ذکر قرآن عزیز نے فرمایا جب کہ ہزارہا سال گزر جائیں گے تو موت کے فوراً بعد اس بدن کا زندہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیوں نا ممکن ہے ؟

اسی طرح سورۃ الزلزال میں سارا یہی عقیدہ بیان فرمایا :۔

اِذَازُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ
اَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ

اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

جب زمین کو ہلایا جائے گا پوری طرح ہلایا جانا اور زمین اپنے اندر سے سب بوجھ نکال باہر کر دے گی اور انسان کہے گا اس کو کیا ہو گیا، اس دن زمین بھی اپنی باتیں کہہ ڈالے گی، اس واسطے کہ تیرے رب نے اس کو حکم بھیجا ہو گا، اس دن لوگ نکلیں گے طرح طرح کے بن کر تاکہ دکھائے جائیں انکو عمل انکے سو جس نے ذرہ بھر بھلائی کی ہو گی وہ دیکھ لے گا اسے اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہو گی وہ دیکھ لے گا اسے۔

(فـ۱) اس سورۃ میں بھی واضح فرمایا کہ لوگ اسی زمین والی قبر میں سے باہر نکلیں گے، اگر قبر میں کچھ نہیں ہوتا جو دفن کیا گیا تھا وہ جماد محض تھا تو پھر کیا چیز باہر نکلے گی؟ اس عقیدہ کا منکر قرآن کریم کے ارشادات کا منکر ہے۔

(فـ۲) ایک آدمی نے سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی جامع سورۃ ارشاد فرمائیں تاکہ میں تلاوت کر سکوں، اس کو سید دو عالم ﷺ نے سورۃ الزلزال خود پڑھائی تو اس نے کہا اس اللہ کی قسم ہے جس نے جناب کو سچا نبی بنا کر بھیجا میں اس پر کبھی بھی زیادتی نہ کروں گا، تو آپؐ نے فرمایا کہ "یہ مرد کامیاب ہو گیا"۔ (احمد وابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ)

(فـ۳) سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "سورۃ التکاثر" کی تلاوت کرنے والے کو قرآنِ کریم کی ایک ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب ملے گا (اس میں قیامت اور قبر دونوں کا ذکر ہے)

قرآن پاک نے قیامت کی ابتدائی منزل اور قیامت کے منظر کو یکجا ارشاد فرمایا ہے :۔

عَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ۝ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ۝

کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپس میں، پوچھتے ہیں اس بڑی خبر سے جس میں وہ مختلف ہیں ہرگز نہیں اب جان لیں گے پھر بھی ہرگز نہیں اب جان لیں گے۔ (النبأ نمبر ۱ تا ۵)

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ (التکاثر، آیت نمبر ۱ تا ۷)

غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی حرص نے یہاں تک کہ جا دیکھیں قبریں کوئی نہیں کوئی نہیں آگے جان لوگے پھر بھی آگے جان لوگے، کوئی نہیں اگر جانو تم یقین کر کے بے شک تم کو دیکھنا ہے دوزخ پھر دیکھنا ہے اس کو یقین کی آنکھ سے

مندرجہ بالا ارشاد قرآنیہ میں ثُمَّ کے ساتھ دو دفعہ جاننے اور دیکھنے کا ارشاد فرمایا پہلی دفعہ سے مراد قبر کا مشاہدہ اور علم ہے اور دوسری دفعہ سے مراد قیامت کا مشاہدہ اور علم ہے،

"حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ جب سورۃ التکاثر نازل ہوئی تو ہمیں عذاب قبر کے متعلق پورا یقینی علم ہو گیا اور سب شکوک رفع ہو گئے"۔ (رواہ الترمذی)

(فـ۱) ان آیات میں اور سورہ نبأ کی آیات میں (سَيَعْلَمُوْنَ) دو مرتبہ فرمایا اور التکاثر کی آیات میں (سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ) دو مرتبہ ارشاد فرمایا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس عذاب کے وہ منکر تھے وہ دو دفعہ ہوگا، ایک مرتبہ قبر (برزخ میں) اس کا پر تو ظاہر ہوگا اور دوسری مرتبہ قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔

(فـ۲) قرآن عزیز میں کسی بھی عقیدہ کو یقین کے ان تین مراتب کے ساتھ ذکر نہیں فرمایا جن مراتب کے ساتھ برزخی اور قیامت کی زندگی کو ارشاد فرمایا، یعنی سورۃ التکاثر میں یقین کے دو درجات عِلْمَ الْيَقِيْنِ اور عَيْنَ الْيَقِيْنِ ارشاد فرمائے اور سورۃ الواقعہ کی آیت نمبر ۹۵ میں فرمایا وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ، اس قدر تاکید کے ساتھ اس عقیدہ کو بیان فرمانا اس کی اہمیت کو واضح فرما رہا ہے۔

(فـ۳) قرآن عزیز نے حشر اجساد کا عقیدہ نہایت ہی تفصیل سے بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہی بدنوں کو قبروں سے نکالا جائے گا، یہی وضع قطع، شکل و صورت ہوگی، عالم آخرت میں۔

(۱) ایک دوسرے کو پہچانیں گے، ارشاد فرمایا۔

يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ (یونس آیت نمبر ۴۵)

آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔

(۲) اعراف والے جنتی اور دوزخیوں کو پہچان لیں گے۔

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمَاهُم۔

اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو سب کو ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے (الاعراف ۴۶)

وَنَادٰى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمَاهُمْ

ور اعراف والے ان مردوں کو ان کی نشانیوں سے پہچانیں

گے اور ان کو پکاریں گے۔(آیت نمبر ۴۸)

(۳) خاندان، قبیلہ، بیوی، خاوند، بھائی، ماں باپ قیامت کے ہولناک منظر سے اس قدر سراسیمہ ہوں گے کہ ہر ایک کو اپنی نجات کا فکر لاحق ہوگا اگر کوئی کسی کو امداد کے لئے پکارے گا تب بھی وہ دور بھاگیں گے، ارشاد فرمایا:۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ

(عبس آیت نمبر ۳۵ تا ۳۷)

جس دن بھاگے مرد اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے، ہر آدمی کے لئے اس دن ایک فکر ہوگا جو دوسروں سے بے نیاز کر دے گا۔

(۴) متقی اور پرہیزگاروں کے تعلقات وہاں بھی لوجہ اللہ قائم رہیں گے، فرمایا

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ

دنیا کے دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے (الزخرف نمبر ۶۷)

یہ سب واقعات تب ہی ہو سکیں گے کہ انہی بدنوں اور صورتوں کے ساتھ قبروں سے نکالا جائے، تو جب کروڑہا سال کے بعد بھی انہی بدنوں اور جسموں کے ساتھ اٹھایا جائے گا تو اس سے پہلے قبر میں حساب کے لئے زندہ کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

(فائدہ) آیات حیات بعد الموت کے لئے اکثر آیات میں تُخْرَجُوْنَ (الروم / ۲۵) تُبْعَثُوْنَ تُرْجَعُوْنَ (سورۃ یٰسین آخری آیت) تُقْلَبُوْنَ (العنکبوت / ۲۱) کے کلمات ارشاد فرمائے ہیں جو کہ رجوع یعنی لوٹنے کے معنی پر دلالت کرتے

ہیں اسی طرح تُقَلَّبُوْنَ کے معنی تو بالکل واضح ہیں جو کہ سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر ۲۱ میں ہے، اسی طرح ان میں سے اکثر کلمات مخاطب کے صیغے میں یعنی تم کو لوٹایا جائے گا، تم واپس لائے جاؤ گے یہ طرز خطاب بھی اسی پر دلالت کر رہا ہے کہ انہیں بدنوں اور جسموں کے ساتھ قبر میں سے زندہ نکالا جائے گا۔

(ف) قرآن عزیز کی ان سب آیات میں انسانوں کو خطاب ہے، تو اس میں یہی طریق خطاب ارشاد فرمایا، مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ، وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ، وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (طٰہٰ آیت نمبر ۵۵)

سورۃ الزخرف میں فرمایا: وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ. (آیت نمبر ۱۱) اس سے پہلے اَنْبَاتُ الْاَشْيَآءِ مِنَ الْاَرْض کا ذکر ہے۔

(ف) کافر یہ کہتے تھے کہ جو انسان مر جاتا ہے وہ اسی بدن اور اسی شکل کے ساتھ دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا، انکی عقل میں یہ بات نہ آئی تھی، قرآن کریم نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا:۔

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ بَلٰى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا

اس کافر کا یہ خیال تھا کہ وہ ہرگز نہ لوٹے گا (زندہ نہ ہوگا) کیوں نہیں ضرور لوٹے گا اس کا رب اس کو دیکھنے والا ہے۔ (انشقاق آیت نمبر ۱۴ اور ۱۵)

حُوْرَ کا معنی لوٹنا: ایک آدمی جا رہا ہے اسے آپ کہتے ہیں لوٹ آ، تو جانے والا اسی حالت میں لوٹے گا۔ یہی بات کافروں کے ہاں ناممکن تھی اس لئے لَنْ يَّحُوْرَ کہا۔ (تفسیر ابن جریر سورۃ انشقاق)

(ف) قبر میں سے زندہ نکلے گا۔ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا۔ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ۔

حیات بعد الموت کے عقیدہ کے مشاہدات

قرآن عزیز نے **حیات بعد الموت** کے عقیدہ کو اس دنیا میں بھی بعض دفعہ عملی شکل دے کر سمجھایا ہے، جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اس کیفیت کو سمجھنے کے لئے دربار خداوندی میں درخواست کی کہ کس کیفیت سے اموات زندہ ہوں گے (کیا وہی بدن زندہ کیا جائے گا یا دوسرا بدن ملے گا یا روح کو زندگی عطا ہوگی) تو قرآن عزیز نے ارشاد فرمایا کہ ان کو یہ حکم دیا گیا:۔

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَّاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ٥ (البقرہ آیت نمبر ۲۶۰)

اچھا تو تم چار پرندے پکڑ لو پھر ان کو پال کر اپنے لئے ہلا (سکھا) لو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھ دو اور پھر ان سب کو بلاؤ اور دیکھو تمہارے پاس سب دوڑتے چلے آئیں گے اور خوب یقین کر لو اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں۔

(ف) چونکہ انسان بھی چار عناصر سے مرکب ہے اس لئے شاید چار پرندوں کا حکم فرمایا اور انسان کو پرندوں کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ بدن مٹی کا ہے مگر روح آسمانی ہے جیسا کہ پرندہ اڑتا تو ہوا میں ہے مگر آب و دانہ زمین سے لیتا ہے (واللہ اعلم)

اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کو اس امر کا مشاہدہ کراتے ہوئے فرمایا:۔

فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْماً اَوْبَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْماً فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ (سورہ بقرہ نمبر ۲۵۹)

سو اللہ تعالیٰ نے اس (عزیر علیہ السلام) کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اسکو زندہ کر کے اٹھایا اور پھر پوچھا کہ تو کتنے دنوں اس حالت میں رہا حضرت عزیر علیہ السلام نے جواب دیا ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس تک رہا ہے، تو اپنے کھانے کی اور پینے کی چیز کو دیکھ لے کہ نہیں گلی سڑی اور اپنے گدھے کی طرف نظر کر اور تاکہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنادیں اور اس گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کر ہم اس کو کس طرح ترتیب دیئے دیتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں، پھر جب یہ کیفیت اس شخص کو واضح ہو گئی تو کہہ اٹھا کہ بے شک میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل کا ایک واقعہ ذکر فرمایا کہ جب ان میں ایک آدمی قتل ہو گیا اور وہ بارہ فرقے ایک دوسرے کے ذمہ لگاتے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم ان کو سنایا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں اور اس گائے کا ایک ٹکڑا لے کر اس مردہ کو ماردیں یہ قاتل کا نام بتادے

گا، چنانچہ انہوں نے کچھ دیر بعد اس پر عمل کیا، جونہی مردہ گائے کا ایک حصہ اس مقتول کو مارا تو وہ بول اٹھا، اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ارشاد فرمانے کے ساتھ یہ بھی فرمایا:۔

كَذَالِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥

اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور اب تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لیا کرو۔

(بقرہ نمبر ۷۳)

اس قصہ کے دو نتائج قرآن حکیم نے اس آیت میں ارشاد فرمائے ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح مردوں کو زندہ فرمادے گا اس کو تم بعید نہ سمجھو اور نہ خلاف عقل سمجھو گائے بھی ذبح شدہ مردہ اور وہ انسان بھی مقتول مردہ، مگر مردہ کے بدن کا ایک حصہ جب مردہ پر مارا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اسکو تم مشکل اور محال نہ سمجھو، اور دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں بتاتا رہتا ہے تاکہ تم بات کو سمجھ لو۔

موت کی حقیقت

سب سے بڑی غلطی جو اس عقیدہ کے سمجھنے میں لگ جاتی ہے وہ موت کی حقیقت سے ناواقفیت ہے ظاہر بین یہ سمجھ لیتے ہیں کہ موت اس فنا کا نام ہے جس پر ایک انسان موت کے آنے پر جس طرح صفحہ زمین سے اٹھ جاتا ہے اسی طرح وہ مٹی میں مل کر یا آگ وغیرہ میں جل کر لاشئ اور معدوم محض بن جاتا ہے ، حالانکہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث اور اسلامی عقائد کی رو سے بالکل غلط ہے کیونکہ موت اسی طرح خداوند قدوس کا ایک امر ہے ، جیسا کہ "حیات" اللہ کا امر ہے

حیات اور موت دو مستقل حقیقتیں ہیں، ارشاد فرمایا :۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ (الملک آیت نمبر ۲)

اللہ تعالیٰ نے موت اور حیات کو پیدا فرمایا۔

یعنی موت بھی ایک وجودی حقیقت ہے جیسا کہ پیدائش اور حیات ایک وجودی صفت ہے، فقہ حنفی کی مستند کتاب "درمختار" میں فرمایا۔

وَالْمَوْتُ صِفَةٌ وُجُوْدِیَّةٌ خُلِقَتْ ضِدُّ الْحَیٰوةِ۔

اور موت بھی ایک وجودی صفت ہے جو حیات کی ضد کے طور پر پیدا کی گئی ہے۔

یہ فنا کا نام نہیں بلکہ دوسرے جہان کے لئے تیاری کا زمانہ اور مکان ہوتا ہے اس لئے موت کو ولادت ثانیہ (دوسری پیدائش) کہا جاتا ہے۔

(مرقاۃ ج نمبر ا ص ۱۷۶)

اسی وجہ سے عرف عام میں موت پر انتقال کا لفظ بھی بولا جاتا ہے، موت کے بعد انسان معدوم محض اور لاشئ نہیں ہوجاتا بلکہ وہ ایک دوسرے جہاں کو منتقل ہوجاتا ہے اور وہاں کے مطابق اسے حیات حاصل ہوجاتی ہے ،ارشاد قرآنی ہے :۔

(۱) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ (آل عمران نمبر ۱۸۵)

ہر جی موت کو چکھنے والا ہے

(۲) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ (العنکبوت نمبر ۵۷)

ہر جی موت کو چکھنے والا ہے پھر ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ان ارشادات کی روشنی میں واضح ہے کہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جاتا ہے ، موت کے وقت اگرچہ انسانی بدن سے روح نکل جاتا ہے

مگر روح کا تعلق اس بدن کے ساتھ رہتا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"انسان کا بدن روح کا مکان نہیں کہ بدن کے فنا سے روح بھی فنا ہو جائے بلکہ بدن کی اس ہیئت کے بدل جانے کے بعد بھی روح کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے"

(جواہر الغوالی صفحہ ۲۶)

اس کی مثال میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سورج زمین سے کئی کروڑ میل کے فاصلے پر ہے مگر سورج کی گرمی اور روشنی زمین پر اثر انداز ہوتی ہے۔

(ف) بظاہر انسان کے بدن میں ایک ہی روح سمجھا جاتا ہے حالانکہ روح کی کئی اقسام ہیں جن میں سریانی اور طریانی تو مشہور ہیں۔ اس کی واضح مثال یوں سمجھ لی جائے کہ جب انسان سو جاتا ہے تو اسکے بدن کا ایک روح تو کائنات کی سیر کرتا ہے اور بدن سے گویا نکل جاتا ہے مگر دوسرا روح اسکے بدن میں رہتا ہے، چنانچہ ارشاد قرآنی میں نیند اور موت کو یکجا بیان کرتے ہوئے فرمایا :۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَا مِھَافَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰیٓ اِلٰیٓ اَجَلٍ مُّسَمًّی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ O (الزمر آیت نمبر ۴۲)

اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا ،اور جو نہیں مریں انکو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں

لوگوں کو جو دھیان کریں۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

(فائدہ) ملا علی قاری حنفی نے فقہ اکبر کی شرح میں فرمایا ہے کہ :۔

روح کا تعلق انسان کے بدن کے ساتھ پانچ قسم پر ہے اور ان تعلقات کے احکام بھی الگ الگ ہیں،

پہلی قسم کا تعلق تو بدن کے ساتھ اس وقت ہوتا ہے جب انسان ماں کے رحم میں ہوتا ہے (پانی کی بوند سے لیکر پوری تخلیق تک) اگر روح کا تعلق نہ ہو تو وہ پانی کی بوند کس طرح کامل انسان بن سکتی ہے،

دوسری قسم کا تعلق ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے بعد کا ہے جس کی وجہ سے چھ دن بدن بڑھتا رہتا ہے،

تیسری قسم کا تعلق نیند میں ہوتا ہے ،ایک جہت سے تو تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے اور ایک جہت سے بدن سے الگ رہتا ہے،

چوتھی قسم کا تعلق برزخ میں ہوتا ہے کہ اگرچہ روح بدن سے جدا ہو جاتا ہے مگر یہ انقطاع کلی نہیں ہوتا کہ بدن بالکل بلا روح کے رہے بلکہ روح کا اس بدن پر درود گاہ بگاہ رہتا ہے ، مثلاً جب سلام کہنے والا سلام کہتا ہے تو اس کا جواب دینے کے لئے روح کا اعادہ کر دیا جاتا ہے، یا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اس کو دفن کرنے والے جب واپس ہوتے ہیں تو ان کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتا ہے ،مگر اس اعادہ سے پورے بدن کی حیات قیامت سے پہلے نہیں ہو سکے گی اور

پانچویں قسم کا تعلق اس دن ہو گا جبکہ اجساد اور اجسام کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور یہ کامل تعلق رہے گا کیونکہ اس تعلق کے بعد نہ تو نیند آئے گی اور نہ ہی موت آئے گی اور نہ ہی بدن پر امراض وغیرہ کا اثر ہو گا۔

(از شرح عقیدہ طحاوی صفحہ ۳۹۹)

(فـــــ) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ' سے بغوی نے نقل کیا ہے کہ نیند میں روح نکل جاتی ہے، مگر اسکا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل ہونے نہیں پاتی (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے لیکن تعلق کا انقطاع ویسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے" (حاشیہ تفسیر عثمانی)

چنانچہ علمأ اہل السنۃ والجماعۃ فرماتے ہیں کہ اگر ایک بدن میں دو روح مان لئے جائیں تب بھی درست ہے جن میں سے ایک روح تو موت پر جنت یا دوزخ میں جا پہنچا اور دوسرا بدن کے ساتھ ہے جس سے برزخی تواردات اور حالات کا علم ہوتا ہے، اس کی مثال میں حاملہ عورت کو پیش کیا جاسکتا ہے جس کے بدن میں دو روح ہوتے ہیں ایک کا تعلق تو اس کے اپنے بدن کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک روح کا تعلق اس حمل کے ساتھ ہوتا ہے جو اسکے پیٹ میں ہے مگر بظاہر ایک ہی روح نظر آتی ہے، ہمارے سمجھنے کے لئے بقدر ضرورت یہی کافی ہے، وضاحت کے لئے حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر مگر جامع رسالہ الفتوح مما یتعلق بالروح اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر مگر جامع رسالہ الروح فی القرآن کا مطالعہ مفید ہے تفصیل کے لئے علامہ ابن القیم کی کتاب الروح کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

وَلَاتَقُوْلُوْالِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ
وَّلٰكِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ ۔ (بقرہ آیت نمبر ۱۵۴)

اور مت کہو ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں
کہ وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں ہے۔

ہو سکتا تھا کہ کوئی عقل خام کا پجاری یہ کہہ دیتا کہ چونکہ انکے کارنامے زندہ ہیں اسلئے انکو احتراماً مردہ نہ کہا جائے اس لئے علیم وخبیر خداوند تعالیٰ نے اس کی پوری وضاحت کرتے ہوئے پر فرمایا:۔

وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْافِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ
اَحْيَاءٌ عِنْدَرَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ٥ فَرِحِيْنَ بِمَآاٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ
فَضْلِهٖ۔

اور تو ہر گز نہ سمجھ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے
گئے کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں ان
کورزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں اس انعام پر جو ان
کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اپنے فضل سے۔ (آل عمران ۱۶۹)

پہلی آیت میں مضارع کا صیغہ ارشاد فرمایا جو حال واستقبال کے لئے آتا ہے اور دوسری میں ماضی کا صیغہ ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی لَاتَحْسَبَنَّ کا صیغہ فرمایا جو نون ثقیلہ کے ساتھ مؤکد ہے یعنی ہر گز یہ خیال بھی نہ کرنا کہ شہید فی سبیل اللہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور ان کو خوراک دی جاتی ہے۔

آخری دور کے محقق امام اہل حدیث علامہ شوکانی یمنی (م ۱۲۵۰ھ) نے شہیدوں کے رزق کے بارے میں فرمایا،

المرادبالرزق المعروف فی العادات کما ذھب الیه

جمہور السلف (تفسیر فتح القدیر)

اس رزق سے مراد کوئی روحانی رزق نہیں بلکہ وہی خوراک
اور رزق ہے جو عادت کے طور پر معروف و مشہور ہے اور یہی
جمہور علمائے سلف کا قول ہے۔

اور یہ حیات اور رزق اور بہترین رہائش کی جگہ صرف شہیدوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جس نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دی، دین کے لئے زندہ رہا، دین کی راہ میں مرا، اس کو بھی یہ حیات اور رزق حاصل ہے ، ارشاد قرآنی ہے :۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْمَاتُوْا
لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقاً حَسَناً وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ
لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلاً يَّرْضَوْنَهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ O
(الحج آیت نمبر ۵۸،۵۹)

اور جو لوگ گھر چھوڑ آئے اللہ کی راہ میں پھر مارے گئے یا مر
گئے البتہ ان کو دے گا اللہ روزی خاصی اور اللہ ہے سب سے
بہتر روزی دینے والا البتہ پہنچائے گا ان کو ایسی جگہ جس کو وہ
پسند کریں گے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے تحمل والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجر فی سبیل اللہ کی موت طبعی یا بطور شہادت کو اپنے ہاں مقبولیت اور مغفرت کا ذریعہ فرمایا کہ ان کو موت کے بعد "رزق حسناً" دیا جاتا ہے، اور ان کو ایسی جگہ داخل کیا جائے گا جس کو وہ پسند کریں گے اس سے مراد قبر ہی ہے۔

(ف) اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دینے کی خبر کو مؤکد "بہ لام

تاکید "اور مؤکد "بانون ثقیلہ "فرمایا ہے یعنی ضرور اللہ تعالیٰ ان کو رزق بھی دے گا اور پسندیدہ جگہ بھی دیگا یعنی اس جہاں سے جاتے ہی ان کو جنت عطا کر دی جائیگی جیسا کہ سیدِ دوعالم ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو جنگ موتہ میں شہید کر دیئے گئے کو دیکھ کر فرمایا :۔

رایت جعفریطیر بجناحیه فی الجنة (ترمذی شریف)

میں نے دیکھا کہ جعفر اپنے دونوں پروں کے ساتھ جنت میں اڑ رہا ہے

اس کی تشریح میں قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "جعفر طیار اپنے بدن کے ساتھ اڑ رہے تھے "(کوکبِ دری جلد دوم ص ۳۱۵)

اسی مشاہدۂ سیدِ دوعالم ﷺ کو امام جلال الدین سیوطیؒ نے پوری تفصیل کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں روایت فرمایا ہے :۔

ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے قریب ہی اسماءؓ بنت عمیس بیٹھی تھیں کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا "وعلیکم السلام "پھر حضرت اسماءؓ سے فرمایا اگرچہ بظاہر کوئی سلام دینے والا تجھے نظر نہیں آتا مگر بات یہ ہے کہ ابھی حضرت "جعفرؓ "جبرائیل "اور میکائیلؑ کے ہمراہ یہاں سے گزرے اور ہم کو سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا، جعفر نے مجھے سلام کرنے کے بعد اپنا سارا واقعہ سنایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کے بدلے میں دو پر عطا فرمائے ہیں جن کے ساتھ میں جنت میں جہاں چاہتا ہوں جاتا ہوں اور جو چاہوں اس کے پھلوں سے کھاتا ہوں، اسماءؓ نے کہا پھر

تو جعفر کتنا خوش نصیب ہے مگر میں خیال کرتی ہوں کہ لوگ
شائد اس بات کو نہ مانیں تو اگر آپ جلسہ عام میں فرمائیں
تو بہتر رہے گا، چنانچہ جناب رسول کریم ﷺ تشریف لائے
اور ممبر پر رونق افروز ہو کر سارا واقعہ بیان فرمایا"
(شرح الصدور ص ۱۰۲)

اسی طرح بعض شہدا کی برزخی زندگی اور انکے دربار خداوندی میں مقبول ہونے کے حالات کو بھی مخبر صادق جناب سید دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"حضرت عبداللہ (شہید احد) رضی اللہ عنہ کے بیٹے جابر
ؓ فرماتے ہیں کہ اپنے والد ماجد کی شہادت پر مجھ سے ایک دن
سید دوعالم ﷺ نے اسقدر حزن وملال کا سبب پوچھا تو
میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیک وسلم
میرے والد ماجد شہید ہو گئے اور کافی کنبہ اور قرض چھوڑ گئے
ہیں اس لئے میں پریشان رہتا ہوں، تو حضور انور ﷺ نے
فرمایا: ماکلم اللّٰہ احدًا الامن وراء حجابه واحیی
اباك فكلمهٗ كفاحاً (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے کسی کے ساتھ
بھی بالمشافہ بات چیت نہیں کی مگر تیرے باپ کو زندہ فرما کر
اس کے ساتھ بالمشافہ (روبرو) بات فرمائی اور اس سے فرمایا تو
کیا چاہتا ہے تو تیرے باپ نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں
مجھے دنیا میں زندہ بھیج دیا جائے تاکہ دوبارہ شہادت سے
سرفراز ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے پہلے فیصلہ
فرمادیا ہے کہ یہاں آنے والے واپس دنیا میں نہ جائیں گے"۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے فرمایا کہ :۔

"اگرچہ یہ انعام واکرام غزوہ احد کے سب شہدأ کو عطا ہوا تھا
مگر سب سے پہلے حضرت عبداللہ کو یہ شرف عطا ہوا۔
(کوکب دری جلد دوم ص ۲۰۴)

اسی طرح بعض اموات کے بدنوں کا سلامت رہنا صحابہ کرام کے علاوہ دوسرے بعض سعادتمندوں کو بھی حاصل ہوا، چند تاریخی واقعات نقل کئے جاتے ہیں :۔

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں نجران کے ایک آدمی نے ایک کھنڈر کھودا تو دیوار کے نیچے ایک مردہ نوجوان بیٹھا ہوا پایا جس نے اپنی کنپٹی پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور ایک انگلی میں انگشتری بھی تھی جس پر اَللّٰهُ رَبِّی لکھا ہوا تھا، نجران کے لوگوں نے یہ سارا واقعہ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں لکھ بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نوجوان کو اس حال پر رکھا جائے۔

(ف) اس نوجوان کا نام عبداللہ التامر تھا، اور یہ ان نوجوانوں میں تھا جو اصحاب الاخدود کا شکار ہوئے تھے، جن کا ذکر سورۃ البروج میں ہے۔

(۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب میدان احد میں زیرزمین نہر کھودی گئی تو :۔

(الف) حضرت عبداللہ بن عمر اور عمرو بن جموح کی نعش بالکل سلامت اسی طرح نکلی کہ زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا جب ہاتھ ہٹایا گیا تو خون بہہ نکلا اور تھوڑی دیر بعد ہاتھ وہاں جاکر چپک گیا، (ب) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ نہر کھودنے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا کہ

اپنے اپنے شہدا کو یہاں سے ہٹالیا جائے، تو جن لوگوں نے اپنے رشتہ داروں کی قبروں کو کھود کر وہاں سے نکالا وہ سارے کے سارے ایسے تھے جیسا کہ ابھی غسل دیا گیا ہو، ان کے بدنوں سے پانی نچڑ رہا تھا، ایک شہید کے پاؤں پر غلطی سے کدال لگ گیا تو اس سے تازہ خون بہہ نکلا۔

(المصنف جزء ۳ ص ۵۴۷۔ وفأ الوفأ ج ۲ ص ۱۱۷)

ابو سعید نے فرمایا کہ اب کوئی منکر حیات شہدا اسکا انکار نہ کر سکے گا۔

(۳) مشہور محدث، مفسر، مؤرخ اسلام علامہ ابن الجوزیؒ نے اپنی مقبول اور مشہور ترین کتاب المنتظم میں کئی نادر واقعات کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے صرف دو درج کئے جاتے ہیں۔

(الف) محمد بن یحیٰ ایک شخص فوت ہو گیا اس کو دفن کر دیا گیا رات کو کفن چوروں نے اسکی قبر کھودی تو وہ اچانک بیٹھ گیا اور دوڑتا ہوا گھر آپہنچا کافی زمانہ زندہ رہا اس کو حامل کفنہ کہا جاتا تھا۔ (یعنی وہ آدمی جو اپنا کفن اٹھا کر لے آیا)

(ب) اسی طرح ایک آدمی کے دفن کے بعد جب کفن چوروں نے اسکی قبر کھودی تو وہ زندہ ہو کر بھاگ آیا پھر کافی زمانہ زندہ رہا اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی دیا جس کا نام مالک تھا۔ (ج ۶ ص ۱۱۴)

(۴) دلائل الخیرات کے مرتب حضرت مولانا محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۸۰۰ھ میں سو برس کی عمر میں ہوا مگر ستر (۷۰) سال بعد انکی میت کو مراکش لے جانے کے لئے جب قبر کو کھودا گیا تو بدن اور کفن بالکل صحیح وسالم تھا۔

(مکاتیب شیخ الاسلام ج ۲ ص ۲۳۱)

(۵) گجرات کے ایک ولی اللہ صالح خانجیو صدیقی کو گجرات کے ظالم حاکم نے پھانسی کا حکم دیا جونہی آپ کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا گیا آپ نے کلمہ شہادت

پڑھنا شروع کیا آپ کا بدن زمین سے اٹھایا گیا اور روح پرواز کر گئی مگر جب پھندا نرم ہونے کے بعد بدن زمین پر آگا تو آپ کے بدن میں روح کا اعادہ ہوا اور آپ نے کلمہ شہادت کا باقی حصہ بھی پڑھ لیا۔ (نزہۃ الخواطر، ج ۴ ص ۱۰۲)

(۲) مندرجہ ذیل واقعہ سب سے زیادہ عجیب اور قرآنی فیصلے کی تصدیق ہے، کیوں کہ یہ واقعہ ہمارے اسی زمانہ کا ہے اور اسکے عینی گواہ جناب سید لطافت حسین صاحب کے الفاظ میں ہے:۔

"دریائے دجلہ کے کنارے سیدنا حضرت عبداللہ بن جابر اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنھما کے مزارات ہیں، دریا مزارات کو کاٹتا ہوا بالکل ان مزارات کی جڑ میں پہنچ گیا اور خیال تھا کہ چند روز میں یہ مزارات مقدسہ دریابرد ہو جائیں گے، اس واسطے حکومت عراق نے تجویز کیا کہ ان اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک نعشیں قبور سے کھود کر حضرت سلمان فارسیؓ کے احاطہ میں دفن کر دی جائیں مجھ کو خبر ذرا دیر سے ملی لیکن الحمدللہ ان اصحاب کبار کے جنازوں میں شرکت اور کندھا دینے کا موقع اچھی طرح مل گیا، تقریباً آٹھ دس ہزار آدمی تھے میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں کہاں میں سیاہ کار اور کہاں یہ اصحاب کبار رسول اللہ ﷺ کے جنازوں کی شرکت، جو سماں اس وقت تھا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے لیکن اس واقعہ نے میرے دل میں ایک گونہ تسکین پیدا کر دی اللہ کریم بحرمت ان بزرگوں کے ہم سب کی عاقبت بخیر فرمائے، جس وقت ان اصحاب کے

جنازے حضرت سیدنا سلمان فارسیؓ کی قبر شریف کے سامنے
رکھے گئے ایک ضعیف قاری نے سورۃ الانبیا کا رکوع "اِنَّ
الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِنَّا الْحُسْنٰی" بڑی رقت سے
پڑھنا شروع کیا، قرأت کی موزونیت، قبر سے نکلے ہوئے
جنازوں کی موجودگی، اور خلق کی آہ و بکا نے قیامت کا نمونہ برپا
کر دیا تھا اکثر آدمی روتے روتے بے ہوش ہو گئے نعشیں تیرہ
سو برس گزرنے کے بعد بھی سالم تھیں، کفن ہاتھ لگانے سے
بوسیدہ تھا، ایک صاحب کی داڑھی سفید تھی اور ایک کی سیاہ"
(صدق، لکھنؤ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۴ء)

(ف) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ. ہم ان کو دکھائیں گے اپنی نشانیاں اطراف عالم میں۔ (حم السجدہ نمبر ۵۳)

(ف) ان دونوں سعاد تمندوں کا مختصر سا حال درج ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ

آپ کے والد کا نام حسیل اور لقب یمان ہے آپ کی کنیت ابو عبد اللہ العبنی ہے، صاحب بر (رسول اللہ ﷺ کے راز دار) صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے گزشتہ اور آئندہ قیامت تک ہونے والے تمام واقعات بیان فرمائے ہیں، (صحیح مسلم) اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی پیروی فرماتے، اگر وہ ان کی نماز جنازہ میں شرکت فرماتے تو آپ بھی تشریف لے جاتے ورنہ آپ بھی شرکت نہ فرماتے، آپ سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ وغیر ہم اور بہت سے

صحابہ کرامؓ و تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین روایت کرتے ہیں، اور آپ کو کاتب نبی ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ۳۵ھ اور بقول بعض ۳۶ھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چالیس رات بعد وفات پائی اور آپ کا مزار مبارک دریائے دجلہ کے کنارے ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ

کنیت ابو عبد اللہ ہے، انصاری سلمی اور مشاہیر صحابہ میں سے ہیں، کثرت سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر سمیت کل اٹھارہ (۱۸) معرکوں اور غزوات میں حصہ لیا، شام اور مصر بھی تشریف لے گئے، اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی ۷۴ھ میں بعمر ۹۴ برس وفات پائی، آپ سے بہت سی مخلوق نے روایت کی ہے، آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد (۱۵۴۰) ہے، متفق علیہ ۶۰، صحیح بخاری ۲۶، صحیح مسلم ۱۲۶، ہیں، آپ کا مزار مبارک دریائے دجلہ کے کنارے حضرت حذیفہؓ کے مزار کے قریب ہے

حیات بعد الموت کی تصدیق کا ایک عجیب واقعہ

اسود عنسی جھوٹے نبی نے ابو مسلم خولانی سے یہ کہا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ تو ابو مسلم نے کہا کہ میں تیری بات نہیں سن رہا پھر اسود عنسی نے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (ﷺ) تو ابو مسلم خولانی نے کہا کہ بے شک میں سید دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتا ہوں، تو اسود عنسی کے حکم سے آگ جلائی گئی اور اس آگ میں ابو مسلم خولانی کو ڈال دیا گیا مگر لوگوں نے دیکھا کہ ابو مسلم زندہ ہے اور نماز پڑھ رہا ہے اور وہ آگ ٹھنڈی ہو چکی ہے۔

امام الانبیاءؐ سید دوعالم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ابو مسلم مدینہ منورہ آیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے اسکو اپنے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھا کر یوں فرمایا:۔

الحمدللّٰه الذی لم یمتنی حتی ارانی فی امة محمد ﷺ من فعل به کما فعل بابراهیم علیه السلام۔

اس اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے جس نے مجھے اپنی زندگی میں حضور ﷺ کا ایک ایسا امتی دکھادیا جس پر اللہ تعالیٰ نے وہی فضل فرمایا جو ابراھیم علیہ السلام پر فرمایا تھا۔

(کتاب النبوات از ابن تیمیہ مطبوعہ مصر ۱۳۴۶ھ ص ۲۶۵)

میت کا بعض واقعات کی اطلاع دینا

علامہ ابن القیم نے ایسے کئی واقعات ذکر کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کبھی کبھی افہام و تفہیم بھی کر دیتے جیسا کہ :۔

(۱) حضرت صعبؓ کی وفات کے بعد حضرت عوف نے ان کو خواب میں دیکھا تو دوسری باتوں کے علاوہ حضرت صعبؓ نے ان سے فرمایا کہ میں نے فلاں یہودی سے دس دینار قرض لئے تھے وہ فلاں جگہ پڑے ہیں وہ اس کو دے دیں، نیز میری بیٹی چھ دن کے بعد مر جائے گی، چنانچہ حضرت عوفؓ نے اس جگہ سے دس دینار لیکر ادا کر دئے اور واقعی انکی بیٹی چھ دن کے بعد فوت ہو گئی،

(۲) حضرت ثابت بن قیسؓ کی شہادت کے بعد کسی نے انکی زرہ اتار کر ایک پوشیدہ جگہ پر رکھ دی، حضرت ثابتؓ ادھر تو ایک آدمی کو خواب میں آئے کہ جا کر حضرت خالد سے کہہ دے کہ میری زرہ فلاں آدمی نے فلاں جگہ چھپا رکھی

ہے وہاں سے لے لیں اور ادھر حضرت صدیق اکبرؓ کو خواب میں آئے کہ مجھ پر جتنا قرض ہے میرے مال سے ادا کر دیجئے نیز میر افلاں غلام بھی آزاد کر دیجئے۔

چنانچہ ان دونوں جلیل القدر صحابیوں نے (حضرت خالدؓ، حضرت صدیق اکبرؓ) ان کی اس اطلاع کو درست سمجھ کر اس پر عمل فرمایا اور وہ سب باتیں درست نکلیں، یہ واقعہ سب صحابہ کرامؓ کے سامنے کا ہے کسی نے اس پر انکار نہیں کیا تو گویا یہ اجماع بن گیا۔ (کتاب الروح و شرح الصدور)

مزارات اہل اللہ سے فیض باطنی

جیسا کہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ موت کے بعد بھی میّت کے بدن کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ ادراک اور سماع رکھتا ہے اس لیے جب کوئی صاحب دل کسی اللہ کے برگزیدہ بندے کی قبر پر مراقب ہو تا ہے تو صاحب قبر سے اکتسابِ فیض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہو جاتا ہے، مشہور فلسفی اور مفسر امام رازیؒ نے اپنی کتاب "الکتاب العالیہ" میں زیارت قبور کے فوائد میں فرمایا :۔

"جب کوئی انسان کسی کی قبر پر جاتا ہے اور کچھ دیر ٹھہرتا ہے تو اس صاحب قبر میں اور اس زیارت کرنے والے میں ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے، اسکی مثال یوں سمجھ لیجئے جیسا کہ ایک آئینہ دوسرے آئینے کے سامنے ہو اب ایک کا فیض دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے اگر میت زائر سے زیادہ قوی ہے تو اس کا فیض زائر پر اثر انداز ہوتا ہے اور اگر زیارت کرنے والا قوی ہے تو اس کی برکات سے میّت کو فائدہ

پہنچتا ہے" (السیف الصقیل ص ۱۲۹)

قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز سے پوچھا گیا کہ بعض صوفی قبور اولیأ پر چشم بند کر کے بیٹھتے ہیں اور سورۂ الم نشرح لک پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض ہوتا ہے۔

جواب۔ اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹۶)

(فٓ) معلوم ہوا کہ شہدأ کے بغیر بھی دوسرے بعض سعادتمندوں کے بدن سلامت رہتے ہیں مٹی ان پر اثر نہیں کر سکتی جیسا کہ :۔

"حافظِ قرآن عزیز، اذان کہنے والا، عالم باعمل، جس کی شکل میں سید دوعالم ﷺ کسی کو خواب میں نظر آئیں"

(فٓ) بعض اموات کے متعلق روایات میں ہے کہ وہ اذان اور اقامت کہتے ہیں نماز پڑھتے ہیں، قرآن عزیز کی تلاوت کرتے ہیں، حج کے لئے بھی جاتے ہیں (فیض الباری شرح بخاری ج۱، ص ۸۳، از علامہ انور شاہ مرتبہ مولانا بدر عالم میرٹھیؒ)

جب امت کے بدن سلامت رکھے جاسکتے ہیں تو سید الانبیأ ﷺ کے جسد اطہر کو کس طرح مٹی کے حوالہ کیا جاسکتا ہے، آپؐ کا ارشادِ عالی اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَالْاَنبِیَاءِ بالکل صحیح ہے۔

توجب بدن سلامت رہے تو روح تو سب کی سلامت رہتی ہے زندگی روح اور بدن کی سلامتی اور انکے باہمی تعلق کا ہی تو نام ہے۔

(ف) قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے فرمایا روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۸۳)

بعض اموات کے معمولات قبر میں

جب یہ بات اسلامی تعلیمات سے ثابت ہو گئی کہ مرنے کے بعد قبر میں بدن کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے اور اسے برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے اس برزخی زندگی میں بھی میت وہ نیک اعمال کرتا رہتا ہے جو اس کو دنیا میں پسند اور مرغوب تھے کیونکہ اہل جنت کے لئے خداوند قدوس کا یہ ارشاد ہے،

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ .

اور تم کو ملے گا اس جنت میں جو تمہارے دل چاہیں گے اور تم
کو وہ بھی ملے گا جو تم مانگو گے۔ (سورۃ حم السجدہ آیت نمبر ۳۱)

اگرچہ اس رحمت اور مہربانی کا کامل ظہور تو قیامت کے دن ہوگا مگر چونکہ قبر بھی قیامت کی پہلی منزل ہے اس لئے یہاں بھی اس کے پرتو کا ظہور رہتا ہے،

اسی طرح بعض احادیث میں آتا ہے کہ جس مسلمان کو قرآن مجید کی تلاوت کی عادت ہوتی ہے اس کو قبر میں مصحف شریف دیا جاتا ہے تاکہ وہ تلاوت کرے۔ البتہ اتنی بات ہے کہ دنیا میں ہم عبادات کے مکلّف ہوتے ہیں اور برزخی زندگی میں مکلّف نہیں رہتے بلکہ اپنی دلی محبت اور پسندیدگی کی وجہ سے ان عبادات اور معمولات کو کرتے رہتے ہیں۔

جیساکہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے سفر میں ایک جگہ اپنا خیمہ لگایا تو زمین سے سورۃ ملک پڑھنے کی آواز آتی رہی، واپسی پر سید دو عالم ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا، ھی الناجیۃ ھی المنجیۃ (مشکوۃ)

(ف) منکرین حیات اکثر حافظ ابن تیمیہ کا حوالہ دیتے ہیں، حالانکہ حافظؒ اکثر عقائد میں ان کے خلاف ہیں، آل الشیخ میں سے علامہ شیخ عبداللطیفؒ نے ایک کتاب "مصباح الظلام" میں فرمایا ہے کہ :۔

جب اکثر اموات کی قبروں سے قرآن کی آواز سنی جاتی ہے
تو حضور انور ﷺ کی قبر انور سے کیوں بعید سمجھا جائے گا؟
(کتاب مذکور ص ۲۹۳)

شیخ مرید کو نافرمانی پر بیعت سے نکال سکتا ہے

اگر مرید اور سالک اپنے شیخ کی نصیحت اور تربیت سے سر تابی کرے تو شیخ کو لازم ہے کہ اسکا بوجھ اپنے کندھوں سے اتارتے ہوئے اسکو اپنی بیعت سے نکال دے جیسا کہ قطب العالم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ العزیز نے اپنے ایک مرید مولانا صبغۃ اللہ صاحب کو ابو الاعلیٰ مودودی کا پیرو ہونے کی وجہ سے بیعت سے خارج کر دیا تھا آپ نے ایک مکتوب میں فرمایا :۔

"مولوی صبغۃ اللہ صاحب سے میں تعلق ان کے مودودی ہونے کی وجہ سے منقطع کر چکا ہوں"۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۴، ص ۳۳۱)

حضرت قدس سرہٗ العزیز کی اس تنبیہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مولوی صبغۃ اللہ صاحب کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے مودودیت سے توبہ کرلی

فانی جہان سے باقی جہان کو روانگی

یہ بات شرعاً اور عقلاً اور مشاہدۃً بالکل حقیقت ہے کہ ہر انسان پر اس کی عمر طبعی کامل ہونے پر موت آجاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر شدہ وقت پر وفات پا جاتا ہے، مگر جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ یہ موت عدم محض یا بالکل ملیا میٹ ہونے کا نام نہیں بلکہ یہ وفات کہلائی جاتی ہے اور اس کو انتقال بھی کہا جاتا ہے یعنی اس دنیاوی زندگی کو چھوڑ کر دوسری زندگی کی طرف منتقل ہو جانا ہے شاید یہی حکمت ہے کہ قرآن حکیم نے وفات اور موت کے ساتھ ایک اور جہان کی طرف لوٹائے جانے کا ارشاد فرمایا ہے یعنی وفات کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ مرنے والا اب ختم ہو گیا بلکہ وہ تو اپنی دوسری منزل کی طرف لوٹ گیا یا لوٹایا گیا جیسا کہ ارشادِ قرآنی ہے :۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○

کس طرح منکر ہوتے ہو خدا تعالیٰ سے حالانکہ تم بے جان تھے پھر زندہ کیا تم کو پھر مارے گا تم کو پھر زندہ کرے گا تم کو پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (البقرہ آیت نمبر ۲۸)

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَّاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ○ (الانبیاء نمبر ۳۵)

ہر جی کو چکھنی ہے موت اور ہم تم کو جانچتے ہیں برائی سے اور بھلائی سے آزمانے کو اور ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ○

بے شک ہماری طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے اور پھر ہم پر ان
کا حساب لینا ہے۔(الغاشیہ نمبر ۲۵، ۲۶)

قُلْ يَتَوَفّٰكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
تُرْجَعُوْنَ۔ (الم السجدہ نمبر ۱۱)

آپ فرما دیجئے تم کو وفات دے گا موت کا وہ فرشتہ جو تم
پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ O

پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے
اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔(یٰسٓ نمبر ۸۳)

قرآن عزیز کی سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت میں یہ بھی
ارشاد فرمایا: اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى (العلق، آیت نمبر ۸)

بیشک تیرے رب کی طرف پھر جانا ہے۔

اس رجوع الی اللہ اور انتقال کا جامع اور مختصر حال قرآن کریم نے یوں ارشاد فرمایا:

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ O وَّظَنَّ اَنَّهُ
الْفِرَاقُ O وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ O اِلٰى رَبِّكَ
يَوْمَئِذِ ۣ الْمَسَاقُ O (القیامہ نمبر ۲۶ تا ۳۰)

ہرگز (اور کوئی بات نہیں) جس وقت جان پہنچے سینہ کی ہنسلی
تک اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا اور وہ سمجھا کہ اب
وقت آیا جدائی کا اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی، تیرے رب کی
طرف ہے اس دن کھینچ کر چلا جانا۔

یعنی اب اس زمین پر چلنا پھرنا تو ختم ہو گیا اب تو اپنے رب کی طرف

چلایا جائیگا، اس سفر کی ابتدا اور آخری منزل کو یوں ارشاد فرمایا :۔

فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ 0 وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ 0 وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ 0 فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ 0 تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ 0 فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ 0 فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ 0 وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ 0 فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ 0 وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ 0 فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ 0 اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ 0

پھر کیوں نہیں جس وقت جان حلق کو پہنچے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو اور ان کے پاس ہیں تم سے زیادہ قریب ہم، پر تم نہیں دیکھتے، پھر کیوں نہیں اگر نہیں تم کسی کے حکم میں تو کیوں نہیں پھیر لیتے اس روح کو اگر تم سچے ہو، پس اگر وہ آدمی ہوا خدا کے مقرب لوگوں میں تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ ہے نعمت کا، اور اگر وہ ہوا داہنے والوں سے تو سلامتی پہنچے تم کو داہنے والوں سے اور جو ہوا جھٹلانے والوں بہکنے والوں سے تو مہمانی ہے جلتا پانی اور ڈالنا آگ میں بے شک یہی بات ہے لائق یقین کے۔

(سورۃ الواقعہ آیت نمبر ۸۲ تا ۹۵)

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی تفسیر میں فرمایا :۔

"یعنی تم ایک منٹ کے لئے نہیں روک سکتے اس کو اپنے

ٹھکانے پر پہنچنا ضروری ہے اگر وہ مردہ مقربین میں سے ہوگا
تو اعلیٰ درجہ کی روحانی اور جسمانی راحت و عیش کے سامانوں
میں پہنچ جائے گا اور اگر اصحاب یمین میں سے ہو اتب بھی کچھ
کھٹکا نہیں۔۔۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں یعنی خاطر جمع رکھ
ان کی طرف سے یا یہ مطلب ہے کہ اصحاب یمین کی طرف
سے اسکو سلام پہنچے گا یا اس کو کہا جائے گا کہ تیرے لئے آئندہ
سلامتی ہی سلامتی ہے اور تو اصحاب یمین میں شامل ہے
، بعض احادیث میں ہے کہ موت سے پہلے ہی مرنے والے
کو یہ بشارتیں مل جاتی ہیں اور اسی طرح مجرموں کو انکی بدحالی
کی اطلاع دے دی جاتی ہے"

برزخی زندگی کی ابتداء

اب اس زندگی کے خاتمہ پر دوسری زندگی شروع ہوگئی، جس کو قرآن کریم نے برزخی زندگی کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے یعنی اب دنیاوالوں اور ان مسافران آخرت کے درمیان ایک پردہ حائل کردیا گیا ہے ان کے حالات اب یہ نہ دیکھ سکیں گے کبھی کبھی عبرت اور زیادۃِ یقین کے لئے کسی سے پردہ اٹھادیا جائے گا مگر اب پردہ ہی رہے گا، قرآن عزیز کا ارشادِ گرامی ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِO وَاَعُوْذُ
بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَO حَتّٰى اِذَاجَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِO لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ
كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَقَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآءِ هِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ

یبعثونO (المومنون نمبر ۹۷ تا ۱۰۰)

اور کہہ اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان کی چھیڑ سے

اور تیری پناہ چاہتا ہوں اے رب اس سے کہ میرے پاس

آئیں (موت کے وقت) یہاں تک کہ جب پہنچے ان میں سے

کسی کو موت کہے گا اے میرے رب مجھ کو پھر بھیج دو

شاید میں کچھ بھلا کام کر لوں اس میں جو پیچھے چھوڑ آیا ہرگز نہیں

یہ ایک بات ہے کہ وہی کہتا ہے اور ان کے پیچھے پردہ ہے اس

دن تک کہ اٹھائے جائیں۔ (روح المعانی عن عکرمہؓ)

یعنی اب دوسرا جہان شروع ہو گیا ہے وہ تم زندہ لوگوں کو نظر نہیں آئے گا مگر وہاں مستقل اس جہان کے مطابق زندگی شروع ہو جائے گی، جس طرح دیوار یا پردہ کے پیچھے کوئی کام ہوتا ہو تو وہ دوسروں کو نظر نہیں آتا مگر وہ ہوتا ضرور ہے۔

(ف) برزخ کا معنی پردہ اور آڑ ہے دو چیزوں کے درمیان، جیسا کہ سورۃ الرحمٰن میں فرمایا:۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِO

اسی اللہ تعالیٰ نے دو دریا چلائے جو مل کر تو چلتے ہیں مگر ان

دونوں کے درمیان ایک رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے ایک

کا پانی دوسرے میں نہیں چڑھ سکتا۔ (آیت نمبر ۱۹، ۲۰)

اسی طرح سورۃ الفرقان میں فرمایا:۔

وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ

وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا

مَّحْجُوْرًاO

اور وہی اللہ ہے جس نے ملے ہوئے چلائے دو دریا، یہ میٹھا
ہے پیاس بجھانے والا ہے، اور یہ کھاری ہے کڑوا، اور رکھا ان
کے بیچ پردہ اور آڑ رکھی ہوئی۔ (الفرقان نمبر ۵۳)

یہ دوسری زندگی اس کو برزخی زندگی کہا جاتا ہے فوراً شروع ہو جاتی ہے
جیسا کہ محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ العزیز نے فرمایا:۔
"مردن ایں طرف زیستن آں طرف ...... (ترجمہ) یعنی ادھر موت واقع
ہوئی اور ادھر پھر زندہ ہو گیا۔

(ف) حضرت شاہ صاحبؒ کا قصیدہ ہے عنوان عالم برزخ و تشکل اعمال،
عقیدہ حیاتِ قبر احادیث میں کے عنوان میں آرہا ہے۔

برزخ کا معنی وہ پردہ ہے جو دو چیزوں کے درمیان ہو مگر وہ نظر نہ آئے
، جیسا کہ سورج اور سائے کے درمیان پردہ ہوتا ہے،
(مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۲۲۲)

چونکہ میت کے حالات اور قبر کے واقعات دنیا اور قیامت کے درمیان
ایسا پردہ ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے، اس لیئے ان کو برزخ فرمایا ہے۔

عقائد کا سمعی ہونا

اسلامی عقائد سارے کے سارے سمعیات کہلاتے ہیں یعنی توحید باری
تعالٰی، رسالت کونین ﷺ وجملہ انبیأ علیہم السلام اور متعلقات رسالت وحی
، آسمانی کتابیں، فرشتے، تقدیر، قبر کا ثواب اور عذاب قیامت. ان سب
عقائد کا تعلق سمعیات سے ہے یعنی ہم نے سید دو عالم ﷺ سے سن کر قبول کئے

ہمارے اپنے عقل اور فہم وفراست کو اس میں دخل نہیں، یہی حکمت ہے کہ سید دوعالم ﷺ کی تعلیمات کو "سمعیات" کے ساتھ تعبیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا

اے ہمارے رب ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو پکار رہا تھا ایمان کیلئے یوں کہہ کر کہ ایمان لے آؤ اپنے رب پر، پس ہم ایمان لے آئے (آل عمران نمبر ۱۹۳)

اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ کو صرف اپنے عقل ودلائل سے مانتا ہوں تو وہ مسلمان نہیں جب تک یہ نہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اس تعلیم اور ارشاد پر عمل کرتے ہوئے جو نبی کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے...... یہی وجہ ہے کہ علم عقائد کی ہر کتاب یعنی عقائد نسفی سے لیکر تمام کتب عقائد میں السمعیات کو ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی جو عقیدہ سید دوعالم ﷺ نے فرمایا اس کو ماننا ضروری ہے اپنے ناقص علم اور تجربے اور مشاہدہ کو ایمان کی بنیاد نہ سمجھنا چاہیے، جیسا کہ بعض لوگوں نے مسیح علیہ السلام اور ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار کر دیا ہے کہ یہ بات ان کی سمجھ اور ناقص علم میں نہیں آتی کہ ایک انسان کس طرح تقریباً دوہزار سال سے نہ صرف زندہ ہے بلکہ اس کو آسمان پر اٹھایا گیا ہے، حالانکہ قرآن حکیم کی واضح اور روشن آیات، احادیث متواترہ اور علمائے امت کا اجماع اور اولیائے ملت کا اس عقیدہ پر آج تک اتفاق ہے۔ اسی طرح حیات قبر اور دوسرے برزخی عقائد کا بعض لوگوں نے سرے سے انکار کر دیا اور بعض نے غلط تاویلات کر دیں اور اسی عقل پرستی کا شکار ہو کر معراج جسمانی، جنت، دوزخ ملائکہ اور جنات کا انکار کر دیا۔

میت کا بعض امور میں ادراک اور شعور

جب ایک مسلمان پر موت کا وقوع ہو جاتا ہے بظاہر اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے مگر اسکو حسب ارشاد سید دوعالم ﷺ مندرجہ ذیل امور کا علم ہوتا ہے، جن کا خلاصہ حوالہ کتب درج ہے،

(۱) سید دوعالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :۔

ان المیت لیعرف من یحمله ویغسله ومن یدلیه فی قبره (جمع الفوائد، ص ۲۳۱)

بے شک میت پہچانتی ہے اس کو جو اس کو اٹھاتا ہے اور اس کو غسل دیتا ہے اور جو اس کو قبر میں اتارتا ہے۔

میت کا چارپائی پر پیغام سننا

صحابہ کرامؓ مرنے والے مسلمان کی معرفت سید دوعالم ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجا کرتے تھے، جیسا کہ :۔

"محمد بن المنکدر فرماتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اس وقت پہنچا جب کہ وہ سکراتِ موت میں مبتلا تھے ان سے عرض کیا سید دوعالم ﷺ کی خدمت میں میرا سلام کہہ دینا"

یہ حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے جس کو مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے اور محمد بن المنکدرؒ جلیل القدر تابعی جن کے علم، عمل، تقویٰ پر علماء عصر کا اتفاق ہے اور جابر بن عبداللہ دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں، رضی اللہ عنہم۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ)

اور یہ سلام بھیجنا صرف سید دو عالم ﷺ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ بعد میں یہ پیغامِ سلام کا سلسلہ جاری رہا جیسا کہ :۔

اخرج البخاری عن خالدةبنت عبدالله بن انیس قالت جاء ت ام انیس بنت ابی قتاده بعد موت ابیهانصف شهر الی عبدالله بن انیس وهو مریض فقالت یا عم اقرأ ابی السّلا م .(مرقاة)

بخاری نے عبداللہ بن انیس کی صاحبزادی خالدہ سے اس بات کو بیان کیا ہے کہ ابو قتادہ صحابی (رضی اللہ عنہ) کی صاحبزادی ام انیس اپنے والد کی وفات کے پندرہ دن بعد عبداللہ بن انیس کے پاس آئی جبکہ وہ مرض الموت کے مریض تھے اور یہ کہا کہ اے چچا میرے والد کو میرا سلام پہنچا دینا۔

صحیح احادیث میں مندرجہ ذیل واقعہ موجود ہے جس کو سعودی عرب کے سابق شیخ الحرم اور پہلے سفیر پاکستان علامہ عبدالحمید خطیب مرحوم نے اپنی کتاب **مناجات لله** کے صفحہ ۳۷ پر ذکر فرمایا ہے :۔

"جب بشر بن براء بن معرفوت ہو گئے تو ان کی والدہ کو سخت صدمہ ہوا اس نے سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ بنو سلمہ میں سے کوئی نہ کوئی مرتا ہی رہے گا کیا مرنے کے بعد اموات ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور کیا میں اپنے بیٹے بشر کو کسی میت کی وساطت سے سلام بھیج دیا کروں، اس کے جواب میں حضور پر نور ﷺ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے

اے بشر کی ماں اموات ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان
لیتی ہیں اس کے بعد جب بھی کوئی قبیلہ بنو سلمہ میں سے
مر جاتا تو بشر کی والدہ اپنے بیٹے کو اسکی معرفت سلام بھیج دیتی
تھی"۔

وفات کے وقت میّت کے اعمال کی جانچ پڑتال

احادیث میں موجود ہے کہ جب کسی مسلمان کی روح کو قبض کرنے کے لئے فرشتے آتے ہیں تو اس وقت شیطانی حملہ بھی ہوتا ہے کیونکہ شیطان نے یہ کہا تھا کہ میں ان پر آخر تک حملے کرتا رہوں گا، جیسا کہ ارشاد قرآن عزیز ہے :۔

قَالَ اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۝ (الاعراف آیت نمبر ۱۴)
ابلیس نے کہا تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ یہ اٹھائے جائیں گے۔

اس لئے سید دوعالم ﷺ نے نیک اعمال کے فوائد ارشاد کرتے ہوئے فرمایا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے :۔

"نماز مومن کے سر کے قریب آجاتی ہے اور زکوۃ دائیں
جانب اور روزہ بائیں جانب اور دوسرے نیک اعمال پاؤں کی
جانب (ہو کر شیطانی خطرات کا تحفظ کرتے ہیں) ہر عمل اس
جہت پر حملہ کرنے والوں سے یہ کہتا ہے کہ اس طرف سے تو
حملہ نہیں کر سکتا"۔ (جمع الفوائد ص ۲۴۱)

میّت کو جب اٹھا کر لے جاتے ہیں تو اگر وہ میت جنتی ہے تو اٹھانے والوں سے کہتا ہے مجھے جلدی جلدی لے چلو اور اپنے گھر پہنچادو جیسا کہ کوئی قید سے آزاد ہو کر اپنے گھر جلدی پہنچنے کے لئے بیقرار ہوتا ہے، اور اگر وہ دوزخی ہے

تو شور مچاتا ہے کہ مجھے کہاں لے جارہے ہو جیسا کہ کسی کو حوالات یا جیل خانے لے جاتے ہیں، امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل باب مندرجہ ذیل عنوان سے بیان فرمایا ہے :۔

باب قول المیت وھو علی الجنازۃ قدمونی

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ یقول اذا وضعت الجنازۃ فاحتملھا الرجال علی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر ذلک قالت لاھلھا یاویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شئٍ الّا الانسان ولو سمع الانسان لصعق۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جب میت کو جنازہ پر رکھا جاتا ہے اور اس کو مرد اٹھا کر لے جاتے ہیں تو اگر وہ مرنے والا نیک ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر برا ہوتا ہے تو گھر والوں کو کہتا ہے کہ یہ لوگ مجھے کہاں لے جارہے ہیں، اسکی آواز کو انسان کے بغیر ہر چیز سنتی ہے اگر انسان سن لیتا تو بے ہوش ہو جاتا۔

(ف) بخاریؒ کا جو درجہ اور مقام اسلام میں ہے اس کو سب جانتے ہیں، اسکو قرآن عزیز کے بعد دوسرا درجہ دیا جاتا ہے، اس امام بخاری نے اپنی صحیح میں قول المیّت کا باب بیان فرمایا ہے یعنی وہ بدن اور دھڑ جس کو میت کہا گیا ہے اور بظاہر وہ میت ہے مگر شرعی طور پر اس کی موت فنا کامل نہیں بلکہ وہ اب بھی

اللہ تعالیٰ کے حکم سے بول رہا ہے ، حدیث میں صاف موجود ہے کہ جو بدن اٹھانے والوں نے اٹھایا ہوا ہے وہی اپنی زبان سے کہہ رہا ہے ، حضور انور ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے مگر انسان نہیں سن سکتا اور اسکی وجہ بھی ارشاد فرمادی کہ اگر ہر انسان سن لے تو وہ اس ہیبت سے بے ہوش ہو جائے۔

(ف) عقل کے پرستاروں کی بات صحیح ہے یا سید دو عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی صحیح ہے ، ہمارا ایمان ہے کہ جو حضور انور ﷺ نے فرمایا وہ بالکل صحیح اور سچ ہے ۔فالحمدللہ علی ذلک ۔

(ف) خلافت راشدہ کے دور میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ :۔

"حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ابھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار تھا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور دو دفعہ کہا "السلام علیکم "تم سب خاموش رہو اور ادھر کان لگاؤ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (ﷺ) یہ بات پہلی کتاب میں بھی ہے سچے ابو بکرؓ نے سچ کر دکھایا جو جسمانی لحاظ سے تو کمزور تھے مگر اللہ تعالیٰ کے دین کو جاری کرنے میں بڑے بہادر تھے"۔

اس روایت کے راوی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہیں اور اس روایت کو علامہ ذہبیؒ نے تہذیب میں ذکر کیا ہے ، سعودی عرب کے جدید محقق مؤرخ احمد بن عبد الحمید عباسی نے اپنی کتاب تاریخ مدینہ جس کا نام عمدۃ الاخبار ہے میں اس کو درج فرمایا ہے (ص ۲۱۳)

محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب

اکفار الملحدین کے صفحہ نمبر ۵ میں استناد کے لئے نقل فرمایا ہے۔

(ف) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سید دو عالم ﷺ کے سفر آخرت کے بعد جو کام دین اسلام کی سربلندی کے لئے کئے ان کی نظیر نہیں ملتی یعنی مرتدوں کا صفایا، مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی اور جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کا قتل اور اس فتنے کا پورا استیصال

(ف) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ موت کے بعد کلام کرنے کو صحیح سند کے ساتھ کافی علماء نے روایت کیا ہے (رسالہ تبشیر الاصفیاء ص ۸)

محدث کبیر محمد بن عبدالواحد بن احمد المقدسی (م ۶۴۶ ھج) نے ایک کتاب بنام "کلام الاموات" تحریر فرمائی ہے :۔

اموات کے ورثاء اور عام مسلمانوں پر حقوق

جب ایک مسلمان اس دنیا سے جانے والا ہو تو اس کو یوں ہی نہ چھوڑ دیا جائے بلکہ اس کی نجات اور عالم برزخ اور حشر میں کام آنے والے اعمال کی طرف ورثاء اور دوسرے مسلمانوں کو توجہ دینی چاہئے' سید دو عالم ﷺ نے اس بارہ میں جو ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے :۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

(۱) لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

قریب المرگ مسلمانوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو۔

(۲) اذاحضرتم المریض اوالمیت فقولوا خیرا فان الملئکة یومنون علیٰ ماتقولون.

جب تم کسی بیمار یا میت کے پاس جاؤ تو نیکی کی بات کہو کیونکہ

فرشتے بھی تمہارے کہنے پر آمین کہتے ہیں۔

(۳)اقرؤا سورۃ یسٓ علی موتاکم۔

قریب المرگ مسلمانوں پر سورہ یٰس کی تلاوت کرو۔

(۴) سید دو عالم رحمت دو عالم خود بھی قریب المرگ صحابہ کرام کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ :۔

سید دو عالم ﷺ میرے گھر تشریف لائے جبکہ میرے خاوند ابو سلمہ بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے اور ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں رحمت دو عالم ﷺ نے اپنے بابرکت ہاتھوں سے ان کی آنکھوں کو بند کرتے ہوئے فرمایا کہ جب روح کو قبض کیا جاتا ہے تو آنکھ اس کو دیکھتی ہے یہ سن کر (گھر والوں کو ابو سلمہ کی موت کا یقین ہوا) تو کچھ لوگوں نے آہ و فغاں شروع کر دی سید دو عالم ﷺ نے فرمایا منہ سے وہی بات نکالو جو بہتر ہو فرشتے تمہاری بات پر آمین کہتے ہیں پھر آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا، یا اللہ ابو سلمہ کو بخش دے اور اس کا درجہ ہدایت پانے والوں میں بلند فرما اس کے پسماندگان کو اس سے بہتر بدل عطا فرما' اے سب جہانوں کے پروردگار ہم کو اور اس کو بھی بخش دے اور اس کی قبر کو وسیع تر فرما دے اور اس کے لئے اس کی قبر کو پرنور بنا دے"

سید دو عالم ﷺ کے اس بابرکت عمل سے ثابت ہوا کہ :۔

قریب المرگ آدمی کے پاس جائے اور اس کے اعضاء کو اس طرح کر دے کہ دیکھنے والے وحشت محسوس نہ کریں اس کے لئے دعائے مغفرت کرے

(ف) حضور ﷺ کی دعا (کہ اس کے گھر والوں کو اس سے بہتر بدل عطا فرما) یوں قبول ہوئی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سید دو عالم ﷺ نے

نکاح فرمالیا۔

(ف) علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ میت کو تلقین کرنا اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں احادیث کی روشنی میں حقیقی معنی پر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ البتہ معتزلہ کے ہاں چونکہ دوبارہ زندہ کرنا قبر میں محال ہے' اس لئے تلقین کا کوئی فائدہ نہیں (ج ا، ص ۶۲۸)

(۵) میت کو شریعت کے مطابق لباس پہنایا جائے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنی حالت قریب المرگ میں نئے کپڑے طلب فرما کر پہن لئے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں نے خود سید دوعالم ﷺ سے سنا ہے کہ "آپ نے فرمایا ہے کہ میت کو انہی کپڑوں میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا جن میں اس کی موت واقع ہوئی تھی"

(۶) سید دوعالم ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کو جب کفن پہناؤ تو اچھا پہناؤ۔ (جو شریعت کے مطابق ہو)

(۷) سید دوعالم ﷺ کے ساتھ ایک صحابی سفر میں تھا جس نے احرام پہنا ہوا تھا اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو گئی تو سید دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اغسلوه بماء وسدر وكفنوه في ثوبيه ولا تمسوه بطيب ولا تخمر وارأسه فانه يبعث يوم القيامة ملبياً (بخاری و مسلم)

اس کو خالص پانی میں ڈالے ہوئے بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دے دو اور ان ہی احرام کے دو کپڑوں کو کفن بنا دو اور اس کے سر پر کپڑا نہ ڈالو اور نہ ہی اس کو عطر لگاؤ کیونکہ یہ قیامت کے روز قبر سے تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا

(ف) اس حدیث سے واضح ہے کہ میت اب بھی معدوم محض نہیں بلکہ اس کو دوسرے جہان کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس حال میں دنیا سے جائے گا اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔

غسل اور تکفین کے بعد اب اس میت کو اٹھایا جائے اس کے پیچھے جانا ایمان کی عظیم علامت ہے۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام باب اتباع الجنائز من الایمان ہے۔ میت کو آگے رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جائے جو اس کے لئے مغفرت کی دعا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اموات کو زندہ لوگوں کی دعاؤں اور دیگر اعمال سے فائدہ ملتا ہے اگر میت بالغ ہے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے اور اگر نابالغ ہے تو اس کو دربار خداوندی میں اپنا شفیع پیش کرتے ہوئے یوں درخواست کرے :۔

وَجْعَلْهُ لَنَاشَافِعًا وَمُشَفَّعًا۔ یااللہ اس بچے کو ہم سب کی شفاعت کرنے والا بنا اور اس کی شفاعت قبول بھی فرما۔

جنازہ جس قدر ہو سکے زیادہ آدمی پڑھیں، جنازہ کے پیچھے پیچھے جائے اور سوائے عذر کے پیدل جائے کیونکہ فرشتے بھی ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ سید دوعالم ﷺ ایک جنازہ پر پیدل تشریف لے جارہے تھے اور کچھ لوگ سواریوں پر جنازہ کے لئے جارہے تھے ان کو دیکھ کر امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا :۔

اَلَاتَسْتَحْيُوْنَ اَنَّ مَلٰئِكَةَ اللّٰهِ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰى دَوَابِكُمْ (مشکوۃ)

کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ اللہ کے فرشتے تو پیدل آرہے ہیں اور تم چارپایوں پر سوار ہو کر آرہے ہو۔

جب تک جنازہ رکھا نہ جائے احترامِ ملائکہ کے لئے کھڑا رہے

میّت کے لئے قبر کو لحد بنائے حضور انور ﷺ نے فرمایا۔ "اللحد لنا" لحد ہم مسلمانوں کے لئے ہے اگر زمین اس قابل نہ ہو تو دوسرے طریقہ کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

جب میّت کو قبر میں اتارے تو کوئی نیک آدمی اتارے جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ سیدِ دوعالم ﷺ اموات کو قبر میں سر کی جانب سے اتارا کرتے تھے اور یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ رَفَعْنَاكَ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَلَّمْنَاكَ۔

اگر مرد ہو تو کاف پر زبر اور عورت ہو تو زیر پڑھے، اس دعا میں بھی میت کو خطاب ہے، معلوم ہوتا ہے وہ سنتا ہے

قبر پر مٹی ڈالی جائے سیدِ دوعالم ﷺ نے تین مٹھی میّت کے سر کی طرف ڈالی ہیں قبر تیار ہو جانے پر حسبِ ارشاد سیدِ دوعالم ﷺ قبر کے سر کی جانب سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کی جانب سورہ بقرہ کی آخری آیات تلاوت کی جائیں اور سر کی جانب سے شروع کر کے پاؤں تک پانی کا چھڑکاؤ کیا جائے۔

قبر کے پہچاننے کے لئے کوئی پتھر وغیرہ علامت رکھی جائے جیسا کہ امام الانبیاءؑ سیدِ دوعالم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ایک پتھر لا کر عثمان بن مظعونؓ کے سر کی طرف رکھ کر فرمایا:۔

---

[1] حضرت عثمان بن مظعون امام الانبیاءؑ سیدِ دوعالم ﷺ کے رضاعی بھائی تھے اسلام لانے والوں میں آپ کا نمبر چودہ ہے اسلام سے پہلے بھی شراب سے احتراز کیا، اسلام لانے کے بعد ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ منورہ کا شرف حاصل ہوا۔ بدر میں شریک ہونے، اہلِ صفہ میں سے تھے اور سب سے پہلے مہاجرین میں سے آپ کا وصال ہوا اور جنت البقیع میں سب سے پہلے آپ ہی کی قبر بنی (مرقاۃ، ج ۳، ص ۷۸)

اعلم بھاقبر اخی وادفن الیہ من مات من اھلی.

اس پتھر کو میں اپنے بھائی کی قبر کی نشانی بناتا ہوں اور اس کے قریب اپنے خاندان کے اموات کو دفن کروں گا۔

(ابوداؤد و مشکوٰۃ)

قبر پر برکت کے لئے کھجور کی سبز ٹہنی ایک یا دو رکھ دی جائیں۔ امام بخاریؒ نے اس عنوان سے ایک مستقل باب باب وضع الجرید علی القبر بیان فرمایا ہے۔ حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے اس کی شرح میں درمختار کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ "قبر پر سبز گھاس کا اگانا بہتر ہے" (فیض الباری) مگر زینت کے پھول وغیرہ نہ ڈالے۔

میت کے دفن کے بعد علماً صلحا کا قبر پر تھوڑی دیر کے لئے وعظ ونصیحت کرنا بھی میت کا ایک قسم کا حق ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے اس کے متعلق بھی ایک باب باب موعضۃ المحدث عندالقبر بیان فرمایا ہے، جس کی شرح میں حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے کہ قبر کے نزدیک وعظ ونصیحت فرمانا ان اذکار اور اعمال میں سے نہیں جو مکروہ ہیں بلکہ یہ جائز اور بہتر ہے کہ آدمی قبروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتا ہے، خود سید دو عالم ﷺ نے ایک قبر پر وعظ ارشاد فرمایا جس کو امام بخاریؒ اور دوسرے محدثین نے نقل فرمایا ہے بلکہ صحابہ کرامؓ نے اس امر کی وصیت بھی فرمائی ہے جیسا کہ حضور پر نور ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عمرو بن العاصؓ نے مرض الموت میں اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے :۔

"جب میں مر گیا تو میری میت کے ساتھ رونے والی کوئی نہ ہو، اور نہ ہی آگ لے کر جائیں دفن کرنے کے بعد مجھ پر

اچھی طرح مٹی ڈال دیں اور پھر میری قبر کے آس پاس اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہاری وجہ سے مجھے قبر کے ساتھ انس پیدا ہو جائے اور وہ جواب مجھے آجائے جو میں نے فرشتوں کو دینا ہے"۔(مشکوٰۃ شریف)

یہ سارے کا سارا انظام ایک مسلمان کے اس جہاں سے عالم برزخ کے لئے رخصت کرنے اور الوداع کرنے کے لئے رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ،اگر موت فنائے محض کا نام ہوتا اور مٹ جانے کا نام ہوتا تو یہ سب احکام اور آداب ارشاد نہ فرمائے جاتے ،امام الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ نے ان سب اعمال کو باعث اجر و ثواب قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے :۔

من حفرقبرأبنى الله لهٗ بيتأفى الجنةومن غسل ميتأخرج من ذنوبه كيوم ولدته امهٗ ومن كفن ميتاً كساه الله من حلل الجنةومن عزّى حزينا البسهٗ الله التقوى وصلى على روحه فى الارواح ومن عزّى مصاباً كساه الله حلتين من حُلَل الجنة لاتقوم لهماالدّنيا ومن اتبع جنازة حتى يقضى دفنها كتب الله له ثلاثةقراريط القيراط منهااعظم من جبلٍ احدٍومن كفل يتيماًاوارملةًاظله اللهفى ظله وادخله الجنة ۔(جمع الفوائد،ج۱،ص۲۳۰)

جس کسی نے کسی کی قبر کھودی اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنائے گا اور جس نے میت کو غسل دیا گناہوں سے

اس طرح پاک نکل جائے گا جیسا کہ اس دن تھا جس دن اسے
ماں نے جنا تھا اور جس نے میّت کو کفن پہنایا اسکو اللہ کریم
جنت کا لباس پہنائے گا اور جس نے کسی غمناک کی دلجوئی کی
اس کو اللہ تعالیٰ تقویٰ کا ایسا لباس پہنائے گا جس کی قیمت
ساری دنیا بھی نہ ہو سکے گی اور جو جنازہ کے ساتھ جائے گا اور
اس کے دفن تک اس کے ساتھ رہے گا اس کو اللہ تعالیٰ تین
تین قیراط اجر لکھ دیں گے ایک قیراط احد پہاڑ سے بھی بڑا ہو گا
اور جس نے کسی یتیم یا بیوہ کی تربیّت اور پرورش کی اس کو
اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے گا اور اس کو جنت
میں داخل کر دے گا۔

قرآن عزیز نے مسلمانوں کی ایک یہ علامت بھی بیان فرمائی ہے کہ :۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُ وْامِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا
وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَاتَجْعَلْ فِيْ
قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ ٥

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وہ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے
رب ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے
پہلے باایمان گزر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں
کے لئے کوئی کھوٹ حسد نہ رکھ اے ہمارے رب تو شفقت
والا اور مہربان ہے۔ (سورۃ الحشر آیت نمبر ۱۰)

یعنی مسلمان اموات کا زندہ مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ ان کے لئے
دعائے مغفرت کرتے رہیں اور زندہ مسلمانوں کے لئے اپنے دل میں حسد، بغض

اور کینہ نہ رکھیں۔

حضور انور ﷺ سے ایک صحابیؓ (قبیلہ بنو سلمہ کے ایک مرد) نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میرے والدین کے مر جانے کے بعد بھی کچھ ایسے حقوق میرے ذمہ لازم ہیں جن کو میں ادا کروں تو سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ چار حق تجھ پر باقی ہیں :۔

(۱) ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔

(۲) خداوند قدوس سے ان کی بخشش مانگنا۔

(۳) وہ کسی کے ساتھ کوئی وعدہ کر گئے ہوں تو اس کو پورا کرنا۔

(۴) اس کے رشتہ کا جوڑنا یعنی چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ سے تعلق قائم رکھنا۔(ابو داؤد وابن ماجہ شریف)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ زَارَقَبْرَاَبَوَیْهِ اَوْاَحَدِهِمَا کُلَّ جُمُعَةٍ غُفِرَلَهٗ وَکُتِبَ بَرًّا۔

جو آدمی اپنے ماں باپ یا فقط ایک کی قبر کی ہر جمعہ کے دن زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا لکھا جائے گا(مشکوۃ بحوالہ بیہقی ومسند امام اعظمؒ)

(ف) یعنی اگر ماں باپ دونوں فوت ہو چکے ہوں تو ان کی قبروں پر ہر جمعہ جائے اور اگر ایک فوت ہو چکا ہو تو ایک کی قبر پر جائے۔

اگر اس مٹی کے ڈھیر میں کچھ نہیں تو جانے کا کیا فائدہ ؟(نعوذ باللہ منہ)

اموات کے لئے دعا کرنا ہر حال میں ان کے حق میں مفید ہے اگر میت کی مغفرت ہو چکی ہے تو اس دعا اور ایصال ثواب سے اس کے درجات

بلند ہو جاتے ہیں جیسا کہ امام الانبیأ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا :۔

"کہ اللہ تعالیٰ کسی نیک بندے کے درجات جنت میں مزید بلند فرماتے ہیں تو وہ پوچھتا ہے کہ اے ربِ کریم میرے اعمال کا صلہ تو مجھے مل گیا ہے یہ کہاں سے آئے؟ تو فرمایا جاتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے"

(ترجمہ حدیث)

اور اگر خدا نخواستہ میت عذاب میں مبتلا ہے تو اس کے متعلق ارشاد فرمایا :۔

"میت کی حالت قبر میں ڈوبنے والے فریادی کی طرح ہوتی ہے وہ اس دعا کا شدت سے انتظار کرتا ہے جو اس کے ماں باپ یا بھائی یا کوئی دوست اس کے لئے کرتا ہے جب وہ دعا دربار خداوندی میں قبول ہو کر اس کو پہنچتی ہے تو اس کو ساری دنیا سے زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ دنیا والوں کی دعاؤں کو قبر والوں کے لئے پہاڑوں کی صورت میں ثواب پیش کرتا ہے (زیادہ) اور یاد رکھو کہ زندہ لوگوں کی طرف سے اموات کے لئے بہترین تحفہ یہ ہے کہ دربار خداوندی سے ان کے گناہوں کی بخشش مانگی جائے"۔

(مشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبہ)

دعا اور استغفار کے علاوہ مالی صدقہ کا بھی ثواب ملتا ہے جیسا کہ :۔

"حضرت سعد بن عبادہؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت میری والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ کوئی صدقہ دوں (جس سے

میری ماں کو ثواب ملے) سید دو عالم ﷺ نے فرمایا ''الماءُ''
یعنی پانی کا صدقہ بہتر ہے، چنانچہ حضرت سعدؓ نے پانی کا کنواں
کھدوا کر ماں کے نام پر صدقہ کے طور پر وقف کر دیا اور کہا کہ
یہ سعد کی ماں کے لئے ہے''۔ (مشکوٰۃ باب فضل الصدقہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اچانک فوت ہو گئے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کے ایصال ثواب کے لئے کئی غلام آزاد فرمائے۔
(مشکوٰۃ شریف کتاب العتق)

اس سے معلوم ہوا کہ موت فنائے محض کا نام نہیں بلکہ ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف جانے کا نام ہے اور وہاں اس جگہ کی حیثیت اور مناسبت سے احکام جاری رہتے ہیں۔

سفرِ آخرت میں امتیازی شان

بہ ظاہر اللہ تعالی کے فرمانبردار اور نافرمان بندے ایک ہی طرز پر زندگی بسر کرتے ہیں، بشری تقاضوں میں تقریباً یکساں معلوم ہوتے ہیں اسی طرح موت کا واقع ہونا بھی سب کے لئے یکساں ہی معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت فرمانبردار بندوں اور نافرمانوں کی موت و حیات میں فرق ہے، جیسا کہ قرآن حکیم کا ارشاد گرامی ہے :۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (الجاثیہ آیت نمبر ۲۱)

کیا گناہ کرنے والوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم انکو ایمانداروں اور نیک کام کرنے والوں کے برابر کردیں گے ان کا جینا اور مرنا برابر ہے وہ بہت ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

چنانچہ قرآن حکیم نے ہی نیکوں اور بروں کی موت کا منظر بھی پیش فرمادیا ارشاد قرآنی ہے :۔

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل ۲۸)

یہ کافر وہ لوگ ہیں کہ فرشتوں نے ان کی ایسی حالت میں روح نکالی تھی کہ وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے پھر وہ اطاعت کا پیغام بھیجیں گے کہ ہم تو کوئی برا کام نہ کرتے تھے کیوں نہیں اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔

اور بُروں' نافرمانوں کافروں کی روح نکالنے کا منظر بھی قرآن عزیز نے پیش فرمادیا کہ :۔

وَلَوْتَرٰی اِذْیَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِکَةُ یَضْرِبُوْنَ
وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ٥

اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی
فرشتے، مارتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کے پیچھے اور کہتے ہیں
چکھو عذاب جلنے کا"۔(انفال آیت نمبر ۵۰)

اور فرمانبرداروں' نیک انسانوں کی موت کا منظر قرآن کریم نے یہ پیش فرمایا کہ :۔

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ طَیِّبِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ
عَلَیْکُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ٥(النحل،۳۲)

وہ پرہیزگار جن کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں ایسے حال میں
کہ وہ پاک ہیں ان سے کہتے ہیں سلام ہو تم پر داخل ہو جاؤ
جنت میں بسبب ان کاموں کے جو تم کرتے تھے۔

ان پرہیزگاروں کو روح قبض کرتے وقت یہ پیغام راحت اور رحمت دیا جاتا ہے کہ :۔

یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً
مَّرْضِیَّةً٥ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ٥

اے اطمینان والی روح اپنے رب کی طرف لوٹ چل تو اس
سے راضی وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں شامل ہو
اور میری جنت میں داخل ہو جا۔(الفجر، ۲۷ تا ۳۰)

یعنی سعاد تمندوں کو موت کے وقت یہ پیغام دیا جاتا ہے۔ اور نیک بندے وجود مثالی میں حاضر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی رحلت کے وقت فرمایا :۔

"حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تشریف لائے اور مجھ پر بڑی مہربانی فرمائی"(ماہنامہ "الفرقان" مجدد الف ثانی نمبر ۸۸ مطبوعہ لکھنو)

ایسے سعاد تمند اپنے ورثاء کو یہ پیغام بھیجتے ہیں :۔

وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس ان کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم، خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی۔ (آل عمران، ۱۷۰،۱۷۱)

قرآن کریم نے پہلی امت کے ایک شہید کے اس پیغام کو جو اس نے جنت سے اپنی قوم کے نام بھیجا تھا ذکر فرمایا ہے :۔

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ۝

کہا گیا جنت میں داخل ہو جا اس نے کہا اے کاش میری قوم بھی جان لیتی کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں کر دیا۔ (یٰسٓ، ۲۶ و ۲۷)

اسی طرح بخاری و مسلم میں حدیث آتی ہے کہ جب بئر معونہ کے واقعہ میں ستر (۷۰) قراء صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے تو انہوں نے بوقت شہادت یہ فرمایا:۔

اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ نَبِيِّنَا انا قد لقيناك فرضينا عنك ورضيت عنا...... فقال رسول الله ﷺ ان اخوانكم قد قتلوا وانهم قالوا ..... اللهم بلغ عنا الحديث. (متفق عليه)

اے ہمارے اللہ! ہمارے نبی پاک ﷺ کو یہ پیغام پہنچا دے بیشک ہم آپ سے ملنے والے ہیں پس ہم آپ سے راضی ہیں آپ بھی ہم سے راضی ہو جائیں پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے میرے صحابہؓ! بیشک تمہارے بھائی قتل ہو چکے ہیں اور انہوں نے یہ پیغام دیا ہے۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

امت محمدیہؐ میں ایسے بہت سے سعادتمند گذرے ہیں جنہوں نے موت کے بعد عالم برزخ کے انعام واکرام سے زندہ لوگوں کو خوابوں میں آگاہ کیا ہے۔ تو جب عام فرمانبرداروں اور صلحاء کو موت کے بعد ایسے حالات اور ایسی کیفیات حاصل ہیں تو انبیاء علیہم السلام پھر خصوصاً سید دو عالم ﷺ کی حیات برزخیہ عام مسلمانوں سے کیوں نہ ممتاز اور عظیم الشان ہو گی جبکہ آپ کو ابتداء اعطاء رسالت میں ہی یہ خوشخبری سنا دی گئی تھی۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى. (الضحیٰ، ۴)

اور یہ بات یقینی ہے کہ آخرت بہت بہتر ہو گی آپؐ کے لئے اس پہلی زندگی سے۔

(ف) یہ آیت کریمہ بہت بڑی دلیل ہے امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کی شان رفیع کی۔

"دن بدن روضہ اقدس کی روحانی بہار میں اضافہ اور ترقی ہو رہی ہے ہر سال لاکھوں شمع نبوت کے پروانے حج کے موقع پر صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہیں اور ویسے بھی ہر وقت روضہ اطہر بہت زیادہ مشتاقان جمال رحمت دو عالم سے آباد رہتا ہے اور اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اسی طرح سید دو عالم ﷺ کو روضہ اقدس میں حیات کاملہ اعلیٰ اور افضل حاصل ہے۔"

واردات برزخ کا اثر میت پر دفن سے پہلے

کبھی کبھی یہ بھی ہو جاتا ہے کہ موت کے بعد برزخی زندگی میں جو انعامات اور رحمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ہوتی ہیں ان کا ظہور دفن سے پہلے ہی ہو جاتا ہے' اسی طرح جو عذاب برزخ میں ہونے والے ہوتے ہیں کبھی کبھی ان کا ظہور دنیا میں بھی ہو جاتا ہے۔ الدرۃ الفاخرۃ اور دوسری کتابوں میں ایسی کئی علامات کا ذکر کیا جاتا ہے :۔

(۱) حضرت حنظلہؓ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کے صحابی ہیں۔ ان کا لقب اسماء الرجال کی کتابوں میں "غسیل الملائکہ " درج ہے جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ :۔

حنظلہؓ کا لقب غسیل ملائکہ ہے حضرت حنظلہ کا باپ عامر ایک باثر راہب تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت حنظلہؓ کو دولت اسلام سے مشرف فرمایا غزوہ احد کی تیاری ہو رہی تھی کہ آپ کی شادی عبداللہ بن ابی رئیس مدینہ کی بیٹی جمیلہ کے ساتھ ہوئی' رات کو برات تھی اور صبح کو احد کی جانب خروج تھا اس لئے حضور انور ﷺ نے حنظلہ کو مدینہ میں رہنے کا حکم فرمایا مگر عاشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رات تو کاٹی اور صبح سویرے ہی میدان کارزار میں پہنچ کر داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے سید دو عالم ﷺ نے لاشہ کو دیکھ کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں حالانکہ شہید کو غسل کی حاجت نہیں تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ حنظلہ شب عروسی کی وجہ سے جنابت میں تھے غسل کا وقت نہ مل سکا اس لئے فرشتوں نے غسل دیا (الوقعتہ الاسلامیہ ۱۵۶)

نے قسم کھائی تھی کہ جب تک ان کو خاتمہ علی الایمان کا علم نہ ہوگا وہ نہ ہنسیں گے چنانچہ زندگی بھر وہ نہ ہنسے مگر جب ان کی وفات ہوگئی اور ان کو غسل کے لئے تختہ پر ڈالا گیا تو وہ دونوں ہنس پڑے جس کو وہاں کے سب حاضرین نے دیکھا۔

اس واقعہ کو شارح مسلم امام نووی نے مسلم شریف کی شرح میں ذکر فرمایا ہے (ص، ۷، سائز کلاں)

اسی طرح تاریخ میں کئی ایسے واقعات کا ذکر ہے کہ بعض صلحاء کی موت کے فوراً بعد ان کی داڑھی کے سفید بال از خود سیاہ ہو گئے (کیونکہ اہل جنت کو جوانوں کی شکل میں جنت میں داخل کیا جائے گا)

اس کے برعکس بعض بدبختوں کو قبر میں دفن کرنے سے پہلے ہی کیفیات بدل جاتی ہیں شکل میں مسخ کے آثار ہویدا ہو جاتے ہیں۔ (اللہ تعالی ہم گنہگاروں اور سب مسلمانوں کو برے خاتمہ سے محفوظ رکھے) آمین

چنانچہ پہلی امتوں میں سے بعض کی شکلیں اسی دنیا میں مسخ ہو گئیں اور وہ موت کا شکار ہو گئے جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۶۵ اور سورہ اعراف کی آیت ۱۶۶ میں بنی اسرائیل کے ایک گروہ کا بندروں کی شکل میں مسخ ہونے کا ذکر ہے اور سورۃ المائدہ میں یہ بھی فرمایا وَ جَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ (آیت نمبر ۶۰) یہ لوگ مرنے سے کچھ پہلے بندر اور خنزیر بن گئے اور پھر اسی شکل میں ہلاک کر دیے گئے۔ اسی عذاب سے ڈراتے ہوئے سورہ الواقعہ میں فرمایا :۔

نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَيۡنَكُمُ الۡمَوۡتَ وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِيۡنَ
عَلٰٓى اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَكُمۡ وَنُنۡشِئَكُمۡ فِىۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ۝
ہم نے مقرر کر دیا تمہارے بدلے درمیان موت کو اور ہم

آئیں اور تم کو کھڑا کر دیں اس حالت میں جو تم نہیں جانتے۔(آیت نمبر ۶۰و۶۱)

علامہ آلوسی نے حضرت حسنؓ سے اس کی یہ تفسیر نقل فرمائی ہے کہ :۔

وَقَالَ الْحَسَنُ مِنْ كَوْنِكُمْ قِرَدَةً وَ خَنَازِيْر ولعل اختيار ذلك لان الايت تنخوالى الوعيد والمراد نحن قادرون علىٰ هذا ايضاً۔ (روح المعانی)

اور حسن نے فرمایا کہ اس تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ ہم تم کو بندروں اور خنزیروں کی شکلوں میں تبدیل کر دیں اور اس تفسیر کو بہتر سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ آیت حیات بعد الموت کے منکروں کو ڈرانے کے لئے ارشاد فرمائی اور مراد اس سے یہ ہے کہ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ تمہاری شکلیں مسخ کر دیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ بعض بدبخت قبروں سے انسانی شکل کے علاوہ دوسری شکل میں اٹھیں گے، جیسا کہ فرمایا :۔وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۝ وَلَقَدْعَلِمْتُمُ النَّشْاَةَالْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ۝(الواقعہ آیت نمبر ۶۱، ۶۲)

دفن کے بعد واردات

دفن کے بعد اب میت کی دوسری زندگی کی پہلی منزل شروع ہو گئی ہے یہاں پر اس کو جنت یا دوزخ کے تواردات سے واسطہ ہو گا اگر نیک ہے تو جنت کے لئے وہ تیار کیا جائے گا اور اگر خدانخواستہ دوزخی ہے تو دوزخ کے تواردات اس پر آتے رہیں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزندار جمند بر صغیر کے عظیم مفسر القرآن حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ علیہ نے سورۃ الانعام کی آیت ۹۸ کی تفسیر یہ فرمائی ہے۔

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ

پھر کہیں تم کو ٹھہراؤ ہے اور کہیں سپرد رہنا

بندہ اول سپرد ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں کہ آہستہ آہستہ دنیا کا اثر پیدا کرے پھر آکر ٹھہرتا ہے دنیا میں' پھر سپرد ہوگا قبر میں کہ آہستہ آہستہ اثر آخرت کے پیدا کرے پھر جاکر ٹھہرے گا دوزخ یا جنت میں۔ (موضح القرآن علیٰ حاشی قرآن عزیز مترجم از شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ)

اب اس سے وہ سوالات کئے جائیں گے جو سید دو عالم ﷺ نے فرمائے کہ میت سے مندرجہ ذیل سوالات ہوتے ہیں

مَنْ رَبُّكَ — تیرا رب کون ہے؟

مَنْ نَبِيُّكَ — تیرا نبی کون ہے؟

مَادِينُكَ — تیرا دین کیا ہے؟

اسی لئے رحمت دو عالم ﷺ دفن کے بعد سب حاضرین کو میت کے ثابت قدم رہنے کے لئے دعا کا فرمایا کرتے تھے' حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فرمایا:۔

عن عثمانؓ قال كان رسول الله ﷺ اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه وقال استغفروا لاخيكم وسئلواله التثبيت فانه الان يسئل

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ جب میت

کے دفن سے فارغ ہوتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اس بھائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس کو ثابت قدم رکھے کہ اب اس سے پوچھا جائے گا۔(رواہ ابو داؤد و صححہ الحاکم۔ بلوغ المرام ج ۱، ص ۱۱۰)

اس حدیث سے فقہ الحدیث کے عنوان سے استنباط کرتے ہوئے بلوغ المرام کی شرح ابانۃ الاحکام میں فرمایا ہے کہ :۔

(۱)　دفن کے بعد میت کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے۔

(۲)　فرشتوں کے سوالات کے جواب دینے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ سے ثابت قدمی کی دعا کی جائے۔

(۳)　میت کو زندہ کی دعا سے نفع پہنچتا ہے۔

(۴)　قبر میں میت کو زندگی عطا کی جاتی ہے۔

(۵)　قبر میں سوالات کا ثبوت۔

(ف)　اس روایت کی تشریح میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے کہ :۔

فالحاصل ان شیئا من العذاب یبدء بالقبر ثم یتم العذاب عند دخوله جهنم

(فیض الباری باب ماجاء فی عذاب القبر)

پس حاصل یہ ہے کہ عذاب کا کچھ حصہ تو قبر سے شروع ہو جاتا ہے اور پھر وہ دوزخ کے داخلے پر کامل ہو جائے گا۔

اور یہی معمول صحابہ کرامؓ اور تابعین کا بھی رہا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت میں ہے :۔

عن ضمرة بن حبيبؒ احدالتابعين قال كانو ا يستحبون اذا سوى على الميت قبره وانصرف الناس عنه ان يقال عند قبره قل لا اله الا الله ثلث مرات يا فلان قل ربى الله و دينى الا سلا م و نبىَ محمد (ﷺ)

حبیب کے بیٹے ضمرہؓ جو کہ تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں بھی لوگ اس امر کو بہتر سمجھتے تھے کہ جب میت پر مٹی ڈال دی جائے اور لوگ واپس آنے لگیں تو اس کی قبر کے پاس یہ کہہ دیا جائے لا اله الا الله تین بار اے فلاں تو کہہ دے میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد ہے (ﷺ)

اس روایت کی تشریح اور تائید میں حضرت ابو امامہؓ کی حدیث پیش کی گئی ہے جس میں سید دوعالم ﷺ کا یہ ارشاد پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے :۔

فانه يسمع و لا يجيب۔ یعنی میت سنتا ہے مگر تم کو جواب نہیں دے سکتا

(شرح ابانۃ الاحکام جزء ۲، ص ۲۵۵، ۲۵۶)

اس روایت سے بھی یہی استدلال کیا ہے کہ میت کو قبر میں زندگی عطا کی جاتی ہے۔

(ف) یہ کتاب مکہ مکرمہ کے رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے تقسیم کی جاتی ہے۔

(ف) حضور اکرم ﷺ نے تابعین کے دور کو بھی خیر القرون فرمایا ہے (سب زمانوں سے بہتر زمانے) یعنی تابعین کا قول اور عمل بھی دلیل سمجھا جائے گا۔

(یعنی دنیاوی باتوں کا جواب نہیں دیتا البتہ سلام کا جواب دیتا ہے جیسا کہ روایات میں ہے)

قرآن وحدیث کی روشنی میں

قبر اور قبر کی راحت وعذاب

چونکہ اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں بھی اموات کو دفن کیا جاتا تھا اور اسلام میں اور دوسرے آسمانی دینوں میں بھی میت کو دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے جس جگہ میت کو دفن کیا جاتا ہے اس کو قبر کہا جاتا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَاشَآءَ اَنْشَرَهٗ. (عبس،۲۱و۲۲)

پھر اس کو مردہ کیا پھر قبر میں رکھوایا پھر جب چاہا اس کو اٹھا نکالا۔

چونکہ اکثر بلکہ تقریباً سب اموات کو دفن ہی کیا جاتا ہے اس لئے ان کے مدفن کو قبر کہا جاتا ہے ویسے شاذ و نادر جو کوئی جل جائے یا جس نظام میں مردوں کو جلانا ہو جیسا کہ ہندو دھرم میں اور کسی طریقہ پر مردہ کی لاش کو ختم کرنا ہو اس کے لئے وہی جگہ قبر کہلائے گی مگر چونکہ اکثر اموات کو جو کہ کسی بھی آسمانی دین کو مانتے ہیں پھر خصوصاً مسلمانوں کے لئے تو دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے اس جگہ کو قبر کہا جاتا ہے' اسی قبر میں میت سے سوال وجواب ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے۔ (اللھم ارزقنا وجمیع المسلمین آمین) یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے۔ امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے اس کے متعلق تفصیلی طور پر ارشادات فرمائے ہیں جو حدیث کی ہر کتاب میں باب "عذاب القبر" کے عنوان سے موجود ہیں

قبر سے مراد وہی جگہ ہے جہاں کسی کو دفن کیا جاتا ہے سید دو عالم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جنازہ کے بعد دفن تک قبر کے پاس قیام فرمایا کرتے تھے اور پھر اس میت کے لیے خود بھی دعائے مغفرت فرمایا کرتے اور صحابہ کرام کو بھی فرمایا کرتے تھے کہ اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کریں جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے۔

تنبیه :۔اگر اس مٹی کے گڑھے میں کچھ نہیں جو لاش دفن کی گئی ہے اس کو نہ اب کسی قسم کی راحت ہے اور نہ رنج و غم ہے بلکہ کوئی دوسرا ہوائی اور فرضی بدن تیار کیا گیا ہے تو سوچنے کی بات ہے کہ سید دو عالم ﷺ ان قبروں پر کیوں تشریف لے گئے ؟ اور خداوند قدوس نے جس بدبخت فرقے کو دوزخی قرار دے دیا تھا ان کی قبروں پر کھڑا ہونے سے کیوں منع فرمایا جیسا کہ فرمایا ۔

ولاتقم علی قبره (توبہ ۸۴)

اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر (ترجمہ شیخ الہند)

یعنی دعا واستغفار کے لئے یا اہتمام دفن کے لئے (حاشیہ شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ)

اسلامی عقیدہ یہی ہے کہ یہی مدفن قبر ہے اور اسی سے قیامت کے دن مردوں کو نکالا جائے گا۔ قرآن عزیز کی کئی آیات میں یہ عقیدہ یہی ہے کہ یہی مدفن قبر ہے اور اسی سے قیامت کے دن مردوں کو نکالا جائے گا۔ قرآن عزیز کی کئی آیات میں یہ عقیدہ ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ ۔

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ. (الانفطار، ۴)

اور جب اکھیڑی جائیں گی قبریں۔

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ. (العادیات، ۹)

کیا اس کو وقت معلوم نہیں جب نکالے جائیں گے وہ جو
قبروں میں ہیں

فرمایا:۔ وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّارَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ
مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔(الحج،۷)

اور بیشک قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں اور
بیشک اللہ اٹھائے گا ان کو جو قبروں میں ہیں

اس آیت میں واضح طور پر دو عقائد کا ذکر فرمایا:۔

(۱) قیامت آنے والی ہے اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

(۲) اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں یعنی:۔

(الف) قیامت کے دن یہی بدن اور جسم اٹھایا جائے گا۔

(ب) اس سے یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ قیامت سے پہلے بھی قبروں میں پڑے ہوئے لوگوں کو (حساب قبر کے لئے اٹھایا جائے گا)

ان آیات مبارکہ میں لفظ قبر صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد برزخی حیات اور اعمال کے مطابق جزا و سزا شروع ہو جاتی ہے اور اسلامی عقائد پر یقین رکھنے والوں کو نجات مل جاتی ہے جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے:۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔(ابراھیم،۲۷)

ثابت رکھے گا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت کے ساتھ
دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔

اس آیت کی تفسیر امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

ان المسلم اذاسئل فِیْ قَبْرِہ یَشْھَدُاَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَذٰلِکَ قَولِہٖ تَعَالٰی یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

یہ حقیقت ہے کہ مسلمان سے جب قبر میں پوچھا جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضورؐ کی رسالت کی شہادت دیتا ہے تو یہی اس ارشاد قرآنی سے مراد ہے۔

اس روایت کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے' اور اسی مضمون کو ابو داؤد' نسائی' ابن ماجہ نے ایک روایت میں بیان کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے عامر بن فرات سے بھی روایت کیا ہے جس کے متعلق محدث حارثی نے فرمایا ہے :۔ھواصحَ الاسانید (الجواہر المغنیہ ج ۱ص ۲۹)

اور اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کے بارہ میں ارشاد فرمایا :۔

سَنُعَذِّبُھُمْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ٥

ہم ان منافقوں کو جلدی ہی دو دفعہ عذاب دیں گے پھر اسکے بعد بڑے عذاب کی طرف یہ لوٹائے جائیں گے (توبہ ،۱۰۱)

اس آیت میں تین عذابوں کا ذکر ہے' دو تو جلد ہی دیئے جائیں گے اور پھر عذاب عظیم کے حوالے کیے جائیں گے' دو عذاب' ایک تو دنیا کا اور دوسرا قبر کا' کیونکہ عذاب عظیم تو قیامت میں ہوگا۔

وَلَھُمْ فِیْ الْآخِرَۃِعَذَابٌ عَظِیْم ٥(بقرہ ،۷)

اس کی نظیر میں فرعون اور فرعونیوں کے عذاب کو پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے فرمایا۔

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ٥اَلنَّارُیُعْرَضُوْنَ

عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ اَدۡخِلُوۡٓا
اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ O(المؤمن، ۴۵، ۴۶)
اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب آگ ہے کہ
دکھاتے ہیں ان کو صبح اور شام اور جس دن قیامت قائم ہو گی
(کہا جائے گا) داخل کر دو فرعونیوں کو سخت سے سخت عذاب
میں۔

اس آیت میں واضح فرمایا کہ فرعونیوں کو بہت برا اور سخت عذاب دیا گیا ہے ادھر پانی میں غرق ہوئے اور اسی راستے سے جہنم کے دروازہ پر پہنچا دیئے گئے صبح و شام ان کو عذاب نار پر پیش کیا جاتا ہے اور پورا کامل اور شدید عذاب قیامت کے دن دیا جائے گا۔

تنبیه :۔اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو اپنے ناقص علوم اور ناقص تجربات کی روشنی میں ناپنے والے اس امر کا کیا جواب دے سکتے ہیں کہ پانی تو آگ کو بجھاتا ہے نہ کہ آگ کو بھڑکاتا ہے مگر خداوند قدوس نے ان کو پانی میں غرق کر کے اسی پانی کے راستے سے آگ تک پہنچا دیا جیسا کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

اُغۡرِقُوۡا فَاُدۡخِلُوۡا نَارًا ۔(نوح آیت نمبر ۲۵)
وہ پانی میں غرق کئے گئے اور اس کے بعد آگ میں داخل کر
دیئے گئے۔

(ف) منافقوں اور فرعونیوں کے متعلق درج شدہ تینوں آیات سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حیات قبر پر استدلال کرتے ہوئے مفسر القرآن حضرت قتادہ اور ربیع بن انس کا ارشاد روایت کیا ہے کہ ان دو عذابوں میں سے پہلا عذاب تو دنیا

کا عذاب ہے اور دوسرا قبر کا عذاب ہے۔

کافروں کے متعلق فرمایا کہ وہ دوزخ میں داخل تو بدلے کے دن (قیامت) کو ہونگے مگر اس سے پہلے بھی وہ دوزخ سے دور نہیں رکھے جائیں گے' ارشاد قرآنی ہے :۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَلَفِیْ جَحِیْمٍO یَصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِO وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِیْنَO (الانفطار، ۱۴تا۱۶)

اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہوں گے' داخل ہوں گے اس میں انصاف کے دن اور نہیں اس سے چھپ رہنے والے۔

جیسا کہ فرعونیوں کا حال قرآن عزیز نے ارشاد فرمادیا۔

ان کے برعکس اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کو جو انعام اور اعزاز ملتا ہے سورۃ الواقعہ میں ارشاد فرمایا :۔

فَاَمَّا اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّ جَنَّةُ نَعِیْمٍ۔ (آیت ۸۸'۸۹)

سو اگر ہوا وہ مقربین میں سے تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا۔

(ف) تیسری صدی ہجری کے مفسر قرآن اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد قاضی صخر بن راشد نے خواب میں دیکھا تو ان کا حال پوچھا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری کامل مغفرت فرمادی ہے، پھر سفیان ثوری کے بارے میں پوچھا تو فرمایا ان کا کیا پوچھنا وہ تو بڑے کامیاب ہیں، مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ (الایۃ) (مقدمہ کتاب الزھد والرقائق از ابن مبارک، ص ٦١)

عقیدۂ حیات قبر کا ذکر

ارشادات رسول کریم ﷺ میں

جیساکہ پہلے گذر چکا ہے کہ حدیث کی ہر کتاب میں باب عذاب القبر موجود ہے اور دوسرے بعض ابواب میں بھی قبر کے حساب وکتاب اور سوال و جواب کا ذکر ہے بلکہ علماء کرام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں جیساکہ :۔

امام ابوداؤدؒ کی کتاب البعث والمنشور اور

امام بیہقیؒ کی کتاب اثبات عذاب القبر قلمی موجودہ کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت مدینہ منورہ میں ہے،

علامہ ابن قیمؒ کی کتاب الروح اور

امام قرطبیؒ کی کتاب التذکرہ اور

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب شرح الصّدر اور

الدرة الفاخرة اور

بیہقی ہند قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی کتاب تذکرة الموتی والقبور وغیرھا کئی مستقل مبسوط کتابیں اس عقیدہ پر موجود ہیں۔ یہاں صرف چند احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے :۔

(۱) عن ابی سعیدالخدریؓ قال خرج النبی ﷺ للصلوٰة فرای الناس کانهم یکتثرون قال اما

انکم لو اکثرتم ذکرھاذم اللذّات لشغلکم عماری
الموت فاکثرواذکرھاذم اللذات الموت فانه لم
يات على القبريوم الاتكلم فيقول انابيت الغربة
وانابيت الوحدةوانابيت التراب وانابيت الدود
واذادفن العبدالمؤمن قال له القبرمرحباً واهلاً
اما ان كنت لاحب من يمشي على ظهرى اِلَیَّ فاذا
وليتك اليوم وصرت الیّ فسترى صنيعى بك قال
فيتسع لهٗ مدبصره ويفتح لهٗ باب الى الجنة واذا
دفن العبد الفاجراوالكافر قال له القبر لا مرحباً
ولااهلاًامان كنت لابغض من يمشى على ظهرى
اِلَیَّ فاذا وليتك اليوم وصرّت اِلَیَّ فسترى
صنيعى بك قال فيلتئم عليه وتختلف اضلاعه
قال وقال رسول اللهﷺباصابعهٖ فادخل بعضها
فى جوف بعضٍ قال ويقيض لهٗ سبعون تنيناً لو
انّ واحداً منهانفخ فى الارض ماانبتت شيئًا
مابقيت الدنيافينهسنهٗ ويخدشنهٗ حتى يقضى به
الى الحساب قال وقال رسول اللهﷺ انماالقبر
روضةٌمن رياض الجنةاوحفرة من حفر النيران۔
(رواہ الترمذی و مشکوٰۃ، باب البکاء والخوف، فصل الثانی)

راوی حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ ایک دن
سید دو عالم ﷺ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے آپ

نے دیکھا کہ کچھ لوگ گویا دل لگی اور خوشی میں ہیں آپ نے فرمایا اگر تم تمام لذتوں کو توڑنے والی (یعنی موت کو) کو یاد کرو تو میرا خیال ہے تم اس طرح مسرتوں میں گم نہ ہو جاؤ پس اس موت کو زیادہ یاد کیا کرو تمہاری قبریں روزانہ یہ بات کہتی ہیں کہ میں اجنبی گھر ہوں، میں اکیلا رہنے والوں کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں میں کیڑوں کا گھر ہوں، جب ایماندار بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کہتے ہوئے یہ کہتی ہے کہ تو جب مجھ پر چلتا تھا تو مجھے دوسروں سے عزیز اور پیارا معلوم ہوتا تھا آج تو میرے ہاں آگیا تو دیکھ لے گا کہ میں تیرے ساتھ کس قدر شفقت اور محبت کا برتاؤ کرتی ہوں حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی قبر کو تاحد نظر وسیع کر دیا جاتا ہے اور جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب کافر یا نافرمان بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید نہیں کہتی بلکہ یوں کہتی ہے کہ تو جب میری پیٹھ پر چلتا تھا تب بھی مجھے برا محسوس ہوتا تھا آج تو میرے حوالے کر دیا گیا تو دیکھ لے گا کہ میں تجھے کیسی سزا دوں گی اس پر قبر تنگ کی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پھنس جاتی ہیں، یہ بیان کرتے ہوئے حضور انور ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پھنسا کر لوگوں کو یہ بات دکھائی اور فرمایا کہ اس پر ستر سانپ مقرر کئے جاتے ہیں جو اتنے زہریلے ہوتے ہیں کہ اگر ایک سانپ بھی زمین پر آکر سانس لے تو

کبھی بھی اس پر سبزہ نہ آگ سکے وہ سانپ اس کو ڈستے رہیں گے اور کاٹتے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ حساب کے لئے پیش کیا جائے گا۔ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ سوا اس کے اور کوئی بات نہیں کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے باغ بن جاتی ہے اور یا آگ کے گڑھوں میں سے گڑھا بن جاتی ہے۔

(۲)عن ام المؤمنین عائشةؓ انها قالت سألت النبیﷺ عن عذاب القبرقال نعم عذاب القبر حق.(بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اکرم ﷺ سے عذاب قبر کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ضرور قبر کا عذاب حق ہے۔

(۳)عن ابن عباسؓ عن النبیﷺ انه کان یعلمهم هذا الدعأکما یعلمهم السورة من القرآن اللّٰهم انی اعوذ بك من عذاب جهنم واعوذبك من عذاب القبرواعوذبك من فتنة المحیاوالممات واعوذبك من فتنةالمسیح الدجال(مسلم)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم ﷺ ہم کو یہ دعا اتنی تاکید سے سکھایا کرتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے، اور وہ یہ ہے اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قبر

کے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں دجال کے فتنہ سے۔

(۴)عن عائشةؓ ان النبیﷺ قال ان اهل القبور يعذبون في قبورهم عذاباًتسمعه البهائم.

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے قبر والے (مجرموں کو) ایسا عذاب دیا جاتا ہے کہ اس عذاب کو چارپائے تک سنتے ہیں۔

(ف) اسی حیات قبر کے متعلق مندرجہ ذیل صحابہؓ سے بھی روایت ہے ۔

وفی الباب عن ابی سعیدالخدریؓ رواه الامام احمد وابو يعلی والاجری وعن ابی هريرةؓ رواه ابويعلی والاجری وعن انسؓ رواه مسلم وعن ابی ايوب انصاریؓ رواه الشيخان وعن ابن عباسؓ اخرجاه وعن ابی بكرصديقؓ رواه ابن ماجه وفيه ايضاًعن ابن عمر وعبدالرحمن بن حسنت وابی امامةوميمونةزوجةرسول اللهﷺ ويعلی ابن سبلبةويعلی ابن قرةوام بشيروابن مسعودرضی اللهتعالی عنهم اجمعين

(لوائح الانوارالبهتيه،ص ۱۳)

یعنی ابو سعید خدری، ابو ہریرہ، انسؓ، ابو ایوب انصاری، ابن عباس، ابو بکر صدیق، ابن عمر، عبدالرحمن، میمونہ، ابو امامہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۵)عن البراء بن عازبؓ عن النبیﷺ قال ياتيه

ملكان فيجلسانه فيقولان لـه من رَبّك فيقـول
ربى الله فيقولان لهٗ مادينك فيقول دينىَ الاسلام
فيقولان لهٗ ماهٰذالرجل الذى بعث فيكم فيقول
هو رسول الله ﷺ فيقـولان وما يدريك فيقول
قرأت كتاب الله فامنت بـه وصدقت فذلك قوله
يثبت الله الّذين اٰمنوا بالقـول الثابت الاية
فينـادى منادٍمن السماء ان صدق عبدى فافـرشوه
من الجنـة والبسوه من الجنةوافتحوالهٗ باباًالى
الجنة فيفتح لهٗ قال فياتيـه من روحها وطيبها
فيفسح لهٗ فيها مدبصره واما الكافرفذكرموته قال
ويعادروحه في جسده وياتيـه ملكان فيجـلسانـه
فيـقـولان مـن رَبُّك فيقـول هـاه هـاه لا ادرى
فيـقـولان مـادينك فيـقـول هـاه هـاه لاادرى
فيقـولان ماهـٰذالرجل الذى بعث فيكم فيقـول
هاه هاه لا ادرى فينـادى منادٍ من السمـاء ان كذب
فافرشـوه مـن النـار والبسـوه من النـاروافتحـوالهٗ
باباً الٰى النـارقال فياتيه من حرّها وسمومها قال
ويضيق عليه قبرهٗ حتّىٰ تختلف فيه اضلاعه ثم
يقيض لهٗ اعمٰى اصم معهٗ مرزبةٌ من حديد لو ضرب
بها جبل لصار تراباً فيضربـه بها ضربـةً فيصيـح
صيحة يسمعهامابين المشرق والمغرب الاالثقلين

فیصیر ترابأثمَّ یعاد فیه الروح۔ (رواہ احمد وابو داؤد)

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان میت کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ ہے' پھر اس سے سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے اسلام' پھر اس سے پوچھتے ہیں یہ کون مرد ہے جو تم میں بھیجا گیا' وہ کہتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں فرشتے اس سے پوچھتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا' وہ کہتا ہے میں نے قرآن حکیم میں پڑھا اس پر ایمان لایا اور اس کو سچ سمجھا اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر آسمان سے ندا آتی ہے میرے بندے نے سچ کہا اس کا اوڑھنا بچھونا جنت سے کر دو اور جنت کی طرف سے اس کے لئے دروازہ کھول دو آپؐ نے فرمایا کہ پھر اس میت کے پاس وہاں کی خوشبو اور ہوا آتی ہے اور اس کی حد نظر تک قبر وسیع کر دی جاتی ہے' اور کافر کے جسم میں بھی روح لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آکر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں تو نہیں جانتا پھر اس سے پوچھتے ہیں یہ کون ہے جو تم میں بھیجا گیا وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا' تو آسمان سے آواز دینے والا کہتا ہے کہ اس نے جھٹلایا اس کا اوڑھنا بچھونا آگ سے بنا دو اور آگ

کی طرف سے دروازہ کھول دو' آپ ﷺ نے فرمایا پھر اسکے پاس آگ کی گرمی آتی ہے اور اس پر قبر اس حد تک تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں پھنس جاتی ہیں پھر اس پر ایک اندھے اور بہرے فرشتے کو مقرر کیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے اگر پہاڑ کو مارے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے وہ اس کو مارتا ہے جس پر وہ اسقدر چیختا ہے کہ سوائے جن و بشر کے سب مشرق و مغرب کی مخلوق سن لیتی ہے پھر وہ مٹی ہو جاتا ہے پھر اس میں روح کو لوٹایا جاتا ہے۔

(۶)وعن جابرؓ عن النبی ﷺ قال اذا دخل المیّت فی القبر مثلت لہ الشمس عند غروبھا فیجلس ویمسح عینیہ ویقول دعونی اصلّی (رواہ ابن ماجہ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے سامنے سورج غروب ہونے کا وقت آجاتا ہے تو وہ قبر میں بیٹھ جاتا ہے اور اپنی آنکھیں ملتا ہے جیسا کہ نیند سے جاگنے والوں کی عادت ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے مہلت دو تاکہ میں نماز عصر ادا کروں۔

(۷)عن عائشةؓ ان النبی ﷺ قال اَمَّافِتْنَةُ الْقَبْرِ فَبِی تُفْتَنُوْنَ وَعَنِّی تَسْأَلُوْن . (کتاب السنۃ، ص ۴۷۲)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قبر کا امتحان تو میرے ہی بارے میں ہے تم سے

میرے ہی متعلق سوال کیا جائے گا۔

(نوٹ) یہ کتاب سلطان عبد العزیز کے ذاتی خرچ سے طبع ہوئی ہے۔

مندرجہ بالا احادیث میں یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتے میت کو بٹھاتے ہیں اس کے جسم میں روح لوٹا دیا جاتا ہے وہ اپنی آنکھیں ملتا ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ تو فرماتے ہیں کہ جسم میں روح لوٹایا جاتا ہے اور جسمانی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور یہی مسلک حق اہل السنت والجماعت کا ہے۔ اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ نے مستقل باب بیان فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ رکھا ہے :- باب ان المیت یسمع حفق نعالھم.

اگر یہ اور اس قسم کی دوسری احادیث ضعیف اور موضوع ہوتیں تو امام بخاریؒ جیسے امام حدیث ان کو درج نہ فرماتے اگر آج کے بعض نئے متحدث ایسی روایات کو موضوع کہہ دیں تو ان کا کیا اعتبار ہے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ میت کو قبر اتنا دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں پھنس جاتی ہیں۔

امام احمد اور ابوداؤد کی روایت میں صاف موجود ہے ثم یعادفیه الروح (ترجمہ) پھر اس میں روح لوٹایا جاتا ہے' اسی روایت میں ہے کہ روح اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے۔ویعاد روحہ' فی جسدہ اور اس کے جسم میں روح کو لوٹایا جاتا ہے۔ فی کا حرف وہاں آتا ہے جہاں بعد والی چیز پہلی کے لئے ظرف (برتن) ہو مطلب یہ ہے کہ روح اس طرح بدن میں لوٹایا جاتا ہے جس طرح برتن میں چیز ڈالی جاتی ہے' اگر برزخی جسم مراد ہوتا تو حضورؐ یہ فرماتے فی جسدہ البرزخی

امام جلال الدینؒ نے فرمایا کہ "روح کا بدن کی طرف قبر میں لوٹایا جانا

سب مردوں کے لئے صحیح احادیث سے ثابت ہے" (کتاب الروح ص ۸۵)

پھر روح ڈالنا کیوں ہے ؟ اس کو بھی سن لیجئے اور یہ وجہ اہلحدیث جماعت کی مترجمہ مشکوٰۃ سے لی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ حیات بعد الموت کے قائل تمام فرقے اور جماعتیں ہیں سوائے چند لوگوں کے۔ پھر روح ڈالی جاتی ہے اس میں یہ شدت عذاب کے لئے اور سزا ہے اس کے منکر ہونے کی عذاب قبر سے۔ (رحمت مہدات ص ۵۷)

شارح مشکوٰۃ مولانا محمد ادریس صاحب سابق استاذ حدیث دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں کہ :۔

"کافر کی روح تو ہمیشہ سب سے نچلے درجے میں قید رہتی ہے مگر مومن کی روح آسمان' زمین اور جنت میں جہاں چاہے سیر کرتی ہے اور عرش مجید کے نیچے لٹکتی ہوئی قندیلوں میں جاکر آرام بھی کرتی ہے مگر اس روح کا تعلق قبر میں بدن سے بھی پورا پورا ہوتا ہے' اسی لئے قبر میں قرآن کا پڑھنا نماز کا پڑھنا دلہن کی طرح آرام اور باعزت سونا' جنت کے اعلیٰ مقامات کو ملاحظہ کرنا یہ سب معاملات اس انسان کے ہاں بالکل سچے سمجھے جاتے ہیں جو اللہ کریم کے احکام اور اس کی قدرت پر ایمان رکھتا ہو" (تعلیق الصبیح ج ۱ ص ۲۲۳)

چنانچہ اہل السنتہ والجماعتہ کا یہ عقیدہ ہے کہ عذاب اور ثواب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے نہ کہ صرف روح کو یا صرف بدن کو ہوتا ہے جیسا کہ :۔

قال النووی مذهب اهل السنة والجماعة اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت عليه دلائل الكتاب

والسنة وتظاهرت به الاحاديث الصحيحة عن النبی ﷺ من رواية جماعة من الصحابة فی مواطن كثيرة ولا يمنع فی العقل ان يعيد الله تعالى الحيوة فی جزء من الجسد ويعذبه واذالم يمنعه العقل به وجب قبوله واعتقاده وقدذكرمسلم والبخاری واصحاب السنن احاديث كثيرة فی اثبات عذاب القبر بالجملة مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر خلافاً للخوارج ومعظم المعتزلة وبعض المرجئة فانهم نفواذلك.

امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب عذاب قبر کے متعلق جو ہے اس پر قرآن کریم اور صحابہ کرام کی پوری جماعت سے کئی جگہ احادیث کے دلائل موجود ہیں اور عقلا بھی یہ بات غلط نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے بدن کے کسی حصہ میں زندگی لوٹا دے جب شرعا اور عقلا یہ بات درست ہے تو اب اس کا قبول کرنا اور اس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے' بخاری و مسلم اور دوسرے محدثین حضرات نے عذاب قبر کے ثبوت میں بہت احادیث ذکر فرمائی ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مذہب ہے البتہ خارجی اور معتزلہ کے اکثر لوگ اور بعض مرجیہ اس کے منکر ہیں۔

(انجاح الحاجۃ علیٰ ابن ماجہ شیخ عبدالغنی المجددی الدہلوی)

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ :۔

ثم السوال عندی یکون بالجسدمع الروح کما
اشار الیه صاحب الهداية۔

(فیض الباری، ج۱، ص ۱۸۲)

میرے ہاں میت سے سوال جسم اور روح دونوں کے ساتھ
ہوتا ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ کے ہاں ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اس عقیدہ کو اپنے فارسی کلام میں فرمایا ہے جو نہایت ہی جامع اور مدلل ہے' اوپر دی گئی مثال کو شاہ صاحبؒ نے بھی ذکر فرمایا ہے' یہ نظم پوری رسالہ "دارالعلوم دیوبند" کے نومبر ۱۹۵۷ء کے شمارے میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

عالم برزخ و تشکّل اعمال

از محدث کبیر علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز

ظاہر و باطن اندر آں ہم چوں نواۃ و نخل داں
نے بعد اویک زدو جنب بجنب دوبدو
رشتہ ایں جہاں بہ تن جامۂ آں جہاں بہ تن
رشتہ برشتہ نخ بہ نخ تار بتار پو بپو
ہست جزاہمو عمل سم کہ خورد شود مرض
بیخ و شجر ہموں ہموں تخم و ثمر چنو چنو
قبر کہ بود داورے سوئے جہان دیگرے
غیب شود شہود ازو دیدہ بدیدہ رو برو
منکشف آں جہاں شود گرچہ دریں جہاں بود
زندگی دگر چنو ذرہ بذرہ مو بمو
مُردن ایں طرف بود زیستن دیگر طرف
روزن بازدیدہ طبقہ بطبقہ تو بتو

منقول از عقیدہ الاسلام مولفہ شاہ صاحبؒ

ترجمہ ارشاد حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

(۱) برزخ میں ظاہر وباطن کو اس طرح سمجھا جائے جس طرح کھجور کی گٹھلی ہوتی ہے جو بظاہر خشک اور بہت چھوٹی نظر آتی ہے مگر در حقیقت اسی میں کھجور کا بہت بڑا پودا پنہاں ہوتا ہے اسے زمین میں بو دیا جائے تو بالکل پورے کا پورا اسی گٹھلی سے نمودار ہوتا ہے' اسی طرح قبر میں میت اپنے اعمال کے ساتھ ایک حقیقت ہے قیامت کے دن انہی اعمال کے ساتھ اسی قبر سے اٹھے گا۔

(۲) جس طرح انسان کی زندگی اس جہان میں اس بدن سے ہے اسی طرح برزخ میں بھی زندگی اسی بدن سے ہوتی ہے ذرہ بھی فرق نہیں ہوتا۔

(۳) جو اعمال کیے وہی جزا کی شکل میں ظاہر ہو جاتے ہیں جیسا کہ زہر کھانے والے پر زہر کا اثر بیماری کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے مگر یہ وہی زہر ہی ہوتی ہے یا جس طرح جس پودے کا بیج بویا جاتا ہے اس کی جڑوں اور پھلوں میں وہی نمودار ہوتا ہے یعنی کڑوے بیج سے کڑوا پودا' کڑوی شاخ' کڑوا پھل اور کڑوی جڑ نکلتی ہے اور میٹھے بیج سے سب کچھ میٹھا نکلتا ہے۔

(۴) قبر ایک مستقل جہان ہے جو چیزیں یہاں نظر نہیں آتیں وہ وہاں سامنے اور روبرو نظر آجاتی ہیں۔

(۵) بظاہر انسان کی قبر اسی جہان دنیا میں نظر آتی ہے مگر اسے قبر میں دوسرا جہان نظر آجاتا ہے' بالکل اسی جہان کی طرح اس جہان کی بھی زندگی ہوتی ہے۔

(۶) جونہی ایک انسان ادھر مرتا ہے ادھر زندہ ہو جاتا ہے اس کو ملنے والی جزا خیر یا سزا کیلئے اس کی قبر میں دریچہ کھول دیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے چند اشعار میں سارا علم کلام سارا علم عقائد بیان فرمادیا جس کا تعلق عالم برزخ سے ہے یعنی قیامت سے پہلے ہی دوسری زندگی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے قبر کو یا میت کو گٹھلی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو ظاہر میں بہت سخت خشک معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت اس میں پورا کھجور کا پودہ موجود ہے اس گٹھلی کو جب بویا جاتا ہے تو پودے کا ظہور ہو جاتا ہے' اسی طرح یہ مردہ قبر سے زندہ ہو کر قیامت کو باہر نکلے گا۔

اسی قبر کو حدیث میں جنت کا باغ یا دوزخ کا گڑھا فرمایا گیا' علماء عقائد نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں ہے جیسا کہ کئی انسانوں کی قبروں میں پھول دیکھے گئے اور کئی انسانوں کی قبروں پر آگ دیکھی گئی۔

(نبراس شرح عقائد نسفی)

(۱) جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے :۔

ولما صلی علیہ ووضع فی حفرتہ فاح من تراب قبرہ رائحۃ طیّبۃ کالمسك وجعل الناس یختلفون الی قبرہ مدّۃ یأخذون من تراب قبرہ ویتعجبون من ذلك۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ۴۹۴)

جب امام بخاریؒ پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور ان کو قبر میں رکھا گیا تو اس سے کستوری کی طرح خوشبو پھیلنی شروع ہو گئی اور یہ سلسلہ کافی دنوں تک رہا لوگ آپ کی قبر مبارک پر آکر اس مٹی کو لے جاتے رہے اور شان خداوندی اور احسان کریمی پر

تعجب کرتے رہے۔

حافظ الحدیثؒ نے اپنی عبارت میں حفرہ کا کلمہ بھی ارشاد فرمایا ہے جس کا معنی گڑھا ہے یہ اس لئے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ گڑھا تو مٹی کا گڑھا ہی تھا امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ کے جسد اطہر کو اس میں اتارنے سے پہلے کوئی خوشبو نہیں تھی لیکن جونہی آپ کے جسد مبارک کو اس میں رکھا گیا تو ارشاد سید دو عالم ﷺ کے مطابق جنت کا دریچہ کھول دیا گیا اور وہ خوشبو اس حد تک موثر اور پائیدار تھی کہ قبر کے تمام ذرات خاکی معطر ہو گئے اور باہر والوں کو بھی خوشبو آنے لگی۔

(۲) اسی پاکستان میں دور حاضر کے ولی کامل مفسر القرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ کا جب وصال ہوا تو تقریباً دو سال تک آپ کی قبر مبارک سے عجیب قسم کی خوشبو آتی رہی جس سے لاکھوں انسانوں نے اپنے دل و دماغ کو ظاہری اور باطنی انوار سے معطر کیا' سائنس دانوں نے تجربہ گاہوں میں اس مٹی کا تجزیہ اور تجربہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ یہ خوشبو کسی دنیاوی مادی چیز کی نہیں بلکہ اس کا تعلق دوسرے جہان سے ہے۔

صحابہ کرامؓ کا فتنہ قبر پر یقین اور اس کا خوف

امت محمدیہؐ کے بہترین گروہ صحابہ کرامؓ کو سید دو عالم ﷺ کے ہر ارشاد پر یقین کامل تھا جو بھی حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے تھے بلا کسی غور و فکر کے اس پر یقین کامل لے آتے تھے' چنانچہ جب سید دو عالم ﷺ نے فتنہ قبر کا ذکر فرمایا تو حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ :۔

(۱) قام رسول اللہ ﷺ خطیباً فذکر فتنة القبر التی یفتن فیها المرء فلما ذکر ذلك ضجّ المسلمون ضجّة حالت بینی وبین ان افهم کلام رسول اللہ ﷺ فلمّا سکنت ضجّتهم قلت لرجلٍ قریبٍ منّی ای بارك اللہ فیك ماذا قال رسول اللہ ﷺ فی آخر قوله قال قال قد اوحی الیّ انکم تفتنون فی القبور قریباً من فتنة الدجال (مشکوٰۃ)

سید دو عالم ﷺ نے اپنے خطاب میں اس فتنہ کا ذکر فرمایا جس سے انسان کو دوچار ہونا پڑتا ہے جونہی حضور انور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا سب مسلمانوں نے اس قدر زور سے رونا اور چلانا شروع کر دیا کہ میں سید دو عالم ﷺ کے ارشاد کا آخری حصہ نہ سمجھ سکی جب مسلمانوں نے سکوت کیا تو میں نے اپنے قریب کے ایک بھائی سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے سید دو عالم ﷺ کے ارشاد کا آخری جملہ کیا تھا اس نے کہا سید دو عالم ﷺ نے فرمایا تحقیق میری طرف وحی کی گئی ہے کہ

تم قبروں میں آزمائے جاؤ گے دجال کے فتنہ کے قریب۔

(ف) اس ارشاد میں وحی کا حوالہ دے کر اس عقیدہ کو مزید ضروری قرار دیا۔

(۲) صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عثمانؓ جب بھی کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اس قدر روتے تھے کہ داڑھی کے بال بھیگ جاتے آپ سے پوچھا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے وقت تو نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر رو پڑتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے یہاں سے اگر نجات پالی تو آگے نجات مل جائے گی...... الخ

(ف) پہلے گذر چکا ہے کہ مرنے کے بعد بدن کی جو بھی حیثیت ہو جائے عذاب و ثواب اسے ملتا ہے اس کی شہادت میں مندرجہ ذیل حدیث پیش کی جاتی ہے۔ ترجمہ حدیث : حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پہلی امت میں ایک مرد نے بہت زیادہ گناہ کئے تھے جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اس کو جلا دو اور اس کی راکھ کا آدھا حصہ تو دریا میں ڈال دو اور آدھا ہوا میں بکھیر دو بخدا اگر وہ اللہ کریم کے قابو میں آگیا تو اس کو ایسی سزا دے گا جو آج تک کسی کو نہ دی ہو گی (یہ اس کا اپنا خیال تھا کہ اس طرح وہ عذاب سے بچ جائے گا) جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اسکی وصیت پر عمل کیا مگر اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ وہ ساری راکھ جمع کر کے پیش کر دے اور خشکی کو بھی اسی طرح کا حکم دیا اس نے بھی سب راکھ کو پیش کر دیا اس سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تو نے یوں کیوں کیا؟ اس نے کہا تیرے خوف سے اور تو جانتا بھی ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں میں ہے)

(ف) ایسی وصیت اسلام میں ناجائز ہے، اور اسکا پورا کرنا بھی ناجائز ہے۔

حیات قبر و عذاب و نعیم پر اعتراضات کے جوابات

از حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

نفاہٗ مطلقا من الخوارج وبعض المعتزله كضرار
ابن عمر وبشرالمريسى ومن وافقهما وخالفهم
فى ذالك اكثر المعتزله وجميع اهل السنۃ
وغيرهم ۔ وقداخذابن جرير وجماعةمن الكرامية
من هذه القصة ان السوال فى القبر انمايقع
على البدن فقط وان اللهيخلق فيه ادراكاً بحيث
يسمع ويعلم ويلذويالم وذهب ابن حزم وابن
هبيرةالى انّ السؤال يقع على الروح فقط من
غيرعودالى الجسد وخالفهم الجمهورفقالوا تعاد
الروح الى الجسداوبعضه كما ثبت فى الحديث
ولوكان على الروح فقط لم يكن للبدن بذلك
اختصاص،ولايمنع من ذلك كون الميّت قدتتفرق
اجزائه لان الله قادرٌعلى ان يعيد الحياة الى
جزءٍ من الجسدويقع عليه السؤال كما هوقادر
على ان يجمع اجزائه والحامل للقائلين بان
السوال يقع على الروح فقط ان الميّت قديشاهد

فى قبره لا اثرمن اقعاد ولاغيره ولا ضيق فى
قبره ولاسعة وكذلك غيرالمقبوركالمصلوب
وجوابهم ان ذلك غيرممتنع فى القدرةبل له
نظيرفى العادة وهوالنائم فانه يجدلذة والما
لايدركه جليسه بل اليقظان قديدرك الماولذة
لما يسمعه اويفكرفيه ولايدرك ذلك وانما اتى
الغلط من قياس الغائب على الشاهد واحوال
مابعد الموت على ماقبله والظاهر ان الله تبارك
وتعالى صرف ابصارالعباد واسماعهم من
مشاهدة ذلك وستره عنهم ابقاء عليهم ان
لايتدافنوا وليست للجوارح الدينويّة قدرةعلى
ادراك امورالملكوت الامن شاء الله وقد ثبت
الاحاديث بما ذهب اليه الجمهور كقوله انه
يسمع خفق نعالهم وقوله تختلف اضلاعه لضمة
القبروقوله يسمع صوته اذاضربه بالمطراق
وقوله يضرب بين اذنيه وقوله نيقعد انه وكل
ذالك من صفات الاجساد وذهب ابوالهذيل ومن
تبعه الى ان الميّت لايشعربالتعذيب ولا بغيره الا
بين النفحتين وقالوا حاله كحال النائم
والمغشى عليه لايحس بالضرب ولابغيره الابعد
الافاقة والاحاديث الثابتةفى السوال حالةتولى

اصحاب المیّت عنه ترد علیهم۔

(فتح الباری شرح بخاری ج ۲۔ ص ۱۸۵، ۱۸۶)

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس سب عقیدہ کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حیات قبر کا خوارج اور بعض معتزلہ (مثلاً ضرار بن عمر اور بشیر المریسی) نے بالکل انکار کر دیا ہے مگر تمام اہل السنۃ والجماعت اور اکثر معتزلہ نے اس کو اسلامی عقیدہ قرار دیا ہے' ابن جریر کرامیہ نے یہ کہا ہے کہ قبر میں سوال صرف بدن سے ہوتا ہے اور اس بدن میں اللہ تعالیٰ یک گونہ قوت ادراک پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ سن سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے اور ابن حزم اور ابن ہبیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ سوال صرف روح پر ہوتا ہے بدن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا مگر جمہور ائمہ مذاہب اور علماء اسلام نے فرمایا کہ روح سارے بدن میں یا بدن کے کچھ حصہ میں لوٹایا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے' اور اگر سوال و جواب صرف روح پر ہوتا تو بدن کا اس کے ساتھ اختصاص ذکر نہ کیا جاتا یہ شبہ نہ کیا جائے کہ میت گل سڑ جاتا ہے اس کے اجزاء بدن مٹی اور راکھ وغیرہ ہو جاتے ہیں بلکہ یہ یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے کہ وہ اس کے بدن کے سب اجزاء کو یا بعض اجزاء کو زندہ کر دے اور جو عقل خام کے پرستار یہ کہتے ہیں کہ سوال و جواب کا تعلق صرف روح کے ساتھ ہے کیونکہ ہم کبھی کبھی دیکھتے ہیں کہ میت کو جس

طرح قبر میں رکھا گیا وہ اسی طرح پایا گیا نہ تو اس کے بدن پر بٹھلانے اور بیٹھنے کا کوئی اثر پایا اور نہ قبر کو تنگ اور وسیع پایا بلکہ جیسا دفن کیا تھا ویسے پایا گیا اسی طرح وہ آدمی جو صلیب لگایا گیا اور صلیب ہی پر مر گیا اس کے بدن پر بھی کوئی ایسا اثر یا علامت نظر نہیں آتی جس سے معلوم ہو تا کہ اس کے بدن سے سوال کیا گیا ہے' ان لوگوں کے شبہات کا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ ممکن ہے بلکہ اس کی نظیر دنیا میں پائی جاتی ہے ایک آدمی نیند میں غم اور خوشی درد اور راحت کو محسوس کرتا ہے مگر اس کے پاس جاگنے والا اس کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی دیکھ سکتا ہے بلکہ زندہ آدمی بھی کبھی کبھی خوشی یا غم محسوس کرتا ہے مگر اس کے پاس بیٹھنے والے دوسرے آدمی کو اس کا احساس اور علم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ خود نہ بتائے' یہ مغالطہ دراصل اس لئے لگا کہ منکروں نے غائب کو حاضر پر قیاس کر کے ناپا اور سمجھنا چاہا اور بعد از موت کے حالات کا دنیاوی حالات کے ساتھ موازنہ کیا' حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زندہ لوگوں کی آنکھیں اور کان اس لئے پھیر لئے اور اموات کے حالات پر پردہ ڈال دیا اس امر کو باقی رکھنے کے لئے کہ لوگ اموات کو دفن کرتے رہیں ان دنیاوی آنکھوں کی یہ طاقت نہیں کہ وہ ماوراء الدنیا کے حالات کا مشاہدہ کر سکیں حالانکہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے جیسا کہ جمہور امت اسلامیہ کا مذہب ہے کہ میت

انکی جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے اور آپ کا یہ ارشاد کہ میّت کی پسلیوں کو آپس میں پھنسا دیا جاتا ہے اور جب اس کو گرزوں کے ساتھ مارا جاتا ہے تو یہ سب مخلوق کو سوائے انس و جن کے سنائی دیتا ہے اسی طرح سید دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد کہ بعض اموات کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے اور یہ ارشاد کہ میت کو وہ دونوں فرشتے بٹھاتے ہیں' یہ سب حالات اور اعمال تو بدن کے ہیں نہ کہ صرف روح کے، اور ابو الہندیل اور اسکے پیروکاروں نے کہا ہے کہ میت کے یہ واقعات اور حالات نیند کی طرح ہیں میت نہ خوشی محسوس کرتا ہے اور نہ درد اور غم مگر صحیح احادیث اس عقیدہ کی تردید کرتی ہیں۔

عذاب جسد مع الروح کی مثال

بعض علماء کرام نے یہ مثال دی ہے کہ ایک باغ میں ایک اندھا اور ایک لولا شل جا پہنچے شل آدمی نے اندھے سے کہا کہ اس باغ کے پودوں کے ساتھ بہت اچھے اچھے پھل لگے ہوئے ہیں مگر میں لنگڑا ہونے کی وجہ سے نہ تو کھڑا ہو سکتا ہوں اور نہ اوپر چڑھ سکتا ہوں' اندھے نے کہا کہ تو میرے کندھوں پر چڑھ جا اور پھل توڑ لے دونوں کھالیں گے کیونکہ میں بوجہ اندھا ہونے کے پھل اور پودے کو نہیں دیکھ سکتا' چنانچہ اس لنگڑے کو اندھے نے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور اس نے چوری کے ساتھ پھل توڑ لئے جو دونوں نے کھا لئے تو اب سزا کے دونوں سزاوار ہیں۔

"اسی طرح بدن اور روح کا تعلق اور نسبت ہے"

(ف) مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حساب و کتاب قبر' ایصال ثواب اور طلب

مغفرت کے ان اسباب پر جو سید دوعالم رحمت کائنات ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں، فقیہ العصر محدث کبیر عارف باللہ، استاذ العلماء خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ سابق صدر مدرس مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کی وصیت سے چند جملے درج کر دینے جائیں آپ نے فرمایا۔

(۱) ہر نماز کے بعد تین دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مجھے بخش دیا کریں اور سال بھر میں ایک دفعہ قرآن شریف ختم کر کے اس کا ثواب مجھے بخش دیا کریں

(۲) میرے دفن کے بعد تھوڑی دیر میری قبر کے پاس دو تین آدمی بیٹھ کر تلاوت قرآن کریں اور میری قبر پر کھجور کی ایک شاخ گاڑ دیں۔

(۳) بسہولت ہو سکے تو مہینہ کے اندر ایک دفعہ یا سال میں میری قبر پر آکر میرے لئے دعائے مغفرت کر لیا کریں اور ہر نماز کے بعد بھی میرے لئے مغفرت کی دعا کر دیا کریں۔

(منقول از تجلیات رحمانی مرتبہ حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب خلف الصدق محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۴۳۶)

ؒ ضلع وتحصیل اٹک کا علاقہ چھچھ علم وفضل کے لحاظ سے بغداد ثانی سمجھا جاتا تھا، قطب ارشاد حضرت گنگوہیؒ کے شاگرد رشید مولانا قطب الدین ہوقت کے عظیم شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتوی، استاذ العلماء مولانا سعد الدین، فقیہ النفس قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، ممتاز مقام کے مالک تھے اسی علاقے کے فخر العلماء جنہوں نے برصغیر کے مرکزی دینی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں صدر مدرس رہ کر دینی روحانی معارف کے دریا بہائے ہیں اور آج عرب وعجم میں ان کے تلامذہ اور مریدان باصفا کا حلقہ بہت وسیع ہے میرے کرم فرما حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہ العزیز بھی تھے۔ الحمد للہ علی احسانہ رزقنا اللہ اتباعہم۔

عذاب ورحمت کا تعلق بدن سے ہے

قرآن و حدیث اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جس طرح یہ بات ثابت ہو گئی کہ برزخی عذاب و ثواب کا محل وقوع یہی قبر ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ یہ عذاب و ثواب اسی بدن کو روح کے ساتھ ہوتا ہے۔ احادیث میں سے جن ارشادات نبوت کو ذکر کیا گیا ہے ان میں

مندرجہ ذیل امور کا بالکل واضح الفاظ میں ذکر ہے :۔

(۱) یعاد روحہ فی جسدہ.	اس کا روح اس کے بدن میں لوٹایا جاتا ہے۔
(۲) یمسح النوم.	قبر میں روح ڈالے جانے کے بعد آنکھوں سے نیند کو دور کرنے کے لئے آنکھوں کو ملتا ہے۔
(۳) دعونی اصلی.	مجھے چھوڑو تاکہ نماز عصر پڑھ لوں۔
(۴) مثلت له الشمس.	اسے قبر میں سورج ڈوبتا ہوا دکھائی دیتا ہے
(۵) تختلف اضلاعه.	قبر اس قدر دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں پھنس جاتی ہیں

یہ اور کئی ارشادات سید دو عالم ﷺ اس امر میں واضح ہیں کہ روح اور جسد دونوں کو راحت اور بصورت دیگر دونوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور یہی عقیدہ اہل السنۃ والجماعت کا ہے جیسا کہ :۔

(۱) علم عقائد وکلام کی مستند کتاب شرح مواقف میں ہے :۔

المقصد الحادی العشراحیأ الموتی فی قبورهم ومسئلة منکرنکیرلهم حق وعذاب القبر للکافر والفاسق کلهاحق عندناواتفق علیه سلف الامة قبل ظهور الخلاف واتفق علیه الاکثرون بعده وانکره ضراربن عمر وبشیر المریسی واکثر المتاخرین من المعتزله والاحادیث الصحیحة الدالةعلیه (عذاب القبر) اکثر من ان تحصی بحیث تواترالقدرالمشترك.

(شرح مواقف مطبوعہ نولکشور، ص ۷۱۵، ۷۱۶)

گیارہواں مقصد مردوں کا قبروں میں زندہ کرنا اور منکر نکیر کا سوال کرنا یہ حق ہے اور کافر اور فاسق کے لئے قبر کا عذاب حق ہے اور اس پر امت کے تمام علماء سلف کا اتفاق رہا ہے بعد میں ضرار بن عمر اور بشیر المریسی اور اکثر متاخرین معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے حالانکہ صحیح احادیث شمار سے زیادہ اس عقیدہ کو بیان کرتی ہیں الفاظ اور طرز ادا اگرچہ علیحدہ علیحدہ ہے مگر قبر کی زندگی پر سب کا اتفاق حد تواتر تک ہے۔

(۲) اسی طرح علم کلام کی بلند پایہ کتاب تجرید الکلام مصنفہ و مولفہ نصیر الحق والدّین محمد بن محمد طوسی میں اور اس کی شرح قوشجی میں اس عقیدہ پر مفصل اور مدلل بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے :۔

المقصد السادس فی المعاد... والحق ان المعاد الجسمانی والروحانی کلاهما واقع فاالمعاد لجسمانی من ضروریات دین محمد(ﷺ) لانه امر ممکن اخبربه الصادق فیجب الایمان والتصدیق به۔(ص ۴۱۶، ۴۱۷) تجرید الکلام و شرح للقوشجی مطبوعہ تبریز)

(ف) ضرار بن عمر کے متعلق حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ :۔

"ہارون الرشید کے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسفؒ کے پاس آیا کرتا تھا جب آپ کو معلوم ہوا کہ اس نے حیات قبر کا انکار کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں اس کو صلیب لگادوں گا چنانچہ وہ ڈر کر بغداد سے بھاگا اور امام ابو یوسفؒ کی زندگی میں واپس نہیں آیا"

(فیض الباری از شاہ صاحبؒ باب ماجاء فی عذاب القبر)

(۳) فقہ اکبر مرتبہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں فرمایا :۔

"وسوال منکرو نکیر فی القبر واعادة الروح الی العبد فی قبره حق"

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں فرمایا ہے،

واعلم ان الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالی یخلق فی المیّت نوع حیاة فی القبر قدر مایتلذذاو یتألم۔

اور تو جان لے کہ علماء حق کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے بدن میں قبر میں ایک قسم کی زندگی پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ آرام بصورت نجات کے اور دکھ بصورت عذاب

کے محسوس کرتا ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

علم عقائد کی مشہور کتاب عقائد نسفی جو درس نظامی میں داخل ہے اور جس پر اس زمانے کے تمام عالم اسلامی (بخارا، ترک، شام، دمشق، ماوراء النہر وغیرھا) نے تصدیق کی یعنی اس کتاب میں مذکورہ عقائد جمہور اہلسنت کے ہیں اس میں واضح موجود ہے :۔

عذاب القبر للكافرين وبعض المؤمنين ونعيم اهل الطاعة في القبربما يعلمه الله تعالى ويريده وسوال منكر نكير ثابت بالدلائل السمعية

کافروں اور نافرمان مسلمانوں کے لئے قبر کا عذاب اور مطیع بندوں کے لئے قبر کی وہ نعمتیں جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور جو چاہے گا اس طرح سے منکر نکیر کے سوالات ثابت اور حق ہیں جیسا کہ جناب رسول کریم ﷺ سے سنا گیا ہے۔

(نوٹ) عقائد نسفی کی شرح، شرح عقائد تمام دینی مدارس میں داخل نصاب ہے اور علم عقائد کے طلباء کو پڑھائی جاتی ہے' شرح عقائد نسفی میں ہے ۔

وبالجملة الا حاديث في هذه المعنى وكثيرمن احوال الاخرة متواترة المعنى وان لم يبلغ احادها حد التواتر وانكرعذاب القبربعض المعتزله.

خلاصہ یہ ہے کہ حیات قبر کے بہت سے حالات کے متعلق احادیث معنی کے اعتبار سے متواتر ہیں اور بعض معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔

اور یہ عقیدہ احادیث میں جن صحابہ کرام نے جناب رسول اکرم ﷺ سے سن کر بیان کیا ہے ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔ عمر بن الخطاب، عثمان بن عفان، انس بن مالك، براءتميم داری، ثوبان، جابربن عبدالله، حذيفه عبادة بن الصامت، عبدالله بن رواحه، عبدالله بن عباس، عبدالله بن عمر، عبدالله بن مسعود، عمرو بن العاص، معاذ بن جبل، ابوامامة، ابوالدردا، ابوهريرة، عائشه صديقه رضى اللہ تعالىٰ عنهم اجمعين.(نبراس شرح، شرح عقائد)

اس حیات کا مطلب یہ نہیں کہ قبر میں یا اس کے باہر کوئی دوسرا ہوائی بدن بنایا جاتا ہے بلکہ اسی بدن میں روح کو لوٹایا جاتا ہے۔

ان الاحاديث الصحيحة ناطقة بان الروح يعاد فی الجسد عندالسوال. (نبراس، ص ۳۲۲)

صحیح احادیث بتا رہی ہیں کہ روح جسم میں سوال کے وقت لوٹا دیا جاتا ہے۔

اگر روح بدن میں نہ ڈالا گیا تو سوال کس سے ہے اور حیات کے ساتھ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اب کھائے پیئے دوڑے چلے بلکہ ان امور کے بغیر بھی تو حیات ہو سکتی ہے کیا ماں کے رحم میں بچہ زندہ ہوتا ہے یا نہیں پھر دو ڈھائی سال بھی زندہ رہتا ہے مگر اس سے افعال اختیاریہ صادر نہیں ہوتے۔

يكون حينئذٍ حيّاً لاجماداً محضاً وليس الحيوة منحصرة فيمن يفعل الافعال الاختيارية.

اس وقت (قبر) کے اندر وہ مردہ زندہ ہو جاتا ہے مٹی پتھر وغیرہ نہیں ہوتا اور زندگی کا مطلب صرف یہی نہیں کہ وہ

اختیاری کام کرے یعنی کھانے پینے چلنے پھرنے کا نام زندگی نہیں ہے۔ (نبراس، ص ۳۲۱)

اسی لئے جناب حافظ قرآن والحدیث ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روح قبر میں انسان کے اوپر آدھے والے حصے میں داخل ہوتا ہے۔ (نبراس)

(نوٹ) (نوح بن مصطفیٰ حنفی م ۱۰۷۰ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام رسالة فی عودالروح الی الابدان عند السوال ہے اس میں اس عقیدہ کے سب دلائل کو جمع کر دیا ہے۔

یہ یاد رہے کہ قبر میں سوال وجواب کے لئے حیات دوبارہ عطا کی جاتی ہے اور پھر اس کے بعد نیک انسان کے لئے بدنی راحت اور برے کے لئے بدنی سزا دی جاتی ہے اسی لئے سارے بدن کا قبر میں دوڑنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا ضروری نہیں ہے علم عقائد کی مشہور معتبر کتاب المسامرہ میں ہے :۔

وغایته مایقتضی اعادة الحیوة الی الجزء الذی به یفهم الخطاب وردالجواب والانسان قبل موته لم یکن یفهم بجمیع بدنه بل بجزء من باطن قلبه

آخری بات یہ ہے کہ انسان کے بدن کے اس حصے میں دوبارہ زندگی آجاتی ہے جس سے وہ بات سمجھ سکے اور جواب دے سکے انسان موت سے پہلے بھی تو سارے بدن کے ساتھ نہیں سمجھتا بلکہ وہ تو دل کے ادراک کے ساتھ سنتا اور سمجھتا ہے۔ (المسامرہ ص ۱۱۳)

چنانچہ شرح عقائد کی شرح ابوالمعین میں ہے کہ :۔

"روح جسم گوشت سب کو دکھ محسوس ہوتا ہے اگر بدن مٹی ہو جائے تب بھی روح کا تعلق اسی مٹی سے ہوتا ہے اور اس میں عذاب ہوتا ہے"۔

اس طرح جس انسان کو درندے کھا جاتے ہیں اس کو وہاں درندوں کے پیٹ میں عذاب ہوتا ہے۔

شرح عقائد کی مشہور شرح خیالی میں ہے کہ :۔

"انسان کے بدن میں ہزاروں کیڑے موجود ہیں اور وہ انسانی بدن میں دکھ، بیماری، موت سے دوچار ہوتے رہتے ہیں مگر انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا"

کتاب الوسیلہ الاحمدیہ شرح الطریقہ المحمدیہ میں ہے :۔

وانکر عذاب القبربعض المعتزله والروافض لان المیت جماد لاحیاۃ ولا ادراك له فتعذبه محال الجواب انهٗ یجوز ان یخلق الله فی جمیع الاجزاء اوفی بعضهانوعامن الحیوة قدر مایدرك الم العذاب اولذّة النعیم۔

بعض معتزلہ اور روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے کہ میت صرف ایک بے جان چیز ہے اس کو عذاب دینا بیکار ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات درست اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے سارے بدن میں یا بدن کے کچھ حصے میں ایسی زندگی پیدا کر دے جس سے سزا کا دکھ اور نعمت کی لذت کو محسوس کر سکے۔

قاضی سراج الدینؒ نے قصیدہ امالیہ میں فرمایا ہے ۔

وفی الاجداث عن توحید ربی یبلی کل شخص بالسوال
والکفار والفسّاق بعضا عذاب القبر من سوء الفعال

(ترجمہ) اور قبور میں میرے رب کی توحید کے متعلق ہر شخص سے سوال کیا جائے گا اور کفار اور نافرمان بعض مسلمانوں کے لئے بھی عذاب قبر ہو گا۔

(ف) کتاب التبصیر امام ابوالمظفر الاسفرائنی کی تصنیف ہے جو پانچویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم تھے' یہ کتاب ۱۹۵۵ء میں پہلی دفعہ مصر سے شائع ہوئی اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے تمام عقائد کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے بڑی مفید اور جامع کتاب ہے۔

انہی علامہ اسفرائنیؒ نے عقائد اہل سنت والجماعت میں سے عقیدہ ۳۹ بیان کرتے ہوئے فرمایا :۔

واخبرانهم یحیون فی القبور وقد ورد فی معنی لاحیاء الموتی فی القبورمالایحصی من الای والاخبارو الاثار.(کتاب التبصیر ،ص ۱۵۸)

یعنی جناب رسول اکرم ﷺ نے خبر دی ہے کہ لوگ قبور میں زندہ کئے جاتے ہیں اور اس عقیدہ کو اس قدر آیات قرآنیہ 'احادیث اور اقوال صحابہؓ نے بیان کیا ہے جن کا مجموعی شمار مشکل ہے۔

اس مدلل و مفصل بیان سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ قبر میں حیات جسم اور روح دونوں کو ہوتی ہے اور روح بدن کو پوری طرح نہیں چھوڑتا بلکہ اس

کا تعلق بدن سے باقاعدہ رہتا ہے ورنہ عذاب و ثواب کے کیا معنی ؟

دور حاضر کے مشہور مفکر فلسفہ ولی اللہی کے صحیح ترجمان حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے فرمایا ہے :۔

"جو شخص یہ کہتا ہے کہ انسان کا مخصوص نفس جسے عام اصطلاح میں نفس نطقیہ کہا جاتا ہے موت کے بعد مادے کو بالکل چھوڑ دیتا ہے وہ غلطی کرتا ہے یعنی صورت کا مادہ کے بغیر موجود ہونا ممکن ہے" (شرح حجۃ اللہ ص ۳۲۹)

کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ حیات قبر کا مشاہدہ بھی کرا دیتے ہیں جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے معجزۂ احیاء الموتیٰ کا ذکر فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ فرما دیتے ہیں اور قبروں سے بھی زندہ کر کے نکال دیتے ہیں جیسا کہ قرآن عزیز نے فرمایا ۔

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ (سورۃ المائدہ ۱۱۰)

اور جب تو مردوں کو قبروں سے (زندہ) نکال رہا تھا میرے اذن سے۔

چنانچہ معتبر تفاسیر میں ہے کہ آپ نے چار مردوں کو قبروں سے زندہ نکالا جن میں سے ایک نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بھی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی ہزار سال پہلے فوت ہو چکے تھے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی قبر پر آئے اور اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم پڑھ کر ان کو پکارا تو سام قبر سے باہر آگئے جبکہ آپ کے سر کے بال آدھے سفید ہو چکے تھے سام نے فوراً پوچھا کیا قیامت قائم ہو گئی ہے ؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں قیامت تو ابھی قائم نہیں ہوئی

بلکہ میں نے تجھے اسم اعظم کی برکت سے بطور معجزہ کے زندہ کیا ہے پھر اس سے فرمایا کہ تو مر جا سام نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے سکرات موت سے بچالے چنانچہ آپ نے دعا کی اور وہ فوت ہو گئے۔

(ف) یہ روایت تفسیر معالم التنزیل بغوی کی سورہ آل عمران میں موجود ہے جو کہ علماء تفسیر کے ہاں معتبر ہے اور اس کی ایک طباعت سلطان عبدالعزیز السعود کے ذاتی خرچ سے بھی ہوئی ہے۔

اور مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں یوں فرمایا ہے :۔

"وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی. ای تد عوهم فيقومون من قبورهم باذن الله وقدرته وارادته و مشيته"

اور مفسر ابن حاتم نے یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بطور معجزہ کے کسی مردہ کو زندہ کرنا چاہتے تو پہلے دو رکعت نفل اس طرح پڑھتے کہ پہلی رکعت میں تبارك الذى اور دوسری میں الم السجده پڑھتے اور پھر فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کہتے اور اللہ تعالیٰ کے سات نام یاقدیم ،یاخفی، یادائم، یافرد، یاوت، یااحد، یاصمد پڑھ کر دعا فرماتے تو مردہ زندہ ہو جاتا۔(ابن کثیر سورۃ المائدہ)

(ف) جب قبر میں سوال وجواب ہوتا ہے تو میت کے ساتھ عقل وہوش بھی رہتا ہے تب ہی تو وہ جواب دیتا ہے۔ مسلمان سوالات کا وہی جواب دیتا ہے جو اس نے دنیاوی زندگی میں سیددوعالم ﷺ کے ارشادات میں سنا تھا اور کافر ان جوابات سے محروم رہتا ہے امام الانبیاء ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے :۔

(منکر نکیر) آئیں گے ان کے دانت اتنے لمبے ہوں گے کہ زمین کھودیں گے' لمبے لمبے بال ہوں گے' آنکھوں میں بجلی کی چمک اور آواز میں رعد کی کڑک ہو گی' ان کے پاس اتنے بھاری ہتھوڑے ہوں گے کہ زمین کے سارے آدمی بھی مل کر ان کو نہ اٹھا سکیں گے' یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا وانا علی ماانا علیہ الیوم یعنی کیا حضورؐ میں اس وقت بھی اسی حالت میں ہوں گا جس میں آج ہوں' حضور انور ﷺ نے فرمایا وانت علی ماانت الیوم یعنی تو جس حال میں آج ہے اسی حالت میں اس وقت بھی ہو گا۔ تو پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا اذا اکفیھما انشاء اللہ یعنی پھر تو میں انشاء اللہ ان کے لیے کافی ہوں گا۔

یہ روایت محدث کبیر عبدالرزاق بن ہمام (م ۲۱۱ھ) کی کتاب المصنف ج ۳ ص ۵۸۳ میں ہے جو کہ ابھی حال ہی میں طبع ہوئی ہے۔

اسی طرح امام ابوداؤد نے اپنی مستقل کتاب کتاب البعث میں اور امام بیہقیؒ نے باب عذاب القبر میں روایت کیا ہے۔

امام منذریؒ (م ۶۵۶ھ) نے اپنی مقبول اور مستند کتاب الترغیب والترھیب میں اس روایت کو عبداللہ بن عمرؓ سے یوں روایت کیا ہے کہ سیددوعالم ﷺ کا یہ ارشاد سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا اترد علینا عقولنا یا رسول اللہ (ترجمہ) کیا ہم پر ہمارے عقل پھر واپس لوٹا دیئے جائیں گے" تو سیددوعالم ﷺ نے فرمایا نعم کھیئتك الیوم (ترجمہ) ہاں جس حال اور جس شکل میں تو آج ہے"۔

امام منذریؒ نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد مزید فرمایا ہے رواہ احمد من طریق ابن الھیعۃ والطبرانی بسند جید۔

اسی طرح یہ روایت علم کلام اور عقائد کی مستند کتب میں بھی موجود

بلکہ موت کے ورود پر اگرچہ زندہ لوگ قریب المرگ آدمی کو مردہ اور اس جہان سے بے خبر سمجھتے ہیں مگر ان کو بھی خبر اور اطلاع ہوتی ہے جیسا کہ :۔

"جب عبداللہ بن رواحہؓ پر بیہوشی طاری ہو گئی (اور یوں سمجھا گیا کہ اب ان کی موت واقع ہو گئی) تو ان کی بیوی نے ان پر بین کرنے شروع کر دیئے اور ان میں ان کے اوصاف اور بہادری کی باتیں کہنی شروع کر دیں مگر اس وقت ان کی موت واقع نہیں ہوئی بلکہ ہوش میں آگئے تو گھر والوں سے کہا کہ جو جو باتیں تم نے میری مدح سرائی میں کہی ہیں مجھ سے باز پرس ہوتی گئی کیا تو ایسا ہے؟ کیا تو ایسا ہے؟ مگر میں نے جواب دیا کہ میں ایسا نہیں ہوں"

(المصنف ج ۳ ص ۵۲۳)

اسی طرح جب حضرت ابو بکر صدیقؓ پر موت کی غشی طاری ہو گئی تو آپ کی لخت جگر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے روتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

من لایزال دمعه مقنعا لابديوما انه مهراق

(ترجمہ) جس کی آنکھ سے کبھی بھی آنسو نہ نکلا ہو وہ بھی ایک نہ ایک دن آنسو بہائے گا۔

تھوڑی دیر بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ جب ہوش میں آگئے تو آپ نے قرآن عزیز کی یہ آیت پڑھی :۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَاكُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ

اور آگئی موت کی بے ہوشی ساتھ حق کے یہ وہ ہے جس سے

تو ملتا رہا۔ (ق ۱۹) (المصنف ج ۳ ص ۵۶۴)

اسی طرح جن نیک اعمال کی سید دو عالم ﷺ نے برکات اور ثواب کا ارشاد فرمایا ہے کبھی کبھی ان کا ظہور محسوس طور پر ہوا ہے جیسا کہ سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مسلمان سورہ الملک کی تلاوت کرے گا یہ سورت اس کی شفاعت کر کے بخشوا دے گی۔ (مشکوٰۃ)

اس ارشاد گرامی کا مشاہدہ زمانہ اقدس سید دو عالم ﷺ میں یوں ہوا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ایک صحابی نے ایک جگہ کو خالی سمجھ کر اپنا چھوٹا سا خیمہ لگا دیا مگر اچانک اس جگہ سے ایک انسان کی سورۃ الملک پڑھنے کی آواز آئی جسے یہ سنتا رہا۔ یہاں تک کہ سورۃ پوری پڑھی گئی جب دربار سید دو عالم ﷺ میں حاضر ہوا تو یہ واقعہ عرض کیا آپؐ نے فرمایا ھی المانعة ھی المنجیة تنجیه من عذاب اللّٰہ یعنی یہ سورۃ عذاب کو روکتی ہے عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے' یہ روایت ترمذی میں موجود ہے جس کو مشکوٰۃ میں نقل کیا گیا ہے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے التکشف میں اس سے استدلال کیا ہے کہ :۔

(ف) حال کشف القبور :۔ کشف القبور کبھی بلا قصد و اکتساب ہوتا ہے جیسے ان صحابی کو ہوا اور کبھی کسب اور ریاضت سے ہوتا ہے بہر حال حدیث سے کشف القبور کا وقوع معلوم ہوا۔ فیض باطنی از اہل قبور۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان صحابی کو بواسطہ صاحب قبر کے پہنچا اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے۔

(التکشف مطبوعہ ۱۳۴۲ھ ص ۴۴۳)

اسی طرح سید دو عالم ﷺ نے نماز کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ

وَالصَّلوٰةُ نُورٌ۔ اور نماز نور اور روشنی ہے' یعنی قبر میں روشنی ہو گی اور قیامت کے دن بھی روشنی ہو گی جب کہ نماز کے لئے وضو کرنے والوں کے اعضاء وضو چمکیں گے' اس کا مشاہدہ زندگی میں بھی ہو تا رہتا ہے جیسا کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز نے حضرت ابوالحسن علی نوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے بدن سے کئی بار انوار کا مشاہدہ ہو تا تھا' اور اہل اللہ کے مزارات سے انوار ظاہر ہوتے رہتے ہیں

(امداد السلوک ص ۸۶)

(ف) یہ رسالہ دراصل رسالہ مکیہ مولفہ قطب الدین دمشقی (م ۸۰ے ھج) کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے

چند واقعات پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ ایسے واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں' اگر اس قبر کے ساتھ اب میت کے اعمال اور حساب کتاب کا کوئی تعلق نہیں تو ان مشاہدات کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے' عقل ناقص کے پرستاروں کا محدود اور ناقص علم امت کے لئے راہ ہدایت نہیں بلکہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کے ارشادات عالیہ نہ صرف مشعل راہ ہدایت ہیں بلکہ ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

سید دو عالم ﷺ کا مشاہدہ فرمانا

سابقہ روایات میں سید دو عالم ﷺ کا ارشاد گذر چکا ہے کہ بعض قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے اس کے متعلق حضور انور ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ سفر کرتے ہوئے مشاہدہ فرما کر صحابہ کرام کو اس کی اطلاع بھی دی ہے۔ جیسا کہ :۔

(۱)عن ابن عباسؓ قال مرالنبی ﷺ بقبرین فقال انهما ليعذّبان ومايعذبان فی كبيرا مااحدهما فكان لايستتِرْمن البول فی روايةلمسلم لايستنزه من البول واما الاخر فيمشى بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبةً فشقها بنصفين ثم غرزفی كل قبر واحدةً قالـوا يارسول الله ﷺ لـم صنعـت هـذا فقال لعله ان يخفف عنهمامالم يبسا.(متفق عليه)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ کا گذر دو قبروں پر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسے گناہ میں نہیں دیا جارہا جو بڑا ہو (یہ بڑا نہ سمجھتے تھے) ایک تو پیشاب کرتے وقت پردہ نہ کرتا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پاکیزگی نہ کرتا تھا اور دوسرا چغلی لگانے والا تھا' پھر رحمت دو

عالم ﷺ نے ایک سبز ٹہنی لی اور اس کو درمیان سے چیر کر دو
حصے کر دیا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑھ دیا صحابہ کرام نے
اس کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا شاید ان کے خشک ہونے
تک ان پر عذاب میں کمی آجائے۔

(ف۱) یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں میں ہے اور امام بخاریؒ نے باب الجرید علی القبر بیان فرمایا ہے اور اس میں اس حدیث کے ساتھ بریدہ اسلمیؓ کی وصیت نقل فرمائی کہ انہوں نے اپنی قبر میں دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔

(ف) رحمت دو عالم ﷺ نے اپنی امت کو عذاب قبر سے بچنے کے لئے فرمایا۔

اتقوا البول فانه اول مايحاسب به العبدفي القبر

(ترجمہ) پیشاب کی تلویث سے بچو کیونکہ قبر میں سب سے اول بندے سے اسکے بارہ میں حساب کیا جاتا ہے۔ (رواہ الطبرانی)

(۲) سید دو عالم ﷺ نے کفار کی قبروں میں بھی عذاب قبر کا مشاہدہ فرمایا جس عذاب کو آپ کے اس خچر نے دیکھا جس پر آپ سوار تھے چنانچہ مندرجہ ذیل روایت اس کی شہادت میں درج کی جاتی ہے

عن زيد بن ثابتؓ قال بينارسول اللهﷺفي
حائط بني النجارعلى بغلةله اذاحارت به فكادت
تلقيه واذا اقبر ستة اوخمسة فقال من يعرف
اصحاب هذه الاقبرقال رجل انا قال فمتى ماتوا
قال في الشرك فقال ان هذه الامة تبتلى في
قبورها فلولا ان لاتدافنوالدعوت الله ان يسمعكم
من عذاب القبرالذى اسمع منه ثم اقبل علينا

بوجهه فقال تعوذوا باللهمن عذاب النار قالوا نعوذ بالله من عذاب النار قال تعوذوا بالله من عذاب القبر قالوا نعوذبالله من غذاب القبر قال تعوذوابالله من الفتن ماظهرمنها ومابطن قالوا نعوذ بالله من الفتن ماظهرمنها ومابطن قال تعوذوا بالله من فتنة الدجال قالوانعوذ بالله من فتن الدجال.(رواہ مسلم ومشکوۃ)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ہم سید دو عالم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے جبکہ آپ اپنے خچر پر سوار تھے قبیلہ بنو النجار کے ایک باغ سے جب ہمارا گذر ہوا تو آپ کا خچر اس خطرناک طریقہ پر بدکا قریب تھا کہ حضور انور ﷺ گر پڑتے اس جگہ پانچ یا چھ قبریں سامنے نظر آئیں سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کوئی ان قبروں میں دفن کئے ہوئے آدمیوں کو جانتا ہے؟ ایک مرد نے کہا کہ میں جانتا ہوں اس پر حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ یہ کب مرے ہیں تو اس آدمی نے عرض کیا حالت شرک مرے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ انسانوں کو مرنے کے بعد قبر میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اگر تم مردوں کو دفن نہ کرتے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا کہ تم کو اس عذاب میں سے کچھ سنا دے جو میں سن رہا ہوں' پھر حضور انور ﷺ نے ہماری طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو آگ کے عذاب سے صحابہ کرام نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں

آگ کے عذاب سے حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی پناہ
مانگو قبر کے عذاب سے ہم نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے
ہیں قبر کے عذاب سے آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو ہر
قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے صحابہ کرامؓ نے کہا ہم اللہ
تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں
سے، حضورؐ نے فرمایا اللہ کی پناہ مانگو دجال کے فتنہ سے ہم نے
کہا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں دجال کے فتنہ سے۔

(ف) اس حدیث کے راوی اگرچہ زیدؓ بن ثابت ہیں (جو کہ قرآن کریم کی کتابت کرنے والی کمیٹی کے رکن ہیں) مگر اس حدیث میں پایا جاتا ہے کہ آپ کے ساتھ کئی صحابہ کرامؓ تھے۔ اسی طرح حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو وہ تم کو وہ عذاب سنا دے جو میں سن رہا ہوں۔ اسی طرح آپؐ نے آگ کے عذاب سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا اور بعد میں عذاب قبر کا ذکر فرمایا کیونکہ آگ کا عذاب قبر میں ہوتا ہے، باطنی فتنہ سے مراد عقیدہ کا فتنہ ہے اور دجال سے مراد ہر دھوکہ دینے والا بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

(۳) عن ابی سعیدالخدری رضی اللّٰہعنہ قال
کنت مع رسول اللّٰہ ﷺ فی سفرٍ وھویسیرعلی
راحلتہٖ فنفرت فقلت یارسول اللّٰہ ماشان
راحلتك نفرت قال انھاسمعت صوت رجلٍ یعذب
فی قبرہٖ فنفرت لذالك۔

(جمع الفوائد ص:۲۴۲ بحوالہ معجم اوسط للطبرانی)

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں

سید دو عالم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا جبکہ آپؐ اپنی سواری پر تھے کہ اچانک وہ بدک پڑی اور آگے قدم نہ بڑھایا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی سواری کیوں بدک گئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قبر میں ایک مرد کو عذاب ہو رہا ہے اس کی آواز کو سن کر بدک گئی اور رک گئی۔

تنبیه :۔ صحیح احادیث میں ثقہ اور معتبر راویوں سے مندرجہ بالا روایات نقل کی گئی ہیں کہ اسی جہان کے چارپائے عذاب قبر کو دیکھتے ہیں اور قبر کی چیخ و پکار کو سنتے ہیں افسوس ہے کہ یہاں بھی اس فرقہ نے عجیب بات کہی کہ :۔

المرادمن يليه الملٰئكة ومن يتعلّق بذلك العالم لاالبهائم وحشرات الارض كمافهم بعضهم.

(الہام الباری، ص ۷۵)

اس سے مراد وہ مخلوق ہے جو اس کے قریب ہے فرشتے اور جو اس جہان (برزخ) کے متعلق ہیں زمین کے چارپائے اور حشرات مراد نہیں ہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھ لیا ہے۔

افسوس ہے کہ یہ لوگ کس قدر ضد میں آکر صحیح حدیث کا انکار کر رہے ہیں' سید دو عالم ﷺ کا خچر مبارک اور آپ کی سواری اس زمین پر تھی یا عالم برزخ میں تھی؟ اللهم انی اعوذبك من الفتن ماظهر منهاوما بطن.

کیا برزخ میں بھی چارپائے ہوتے ہیں؟ کیا سید دو عالم ﷺ کا بغل جس پر آپؐ سوار تھے وہ عالم برزخ میں تھا یا اسی زمین پر تھا؟

حافظ الحدیث شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانی ؒ نے کئی روایات کو ذکر فرمایا ہے جس میں تصریح ہے کہ يسمعه كلّ دابةٍ الّاالثقلين ..يسمعه

من بین المشرق والمغرب امام ابن حجر اور دوسرے جلیل القدر محققین شراح الحدیث نے فرمایاان البهائم تسمعه اور قبر سے مراد بھی یہی زمین والی قبر ہے جیسا کہ علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی پارہ ۳۰ سورۃ عبس کی آیت ۳۱ کی تفسیر میں فرمایا:۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ای جعلهٗ ذاقبرتواری فیه جیفته تکرمةً لهٗ ولم یجعله مطروحاً علی الارض والمراد من جعله ذا قبرامره عزوجل بدفنه یقال قبر المیّت اذادفنه بیده ،الخ

پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مارا اور پھر اس کو قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا یعنی اس کی لاش کو قبر میں چھپانے کا حکم دیا جس میں آدمی کا احترام ہے حیوانات کی طرح زمین پر نہیں پھینکا۔(ازافادات مولانا شمس الحق افغانی قدس سرہٗ)

برزخی واقعات کا مشاہدہ کرانا

امام حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں سید دوعالم ﷺ کے نور نظر حضرت قاسم علیہ السلام کا چھوٹی عمر میں وصال ہو گیا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے افسوس کرتے ہوئے دربار نبوت میں عرض کیا کہ قاسم نے ابھی تک میرا دودھ بھی پورا نہیں پیا تھا اور دنیا سے اٹھالیا گیا اگر اللہ تعالیٰ اس کو مدت رضاعت پوری کرنے کے بعد اٹھالیتے تو بہتر ہوتا سید دوعالم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس کی مدت رضاعت جنت میں پوری کر دی جائے گی حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا اگر مجھے اس کا علم ہو جائے تو میرے درد و غم میں کمی

آجائے گی اس پر سید دوعالم ﷺ نے فرمایا۔

ان شئت دعوت اللہ تعالیٰ فاسمعک صوتہ۔

اگر تو چاہتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تاکہ وہ تجھے اس کے دودھ پینے کی آواز سنادے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے عرض کیا:۔

بَلْ اُصَدِّقُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (ترجمہ) مجھے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی بات پر پورا یقین ہے۔

(ف) یہ روایت صحاح ستہ کی مشہور کتاب "سنن ابن ماجہ" کے باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی ابن رسول اللہ ﷺ و ذکر وفاتہ میں موجود ہے جو کہ سنن ابن ماجہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے ص ۱۱۰ پر ہے۔

انسانوں کا عذاب کو دیکھنا

کبھی کبھی یوں بھی ہو جاتا ہے کہ قبر میں ہونے والے عذاب کو زندہ لوگ مشاہدہ کر لیتے ہیں ایسے کئی واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ مدینہ منورہ کی مستند تاریخ وفاء الوفاء مرتبہ علامہ نور الدین سمہودی قدس سرہ العزیز (م ۹۱۱ھ) نقل کیا جاتا ہے:۔

"۶۰ھ میں جب یزید کے عامل مسلم بن عقبہ مری نے مدینہ منورہ کو آخری تین دن تاراج کیا' لوگوں سے یزید کے لیے بیعت لی' ایک آدمی کے انکار پر اس کو بھی قتل کر دیا' اس کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر مسلم میرے ہاتھ لگا خواہ زندہ یا مردہ تو میں اس کو جلاؤں گی' چنانچہ مسلم جب مدینہ منورہ

سے واپس لوٹا تو راستہ ہی میں مر گیا جب مقتول کی والدہ کو اس کا علم ہوا تو وہ چند غلام ساتھ لے کر اس کی قبر پر پہنچی اور اس کی قبر کو سر کی جانب سے کھدولیا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہوا اس کے ناک کو چوس رہا ہے، چنانچہ اس جگہ کو چھوڑ کر پاؤں کی جانب سے کھودا تو اس طرف بھی ایک سانپ اسکے پاؤں میں لپٹا ہوا اسے ڈس رہا ہے"۔۔الخ (جلد اول ص ۱۳۵)

خلفائے راشدین کے زرّین ارشادات

☆ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا:۔بندہ میں جب دنیا کی کسی زینت سے غرور آجاتا ہے تو جب تک اس زینت سے جدائی اختیار نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو دشمن رکھتا ہے۔

☆ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:۔ فانی کا نقصان کرنا باقی (آخرت) کے نقصان کرنے سے تمہارے لئے بہتر ہے۔

☆ حضرت عثمان غنیؓ کا گزر جب کسی قبرستان کے قریب سے ہوتا تو اتنا روتے کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور فرماتے قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر اس سے بچ گیا تو اگلی منزل آسان ہے۔

☆ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ بندہ کو اپنے مالک کے سوا کسی سے امید نہ رکھنی چاہئے اور اپنے گناہ کے سوا کسی سے ڈرنا نہ چاہئے۔

قبر کی راحت و عذاب فقہ حنفی میں

چونکہ برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت فقہ حنفی کی مقلد ہے اس لئے فقہ حنفی سے بھی کچھ حوالے درج کئے جاتے ہیں۔

فقہ حنفی کے مدون حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قرآنی آیت سے اس کا استدلال فرمارہے ہیں جبکہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت حمادؒ نے آپ سے عذاب قبر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قبر کا عذاب (نافرمانوں کے لئے) حق ہے' آپ کے صاجبزادے نے اس کی دلیل پوچھی تو آپ نے قرآن عزیز کی سورہ الطور کی آیت نمبر ۴۷ تلاوت فرمائی :-

وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْاعَذَابًادُوْنَ ذَالِکَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ ۰

اور ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالٰی کے نافرمان ہیں ایک عذاب ہے اس عذاب سے پہلے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قیامت کے عذاب سے پہلا عذاب عذاب قبر ہے۔ (التمہید لابی الشکور السالمی ص ۱۲۸) (یہ کتاب علاؤالدین خلجی کے زمانہ میں داخل نصاب تھی)

علم عقائد میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مستند تالیف فقہ اکبر کی شرح میں ملا علی قاری حنفی مفسر القرآن وشارح مشکوۃ شریف نے یہ فرمایا ہے کہ

ولیس السوال فی البرزخ للروح وحد ھاکماقال

ابن حزم وغیره وافسدعنها قول من قال انّهٗ للبدن بلاروح والاحادیث الصّحیحة ترد القولین والحاصل ان احکام الدنیاعلی الابدان والارواح تبع لهاواحکام البرزخ علی الارواح والبدن تبع لها واحکام الحشر والنشر علی الارواح والاجساد جمیعاً۔(شرح فقہ اکبر، ص ۱۵۴)

اور برزخ (قبر) میں صرف روح سے سوال نہیں کیا جاتا جیسا کہ ابن حزم ظاہری نے کہا اور اس سے بھی زیادہ فساد والا قول ان لوگوں کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عذاب بدن کو ہوتا ہے مگر روح کے بغیر، اور سید دو عالم ﷺ کے باسند ارشادات ان دونوں اقوال کی تردید کرتے ہیں۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ دنیا کے احکام بدن پر نافذ ہوتے ہیں اور روح ان کے تابع ہوتا ہے اور قبر کے احکام روح پر نافذ ہوتے ہیں اور بدن ان کے تابع ہوتا ہے اور قیامت کے احکام دونوں پر نافذ ہوں گے۔

البتہ چند سعادتمند ایسے بھی ہیں جو قبر کے سوال و جواب سے محفوظ رہتے ہیں جن کا ذکر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :۔

"شہید، ملکی سرحدات کا محافظ، طاعون سے فوت ہونے والا، اسی زمانہ میں فوت ہونے والا جبکہ وہ ثابت قدم رہا ہو، نابالغ اولاد مسلمان کی، شب جمعہ یا جمعہ کے دن مرنے والا، ہر رات سورۃ الملک اور سورہ الم السجدہ کی تلاوت کرنے والا، مرض الموت میں سورہ اخلاص پڑھنے والا"۔(شامی ج ۱ص ۶۲۹)

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن سورۃ الکہف پڑھنے والا عذاب قبر اور دجال کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے۔

(ف) اس ارشاد گرامی میں دجال کے فتنہ کا ذکر بھی ساتھ فرمایا دجال کا کام ہی دھوکا دینا ہے عذاب قبر اور راحت قبر کے بارہ میں بھی دھوکا دیتا ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

(ف) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتاب "دُرر کامنہ کی جلد ۴ ص ۹۵" میں تحریر فرمایا ہے کہ جب علامہ منفلوطیؒ کا مصر میں انتقال ہوا تو اس وقت کے جلیل القدر محدث و مفسر اور ولی کامل علامہ ابن دقیق العیدؒ نے یہ ارشاد فرمایا کہ :۔

"میں نے آج رات منفلوطیؒ کو خواب میں دیکھا اور ان سے حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب تم مجھے دفن کر کے چلے گئے تو ایک بڑا کتا بھیڑیے کی طرح مجھے ڈرانے لگا کہ اتنے میں ایک حسین و جمیل شخص قبر میں نمودار ہوا اور اس کتے کو مار بھگایا اور مجھے تسلی دینے لگا میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں سورۃ الکہف کا ثواب ہوں جو تو ہر جمعہ کو پڑھا کرتا تھا"

اسی طرح احادیث میں آیا ہے کہ سید دو عالم ﷺ خطبہ جمعہ میں سورہ ق کی تلاوت بھی فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حارثہ بن نعمان کی بیٹی ام ہشامؓ نے فرمایا

ؒ علامہ ابن دقیق العید کا مختصر سا حال درج ذیل ہے ۔۔ آپ کا نام محمد بن علی بن ابی الحسن ہے اور کنیت ابو الفتح اور لقب تقی الدین ہے آپ کی ولادت ۲۵ر شعبان ۶۲۵ھ ینبع کے ساحل کے قریب ہوئی جبکہ آپ کے والد ماجد حج کو جا رہے تھے ۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کو گود میں لے کر طواف کیا اور یہ دعا کی کہ خداوند قدوس اس بچہ کو عالم با عمل بنائے ۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور آپ بہت بڑے عالم، صوفی، محدث ہوئے ، سید دو عالم ﷺ کے صرف ایک ارشاد سے (۴۰۰) فوائد استنباط کیے ۔ بعض علما نے آپ کو مجدد بھی کہا ہے ۷۰۲ھ کو وفات ہوئی۔

کہ میں نے سورۃ ق سید دوعالم ﷺ کی زبان درفشاں سے سن کر حفظ کر لی ہے اسلئے کہ سید دوعالم ﷺ ہر جمعہ کے خطبہ میں اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور میں بھی آپؐ کے گھر کے تنور پر روٹی پکانے جایا کرتی تھی' (تو اس طرح بدنی خوراک کے ساتھ روحانی غذا بھی مل جاتی تھی)(التاج جلد نمبر ا ص ۳۰۵)

اسی طرح اکثر فجر کی نماز میں اس سورۃ کی زیادہ قراءت فرمایا کرتے تھے اور نماز عید میں بھی' بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے اس سورۃ کے سمجھنے اور پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔(روح المعانی)

(ف) اسی سورۃ قٓ کے آخر میں جو ارشاد فرمایا اس سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ قبر سے مراد زمین والی قبر ہے اور اسی سے قیامت کے دن وہ اموات زندہ ہو کر نکلیں گے جو اس میں دفن تھے' ارشاد فرمایا :۔

اِنَّانَحۡنُ نُحۡیٖ وَنُمِیۡتُ وَاِلَیۡنَا الۡمَصِیۡرُ ۝ یَوۡمَ تَشَقَّقُ الۡاَرۡضُ عَنۡهُمۡ سِرَاعاًذٰلِكَ حَشۡرٌ عَلَیۡنَایَسِیۡرٌ۝

ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم تک ہے سب کو پہنچنا جس دن زمین پھٹ کر نکل پڑیں گے وہ سب دوڑتے ہوئے' یہ اکٹھا کرنا ہم کو آسان ہے۔(آیت نمبر ۴۳ و ۴۴)

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ :۔

"یعنی زمین پھٹے گی اور مردے اس سے نکل کر میدان حشر کی طرف جھپٹیں گے خداتعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر دے گا اور ایسا کرنا اس کو کچھ مشکل نہیں"

(ف) یہ دوڑنا بھی تو بدن کا کام ہے نہ کہ روح کا۔

ایسے شکوک کا جواب واقعاتِ عالم میں

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے جب حیات بعد الموت کا عقیدہ ذکر فرمایا تو حضور انور ﷺ کے زمانہ اقدس کے منکروں نے یہی شبہ اور سوال کیا جس کا جواب قرآن عزیز نے دیا کہ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو قوموں کو کیسے تباہ کیا گیا اور آج تک اس تباہی کے منحوس اثرات موجود ہیں جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے :۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ءَ اِذَا كُنَّا تُرَابًا وَّآبَاؤُنَا اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ○ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ○

(النمل آیت نمبر ۶۷ تا ۶۹)

اور کافروں نے کہا آیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا ہم کو زندہ نکالا جائے گا۔ اس بات کا وعدہ ہمارے ساتھ اور ہمارے باپ دادوں کے ساتھ پہلے بھی کیا گیا تھا یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہی ہیں آپ فرما دیجئے زمین میں پھر کر دیکھ لو کہ نافرمانوں کا انجام کیسا ہوا؟

(ف) اس ارشاد گرامی میں واضح ہے کہ :۔

(۱) بدن چاہے کوئی بھی حیثیت اختیار کر لے اس پر عذاب آتا ہے اگر وہ کافر ہوا۔

(۲) اور یہ عذاب اس روئے زمین پر بھی آتا ہے تب ہی تو ارشاد فرمایا کہ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو ان کھنڈرات اور برباد شدہ مکانات کو دیکھ لو مگر یہ

حقیقت سمجھنے کے لیے دل کی روشنی چاہیے' جیساکہ فرمایا:۔

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ۝ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۝

پس کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر ڈالی ہیں جبکہ وہ نافرمان تھیں اور اب وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر اور کتنے کوئیں غیر آباد ہیں اور کتنے محل ہیں جن پر گچکاری کی گئی تھی کیا انہوں نے سیر نہیں کی ملک کی پس ہوتے ان کے ایسے دل جن سے وہ سمجھتے یا کان ہوتے جن سے وہ سنتے یاد رہے یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(الحج، آیت نمبر ۴۵ و ۴۶)

آثار قدیمہ کو دیکھنے والے اگر غور سے دیکھیں تو ان کو یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ آخر یہ قومیں کیوں تباہ ہوئیں؟ کوئی آدمی یا کوئی قوم از خود تو اپنے آپ کو تباہ نہیں کرتی بلکہ وہ ایسے عذاب کی لپیٹ میں آجاتی ہے جو کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان پر مسلط رہتا ہے' جیساکہ صالح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام کی قومیں جو بڑی متمدن کہلائی جاتی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہوئیں تو ایسی لپیٹ میں آئیں کہ آج تک عذاب موجود ہے جیساکہ:۔

جب سید دو عالم ﷺ کا گذر وادی حجر سے ہوا تو آپؐ نے چہرہ مبارک ڈھانپ لیا اور نہایت تیزی سے اس وادی سے باہر تشریف لے گئے بعض صحیح

روایات میں ہے کہ جن صحابہ کرام نے وہاں کے پانی سے آٹا گوندھا تھا آپؐ نے اسے اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم فرمایا اور صحابہ کرام کو کھانے سے روک دیا' اسی طرح مکہ مکرمہ پر حملہ آور ابرہہ شاہ یمن کی فوج وادی محسر میں ہلاک ہوئی تھی جس کو چودہ سو سال ہو گئے ہیں مگر سید دو عالم ﷺ نے حج کے دوران اس وادی میں قیام کرنے سے منع فرمایا کہ اب بھی ان ذرات پر عذاب ہو رہا ہے اسی طرح فرمایا وعرفات کلها موقف الا بطن عرنه عرفات کا سارا میدان موقف ہے مگر عرنہ وادی میں کھڑا نہ ہو کہ اس میں بھی عذاب ہو رہا ہے۔

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب آیا اب تک اس کے آثار باقی ہیں اور اس کا نام ہی بحر میت مشہور ہے۔ ایک غیر مسلم کی شہادت درج کی جاتی ہے۔

۱۹۴۲ء میں ایک انگریز فوجی افسر وہاں گیا اور غسل کے ارادہ سے اس جیرہ پر پہنچا مگر جو حالت اس کی ہوئی اسی کے الفاظ میں پیش کی جاتی ہے :۔

> "موقع مل گیا تو ہم بحر مردار کے کنارے تک پہنچ گئے میرا یہ دوسرا موقع تھا کئی سپاہیوں نے اس میں غوطہ لگایا' میں الگ کھڑا رہا فوراً ہی وہ لوگ اس روغنی پانی سے باہر نکل آئے' اس سمندر میں جو تیز نمک اور دوسرے مادے ہیں ان سے وہ کانپ رہے تھے اور ان کا دم گھٹا جا رہا تھا' باہر نکل آئے تو اور کوئی صاف پانی نہیں تھا جس سے اپنا جسم دوبارہ دھوتے انہوں نے اپنے تولیوں کو اپنے جسم پر ملا اس سے وہ گدلا پانی تو جذب نہیں ہوا البتہ ان کی جلد پر ایک موٹی پپڑی سی جم گئی" (صدق جدید حوالہ جان بل لندن ۹ ستمبر ۱۹۴۲ء)

اسی طرح جو علاقے کسی محسوس عذاب سے اگرچہ بچ گئے تب بھی ان میں سے اکثر غیر آباد ہی رہے بہت کم آباد ہو سکے جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے :۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَّكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ (القصص، ۵۸)

اور کئی بستیاں ہم نے ہلاک کر ڈالیں جو اپنی طرز زندگی میں بہت مغرور ہو چکی تھیں پس اب ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد بہت ہی تھوڑے آباد ہوئے اور آخر ہم مالک رہ جاتے ہیں

بعض عقلاء کا رجوع الیٰ علوم النبوۃ

اس امر پر کافی بحث گذر چکی ہے کہ حیات قبر اور دوسرے برزخی عقائد کا انکار صرف اسی بنیاد پر کیا جاتا ہے کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا اور یہی طریقہ پہلے منکرین کا رہا ہے' قرآن عزیز میں ارشاد ہے :۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (یونس، آیت نمبر ۳۹)

بلکہ جھٹلا دیا اس کو جسے علم میں نہ لا سکے اور ابھی تک اس کی حقیقت ان کے پاس نہ آئی اسی طرح ان قوموں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے گذر چکی ہیں۔

اور اپنے ناقص علم کو علوم نبوت پر ترجیح دینے والوں سے قیامت کے دن یوں فرمایا جائے گا۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا

عِلْماً اَمَّا ذَاكُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ (النمل، نمبر ۸۴)

یہاں تک کہ جب وہ منکر حاضر ہو جائیں گے ان سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلا دیا تھا اور تم ان کو اپنے علم میں نہ لاسکے یا تم کیا کرتے تھے۔

اس لیے بڑے بڑے فلاسفہ اور عقلاء کو جب خوش بختی سے نور نبوت سے روشنی ملی تو اپنی سابقہ زندگی پر نادم ہو کر علوم نبوت کے پیروکار بن گئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پہلے عظیم فلسفی تھے مگر جب توفیق خداوندی نے دستگیری کی تو علوم نبوت کے اس قدر عاشق ہو گئے کہ موت کے وقت بھی بخاری شریف ان کے سینہ پر زیر مطالعہ تھی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے انسانی عقل کی بے بسی اور ناکامی کو اپنے کلام میں یوں بیان فرمایا ہے۔

انت لا تعرف اياك ولم تدر — من انت وكيف الوصول
اين منك الروح فى جوهرها — هل تراها اوترى كيف تجول
وكذالانفاس هل تحصرها — اولا تدرى متىٰ عنك تزول
اين منك العقل والفهم اذا — غلب النوم فقل لى يا جهول
انت اٰكِلُ الخبز لاتعرفه — كيف يجرى منك ام كيف تبول
جل ذاتا وصفا تا وعلىٰ — وتعالىٰ ربنا عما نقول

(مشارق الانوار صفحہ نمبر ۳۷)

(ترجمہ) اور تو یہ بھی نہیں جانتا کہ تو کون ہے؟ اور کس طرح منزل کو پہنچے گا۔

تجھے تو اپنے روح کی حقیقت کا بھی علم نہیں اور نہ اس کی سرایت اور گردش کو سمجھ سکتا ہے۔

کیا تو اپنے سانس گن سکتا ہے اور کیا تو جان سکتا ہے کہ تو کب دم توڑے گا۔

کیا تو بتا سکتا ہے کہ جب تو سو جاتا ہے تو تیرا عقل اور علم کہاں چلا جاتا ہے،

جو کھانا تو کھاتا ہے اس کے متعلق تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ وہ کس طرح تیرے پیٹ سے خارج ہو گا۔

یاد رکھ ہمارا رب جس کی بہت بڑی شان ہے وہ ہماری سمجھ اور بحث و دلیل سے بالاتر ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ عظیم فلسفی اور منطقی تھے جب شیخ نجم الدین کبریٰؒ کی صحبت سے مشرف ہوئے اور فلسفہ کی عینک اتار کر علوم وحی سے روشنی حاصل کی تو پھر یوں گویا ہوئے

نهاية اقدام العقول عقال
وغاية سعي العلمين ضلال
وارواحنافي وحشة من جسومنا
وحاصل دنيانا اذى و وبال
ولم نستفدمن بحثنا طول عمرنا
سوى ان جمعنا فيه قيل وقال

(ترجمہ) انسانوں کی آخری منزل رک جانا اور (بے دین) علماء کی محنت کا نتیجہ گمراہی ہے۔

اور ہمارے روح ہمارے بدنوں سے بھی ناآشنا ہیں اور ہماری دنیاوی زندگی کا خلاصہ دکھ اور تکلیف ہے۔

اور ہم نے ساری زندگی کے بحث مباحثہ سے سوائے نکتہ چینی کے اور کچھ حاصل نہیں کیا۔

بو علی سینا نے کہا ۔

دل گرچہ دریں بادیہ بسیار شتافت
یک موئے نہ دانست و نے موئے شگافت
اندر دل او ہزار خورشید بہ تافت
آخر بکمال ذرۂ راہ نہ یافت

(ترجمہ) دل اگرچہ اس صحرا میں بہت دوڑا مگر نہ ایک بال جان سکا اور نہ ایک بال تک اگا سکا اگرچہ اس کے دل میں کئی سورج چمکے مگر ایک ذرہ کو بھی نہ پا سکا پہلے بھی بڑے بڑے ان فلاسفہ کو انجام کار اپنی ناکامی کا اعتراف کرنا پڑا جو نور وحی سے محروم تھے جیسا کہ سقراط نے بوقت مرگ اعتراف کیا کہ :۔

معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شدہ

(ترجمہ)

"مجھے معلوم ہو گیا کہ مجھے کچھ بھی علم نہ تھا"

اسی طرح معلم ثانی فارابی نے کہا ۔

اسرار وجود خام و ناپختہ بماند واں گوہر بس شریف ناسفتہ بماند
ہرگز ز سر قیاس چیزے گفتند واں نکتہ کہ اصل بود ناگفتہ بماند

(ترجمہ) اس کائنات اور ہستی کے سارے راز کچے اور ناپختہ ہی رہے اور گوہر مقصود میں سوراخ نہ ہو سکا۔ (تا کہ ہار بنایا جا سکے)

جو کہا فلسفیوں نے وہ خیال اور قیاس سے کہا اور جو اصل بات تھی اس پر لب کشائی نہ کر سکے۔

امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے ایسے وساوس سے رک جانے کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا :۔

يَأْتِيَ الشَّيْطَانُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَاحَتّٰى يَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ۔ (متفق علیہ)۔

تم میں سے شیطان کسی ایک کے پاس آئے گا تو اس سے کہے گا فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا یہاں تک کہ اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈال دے گا کہ تیرے رب کو کس نے بنایا پس جب بات یہاں تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے اور رک جائے۔ (مشکوۃ باب فی الوسوسہ)

یعنی شیطان کا کام گمراہ کرنا ہے جس کی ابتداء وسوسہ سے ہوتی ہے ایک مسلمان ہر چیز کا خالق جب اللہ تعالیٰ کو ماننے کا اقرار کرتا ہے تو اس پر شیطان آخری حملہ کرتا ہے کہ بتا رب کو کس نے پیدا کیا اس لئے مسلمان فوراً رک جائے اور شیطان کے وساوس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

(ف) اگر عقائد برزخیہ کے منکر کوٹ پتلون میں ملبوس حضرات ہوتے جن کو علوم نبوت سے کوئی حصہ نہیں ملا تو اتنا افسوس نہ ہوتا' افسوس تو یہ ہے کہ قرآن و حدیث جاننے والے علوم عقلیہ ونقلیہ سے وافر حصہ حاصل کرنے والے حضرات ان عقائد کی تعبیر اس طریقہ پر کر رہے ہیں کہ نفس عقیدہ کا انکار ہو رہا ہے اور یہ انکار اور تعبیر خالص علمی رنگ میں نہیں بلکہ طنز واستہزاء تک سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔فالی اللہ المشتکی

نبی کریم ﷺ کے ارشادات کے ساتھ بھی منافق استہزاء کرتے تھے، قرآن عزیز نے ان کا حکم فرمایا:۔

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

لَاتَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ(التوبہ،۶۵و۶۶)

آپ فرما دیجئے کیا اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ تم ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ بیشک تم ایمان کا اظہار کرنے کے بعد کافر ہو گئے۔

(کتاب "نجاتِ دارین" کے صفحہ ۱۷۳ سے اقتباس)

اکابر نے الحزب الاعظم (سب سے بڑا وظیفہ) کے پڑھنے اور پڑھانے پر عمل کیا ہے، اسی طرح دلائل الخیرات، مناجاتِ مقبول کو پڑھا بھی ہے اور اسکی اجازت بھی دی ہے، احقر کا مشورہ یہ ہے کہ الحزب الاعظم مترجمہ کو روزانہ پڑھا جائے، یہ ان دعاؤں اور درود شریف کا مجموعہ ہے جس کو مفسر القرآن شارح الحدیث ملا علی قاری حنفی نے جمع فرمایا ہے اور احقر نے اس کا ترجمہ بھی ساتھ کر کے اپنی اور اپنے گرامی قدر والد ماجد قدس سرہ العزیز کی اجازتوں کے ساتھ طبع کرادیا ہے

میرے والد ماجد حضرت مولانا قاضی غلام جیلانیؒ کو الحزب الاعظم کی اجازت شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکیؒ نے عطا فرمائی تھی اور اس گنہگار کو اپنے دوسرے اکابر کے علاوہ حضرت عبداللہ المحسن رضوان مکی نے عطا فرمائی ہے،

یہ مترجم بابرکت مجموعہ وظائف ایک تفصیلی مقدمہ کے ساتھ بہ نام "آغوش رحمت" طبع ہو چکا ہے جو کہ آسانی کے لئے ہفتہ کے سات دنوں کی مناسبت سے منزلوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح مفید دعاؤں اور بعض وظائف کو بہ اجازت "دامانِ رحمت" میں جمع کر دیا ہے ان کو پڑھنا بھی مفید ہے۔

حیات قبر کے منکر کا حکم

جب یہ عقیدہ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہو چکا ہے تو اس کا انکار کسی معمولی عقیدہ کا انکار نہیں بلکہ اس کا انکار ایک بڑے عقیدہ کا انکار ہے اس لئے علم عقائد کے علماء اور فقہاء ملت اسلامیہ نے ایسے شخص کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ :۔

(۱) اسلام سے خارج ہے جیسا کہ پانچویں صدی ہجری کے بہت بڑے محقق عالم اسلام نے مدلل طریقہ پر اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے بعد فرمایا ہے :۔

ولا ینکرما استفاض به الاخبار ونطقت به الأیات من الاحیاء فی القبر الامن ینکرعموم قدرة الله تعا لیٰ ومن انکرعموم قدرته سبحانهٗ وتعالٰی کان خارجاً من زمرة اهل الاسلام .

اور ان باتوں کا انکار جو کہ قرآن عزیز میں ہیں اور جو کئی احادیث سے ثابت ہیں کہ قبر میں زندگی عطا کی جاتی ہے وہی کرتا ہے جو خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کا انکار کرتا ہے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا انکار کرتا ہے وہ مسلمانوں کے زمرہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ (التبصیر، ص ۱۵۹)

(ف) کسی عقیدہ کا انکار صرف عقیدہ کا انکار نہیں بلکہ ان تمام آیات اور

احادیث کا انکار لازم آجاتا ہے جن سے وہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔

(۲) علامہ بحر العلوم ارشاد فرماتے ہیں :۔

منکر الشفاعة لاهل الكبائر والروية وعذاب القبر ومنكر الكرام الكاتبين كافر۔(ارکان اربعہ، ص ۹۹)

گناہ کبیرہ کے مرتکب مسلمان کے لئے شفاعت سیددوعالم ﷺ کا منکر اور قیامت کے دن مسلمانوں کے لئے دیدار خداوندی کا انکار کرنے والا، اسی طرح عذاب قبر اور کراماً کاتبین کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

(۳) مشہور مفسر القرآن علامہ قرطبی نے فرمایا :۔

فاعلموا ايها الاخوان ان عذاب القبر ونعيمه حق كما صرحت به الاحاديث الصحيحة ولٰكن اللّٰه ياخذ بابصار الخلائق واسماعهم من الجن والانس عن روية عذاب القبر ونعيمه لحكمة الهية ومن شك فی ذلك فهو ملحد۔

اے مسلمان بھائیو یہ بات جان لو کہ قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں حق ہیں جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے لیکن اللہ کریم نے اپنی مخلوقات میں سے جنوں اور انسانوں کو یہ عذاب اور نعمتیں دیکھنے کی قوت عطا نہیں فرمائی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے تو جو کوئی اس میں شک کرے گا وہ ملحد اور بے دین ہوگا۔(التذکرہ از قرطبی ص ۳۵)

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز نے اس کی ایک حکمت اور وجہ یہ

بیان فرمائی کہ انسان اپنی مادی آنکھوں سے اس جہان کو نہیں دیکھ سکتا جس کا تعلق روحانی جہان سے ہے' حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے ارشاد کا ترجمہ درج ذیل ہے :۔

"یہ مادی آنکھیں عالم ملکوت کو نہیں دیکھ سکتیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ صحابہ کرام نے جبریل امین کو خود نہ دیکھا مگر سید دوعالم ﷺ کی بات اور مشاہدہ پر یقین رکھتے ہوئے ایمان لائے ایک آدمی اگر حیات قبر کا منکر ہے تو پھر ملائکہ اور وحی پر اس کا ایمان کیسے رہ سکتا ہے"؟

(حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۱)

یعنی اگر کسی عقیدہ پر ایمان لانے کے لئے اپنے علم اور مشاہدہ کو دلیل بنایا جائے پھر تو فرشتوں اور وحی پر ایمان بھی نہ رہے گا کیونکہ فرشتوں کو اور ان کے سردار جبریل علیہ السلام کو ہر صحابی نے ہمیشہ کے لئے نہیں دیکھا اس لیے کسی عقیدہ کو اپنے علم اور مشاہدہ سے نہ دیکھا جائے' ایسی بحث میں وہی لوگ الجھتے ہیں جن کے دلوں میں اسلامی عقائد کی صداقت راسخ نہیں ہوتی جیسا کہ شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ :۔

اما استحالة ذلك بطريق العقول فانهاسبيل من لاخلاق لهٗ فی الدّين عصمناالله عثرةالعقل وفتنة الصدر۔(مرقاۃ،ج ا ص ۱۷۳)

حیات قبر کو عقلی طور پر محال کہنے والوں کا دین اسلام میں کوئی حصہ نہیں اللہ تعالیٰ ہم کو عقل کی لغزش اور دل کے فتنے سے محفوظ رکھے۔

اگر مسلمان بھی اپنے مشاہدہ اور علم و تجربہ کی بناء پر ایمان لائے تو پھر ملحد اور مسلمان میں کیا فرق رہ جائے گا جیسا کہ امام ابن قتیبہؒ (م ۲۷۶ھ) نے فرمایا ہے کہ :۔

"اگر ان باتوں کا انکار کر دیا گیا تو مسلمان اور ملحد میں کیا فرق رہ جائے گا" (تاویل مشکل القرآن ص ۹۲)

کتب فتاویٰ میں یہ فتویٰ اور حکم مدلل موجود ہے جس کے ذکر کا یہ محل نہیں اجمالاً صرف ایک حوالہ درج ذیل ہے۔

علامہ ابن ہمامؒ نے شرح ھدایہ میں فرمایا ہے :۔

ولا تجوز الصلوٰة خلف منكر الشفاعة والروية وعذاب القبر والكرام الكاتبين لانهٗ كافر لتوارث هذه الامور عن الشارع ﷺ

(فتح القدیر۔ ج ۱ ص ۲۴۷، مصری مطبوعہ، طبع اولی، مطبوعہ ۱۳۱۵ھ)

قرآن عزیز میں ہے، کافروں کے روح نکالتے وقت فرمایا :۔

وَلَوْتَرٰىٓ اِذْيَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ۔ (ترجمہ) اور اگر تو دیکھے جس وقت فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہیں انکے منہوں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں جلنے کا عذاب چکھو۔

حالانکہ یہ کسی نے نہ سنا نہ دیکھا۔

مسلمان کی قبر کا احترام

امام الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمان کی قبر کی حفاظت کا حکم دیا اور اس کی تذلیل اور توہین سے منع فرمایا جیسا کہ ارشاد عالی ہے :۔

(۱) عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لان یجلس احدکم علٰی جمرةفتحرق ثیابه فتخلص الیٰ جلده خیرٌ لهٗ من ان یجلس علٰی قبرٍ.

(رواہ مسلم و مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات کہ تم میں سے کوئی آگ کی چنگاری پر بیٹھ جائے اور وہ چنگاری اس کے کپڑوں کو جلاتے ہوئے اس کے بدن کے چمڑہ تک پہنچ جائے یہ تکلیف برداشت کر لینی اس کیلئے اس سے بہتر ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر جا کر بیٹھ جائے۔ (اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں روایت کیا ہے)

(۲) عن عمر و بن حربؓ قال رانی رسول اللہ ﷺ متکئاً علٰی قبرٍ فقال لاتوذصاحب ھٰذالقبر.

(رواہ احمد و مشکوٰۃ)

حضور انور ﷺ کے صحابی عمرو بن حربؓ فرماتے ہیں کہ

سید دوعالم ﷺ نے دیکھا کہ میں ایک قبر پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوں تو حضور انور ﷺ نے فرمایا اس قبر والے کو دکھ نہ دے۔ (اس روایت کو امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے)

(۳) امام حاکمؒ نے اپنی کتاب مستدرک میں مندرجہ ذیل واقعہ روایت فرمایا ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو جوتی پہنے ہوئے قبرستان میں سے گذر رہا تھا اس کو حضور انور ﷺ نے فرمایا:۔

یاصاحب البتیتین الق بتیتك.

او جوتیاں پہننے والے اپنی جوتیوں کو اتار دے۔

(۴) میت کی لاش کو مارنا یا ہڈی کو توڑنا۔

امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے فرمایا:۔

عن عائشةؓ ان رسول الله ﷺ قال کسر عظم المیت ککسرہ حیاً (رواہ ابوداؤ دباسنادعلی شرط مسلم وزادابن ماجه من حدیث ام سلمةؓ فی الاثم)

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ میت کی ہڈی کا توڑنا اسی طرح گناہ ہے جس طرح اس کی ہڈی کو توڑنا اس کی زندگی میں گناہ ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ میت کو بھی اس کام سے اذیت پہنچتی ہے جس سے زندہ کو پہنچتی ہے۔ (لابانۃ الاحکام شرح بلوغ المرام جزء ثانی ص ۲۴۹)

رحمت دو عالم ﷺ نے انسانیت کی حفاظت میں اپنی رحمت کا کامل مظاہرہ فرمایا ہے۔ ابو داؤد کی شرح عون المعبود میں ہے کہ اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں :۔

(۱) میت کی تذلیل نہ کی جائے (۲) جن امور سے زندہ کو راحت ملتی ہے مردہ کو بھی راحت ملتی ہے جو اس کے برزخی حال کے مطابق ہوتی ہے۔

(جلد ۳، ص ۲۰۴)

تنبیہ :۔ سید دو عالم ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے اور ان پر چراغ جلانے سے منع فرمایا ہے لیکن جب کسی قبر پر قبہ یا گنبد بنا دیا گیا ہو یا اس قبر کو پختہ کر دیا گیا ہو تو اب ان کو گرانا یا قبروں کا مسمار کرنا درست نہیں۔ آخر جہاں جہاں مسلمانوں نے قبروں کو پختہ بنایا یا ان پر تعمیرات وغیرہا کرائی ہیں[1] ان کو گرانے کا حکم کسی عالم' مفتی نے نہیں دیا' کسی میت کے ورثاء کو یہ بات ضرور سمجھا دی جائے کہ قبروں کو پختہ کرنا یا کسی اور کام کا کرنا جو سلف صالحین نے نہیں کیا درست نہیں مگر قبروں کی توہین اور تذلیل کسی طرح درست نہیں۔

زیارتِ قبور

احادیث میں تصریح موجود ہے کہ سید دو عالم ﷺ جنت البقیع اور دوسری قبور پر بھی دعا مغفرت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے' آپ کا ارشاد عالی ہے :۔

فان صلوتی علیھم نورفی قبورھم.

پس بے شک میری ان پر نماز جنازہ دعا مغفرت سے ان کی

---

[1] یہی بات موتمر عالم اسلامی منعقدہ مکہ المکرمہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ نے سلطان عبد العزیز سے فرمائی تھی (تجلیات عثمانی)

قبروں میں نور ہو جاتا ہے۔(المصنف، ج ۳ ص ۵۱۷)
اورامت کو بھی حضور انور علیہ نے حکم فرمایا:۔

ائتواموتاکم فسلمواعلیهم وصلوا علیهم فان لکم فیهم عبرة۔(المصنف۔ج ۳ ص ۵۷۰)

اپنی اموات کے پاس جایا کرو اور ان پر دفن ہونے کے بعد سلام کہا کرو اور ان کی نماز جنازہ پڑھا کرو اس میں تمہارے لئے عبرت اور نصیحت ہے۔

بلکہ حضور انور علیہ نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے یہ حکم دیا ہے' روایت کے الفاظ درج ہیں۔

فامرنی ان اتی اهل البقیع فاستغفر لهم۔

جبریل نے مجھے حکم دیا ہے کہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں جاؤں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کروں۔

اسی طرح آپ (علیہ) ہر سال شہداء احد کی قبور پر جایا کرتے تھے اور یہی سنت ابو بکر صدیقؓ عمر فاروقؓ عثمان غنیؓ کی تھی۔(ص ۵۷۴)

چنانچہ حضور انور علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اہل قبور پر سلام کہنے اور دعا کے کلمات بھی تلقین فرمائے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ :۔

مررسول الله ﷺ بقبور المدینة فاقبل علیهم بوجهه فقال السلام علیکم یا اهل القبور یغفرالله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر ۔(رواہ الترمذی)

سید دوعالم علیہ مدینہ منورہ کے قبرستان سے گذرے تو

اپنے چہرہ انور کو ان کی طرف کرتے ہوئے[1] فرمایا اے قبر والو
تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری بھی مغفرت فرمادیں
تم ہم سے پہلے آگئے اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

حاشیه فیه دلالةعلی ان المستحب فی حال السلام علی المیّت ان یکون وجهه لوجه المیّت وان یّستمرّکذالك فی الدعاء ایضاً وعلیه عامة المسلمین(حاشیه ترمذی بحواله مرقاة)

بلکہ امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ قبروں پر سلام کہہ کر ان کے لئے اور اپنے لئے عافیت کی دعا کریں، صحیح مسلم کی روایت ہے

عن سلیمان بن بریدةعن ابیة قال کان رسول الله ﷺ یعلمهم اذاخرجوا الی المقابران یقولوا السلام علی اهل الدیارمن المؤمنین والمسلمین وانا انشأ الله بکم لاحقون نسال الله لنا ولکم العافیة۔

نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب قبرستان کو جائیں تو یوں کہیں اے ایمانداروں اور مسلمانوں کے گھر والو تم پر سلام ہو اور ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہاری عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(ف) ان روایات کو حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بلوغ المرام

[1] چہرۂ انور کو ان کی طرف کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ قبر والے سنتے ہیں اور جانتے ہیں۔

میں بھی ذکر کیا ہے۔

اہل قبور سلام سنتے ہیں' پہچانتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور اس عقیدہ پر تمام علمائے سلف کا اجماع ہے' علامہ ابن القیمؒ نے فرمایا ہے :۔

والسلف مجمعون علٰی هٰذا وقد تواترتِ الاثار عنهم بان الميّت يعرف زيارة الحيّ ويستبشر بهٖ وهٰذا السلام والخطاب والندأ للموجود يخاطب ويعقل ويردوا ان لم يسمع المسلّم الرّد۔ (کتاب الروح، ص ۱۰۵۲)

اور سارے علماء سابقین اس امر پر متفق ہیں کہ میت کے پاس جب زندہ آدمی پہنچتا ہے تو وہ اس کو پہچانتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور یہ سلام کہنا اور میت کا جواب دینا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ سنتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے اگرچہ سلام کہنے والا (زندہ) اس کے جواب کو نہ سن سکے۔

محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ نے فرمایا۔

سماع الموتی کلام الخلق قاطبة
قدصح فيه لنا الاثارفی الكتب

(ترجمہ) اموات کا لوگوں کی کلام کا سن لینا صحیح ہے اس کی دلیل وہ روایات ہیں جو کتابوں میں موجود ہیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ اہل قبور کو تین دفعہ سلام کہے جیسا کہ کتاب الاداب الشرعیۃ کے صفحہ ۴۲۶ پر یہ مسطور ہے :۔

وفی الصحیح ان عبداللہ بن عمرؓ مربعبداللہ بن
زبیروھو بعقبۃ مقتول فقال السلام علیکم
ثلاثاً۔ قال فی شرح المسلم فیہ استحباب السلام
علی المیّت فی قبرہٖ ثلاثاً۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا گذر حضرت
عبداللہ بن زبیرؓ شہید پر ہوا تو آپ نے تین مرتبہ السلام علیکم
کہا اس روایت کے پیش نظر مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ
صحابیؓ کے اس فعل سے ثابت ہوتا ہے کہ میت پر جبکہ اس کی
قبر پر سے گذرے تین مرتبہ سلام کہے۔

(ف) یہ کتاب الاداب الشرعیۃ جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز السعود کے سرکاری خرچ سے شائع ہوئی ہے۔

حضرت فاطمہؓ حضرت حمزہؓ کی قبر پر ہر جمعہ کو تشریف لے جایا کرتی تھیں۔ (المصنف ص ۵۷۲)

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی عادت تھی کہ جب کسی مسلمان کی قبر سے گذرتے تو سلام کہا کرتے تھے (ص ۵۷۵)

جب حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے حضرت عاصمؓ کا انتقال ہوگیا اور آپ کے بھائی عبداللہ بن عمرؓ باہر تشریف لے گئے تھے جب واپس آئے تو پوچھا کہ میرے بھائی کی قبر کہاں ہے؟ چنانچہ آپ کو بتائی گئی آپ نے قبر پر پہنچ کر دعا فرمائی۔

احادیث اور کتب عقائد میں موجود ہے کہ اہل قبور سلام کہنے والے کو پہچانتے ہیں جیسا کہ :-

حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ایک قبر پر گذر ہوا ابو ہریرۃؓ نے اس ساتھی سے کہا کہ اس قبر والے کو سلام کہہ دے' اس نے جواب میں کہا کیا قبر کو سلام کہوں؟ (یہ تو مردہ کی جگہ ہے) آپ نے فرمایا کہ اس میت نے اگر تجھے دنیا میں کبھی دیکھا ہو گا تو اب بھی تجھے پہچان لے گا۔

(المصنف ص ۵۷٦)

(ف) اللہ تعالیٰ کے کسی نیک بندہ کی قبر پر جا کر فاتحہ خوانی کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی مشکل کے آسان ہونے کی دعا کرنا جائز ہے مگر عقیدہ یہ رکھے کہ کام تو اللہ تعالیٰ ہی کرے گا البتہ یہ جگہ اس کے خیال میں زیادہ برکت والی اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی جگہ ہے' جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے کہ :۔

"امام شافعیؒ کے شاگرد علیؒ بن میمون فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں امام ابو حنیفہؒ کے مزار پر روزانہ جاتا ہوں اور وہاں سے برکات حاصل کرتا ہوں اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی ضرورت کے پورا ہونے کی دعا کرتا ہوں تو جلد ہی اللہ تعالیٰ میری مشکل کو آسان فرما دیتے ہیں" (مقدمہ کتاب الآثار للامام محمد رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۱)

عبد الرحمٰن بن الجوزیؒ (م ۵۹ے ھج) نے یہ لکھا ہے کہ ترکی کے لوگ قحط کے زمانہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے بارش کے نزول کی دعا کیا کرتے تھے (تلقیح ص ٦۳)

(۱) مفسر قرآن کریم علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ :۔

حضرت عمر فاروقؓ ایک دن مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں تشریف لے گئے تو آپ نے اہل قبور کو سلام کہہ کر یوں فرمایا کہ ہمارے ہاں کی

خبر تو یہ ہے کہ تمہاری بعض بیواؤں نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا اور تمہارے گھروں میں اور لوگ آباد ہو گئے اور تمہارے مال تقسیم کر لئے گئے آپ کو اس کا جواب یوں دیا گیا اے خطاب کے بیٹے ہمارے ہاں کی اطلاع یہ ہے کہ جو اعمال ہم نے کئے تھے ان کا اجر مل گیا اور جو مال اللہ کے نام پر دیا تھا اس میں نفع رہا اور جو چھوڑ آئے اس میں نقصان ہی نقصان رہا۔ (قرطبی سورہ بقرہ ص ۷۳)

(۲) احمد حفار (قبر کھودنے والا) نے کہا ہے کہ میں ایک جمعہ کو اپنے شہر کے قبرستان میں گیا تو مجھے ہر قبر سے قرآن مجید کی تلاوت کی آواز سنائی دیتی تھی۔

(طبقات الحنابلہ ج ا ص ۱۶۹)

(۳) محمد حنبلی کے بیٹے عبدالمولی نے کہا ہے کہ وہ اپنے شیخ کی قبر کے پاس سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہا تھا کہ اسے لَافَارِضٌ وَّلَابِكْرٌ پر غلطی لگ گئی تو قبر سے آواز آئی کہ یہ یوں پڑھو اور یہ قصہ مشہور ہے۔

(کتاب طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۶۰)

(۴) اسکندریہ (مصر) میں شیخ احمدؒ بن عطاء کا انتقال ۷۰۹ ؁ھ کو ہوا ہدایہ کے شارح علامہ کمال بن ہمامؒ (جن کی وفات ۸۱۶ ؁ھ کو ہوئی) ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور سورہ ہود کی تلاوت شروع کی جب ارشاد خداوندی فمنهم شقى وسعيد پر پہنچے تو قبر سے آواز آئی یا کمال ليس فينا شقى

(مقدمہ اکمال الشیم از شارح ابی داؤد مولانا خلیل احمد دیوبندی مہاجر مدنی)

چنانچہ علامہ ابن ہمامؒ نے وصیت فرمائی کہ میری موت کے بعد مجھے اسی قبرستان میں دفن کیا جائے۔

(ف) یہ آیت سورہ ہود کی نمبر ۱۰۵ ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مرنے کے بعد کوئی تو بدبخت ہو جاتا ہے اور کوئی نیک بخت 'قبر سے آواز آئی کہ اس قبرستان میں

سب نیک بخت دفن ہیں۔

(فؔ) مٹی کا یہ ڈھیر جسے قبر کہا جاتا ہے اس میں مندرجہ ذیل امور کی برکت سے نجات میسر ہو جاتی ہے :۔

(۱) اعمال صالحہ جو اس نے زندگی میں کئے ہوتے ہیں (۲) پسماندگان کی دعا اور صدقات (۳) شرافت مکان (۴) شرافت زمان (۵) شرافت تبرکات کفن،...... پہلے دو کے متعلق کافی تعلیمات اسلامیہ گذر چکی ہیں تیسرے کے متعلق سید دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔

من استطاع ان یموت فی المدینة فلیمت فمنمات بالمدینة کنت لهٗ شفیعاً وشهیداً۔

(وفا الوفاً، ج ۱، ص ۴۹)

جو یہ کر سکتا ہو کہ اس کی موت مدینہ میں ہو تو اس کو مدینہ ہی میں مرنا چاہیے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کا گواہ ہوں گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک باب بعنوان مَنْ اَحَبَّ الدَّفَنَ فِی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ (جو پاکیزہ سرزمین میں دفن ہونے کو چاہتا ہو) باندھا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی یہ دعا ہوا کرتی تھی کہ :۔

اللّٰهم ارْزُقْنِی شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِكَ

(ترجمہ) یا اللہ میری موت شہادت کی ہو اور تیرے رسول ﷺ کی بستی میں ہو" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(ف) اس لئے نیک انسانوں کے پاس یا اس مقبرہ میں جہاں صلحاء امت دفن

ہوں دفن ہونے سے دوسرے لوگوں کو بھی ان کی برکات سے فائدہ پہنچتا ہے' دمشق کے مشہور عالم محمد بن علی حنفی معروف بہ ابن طولون رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب اسی موضوع پر لکھی ہے جس کا نام حسن الیقین فی الدفن عند الصالحین ہے۔

(ف) اگر ایک آدمی نیکی کی طلب کے لئے اس بستی میں جاتے ہوئے مر گیا جس بستی میں صلحاء رہتے تھے تب بھی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے بفضلہ تعالیٰ' جیسا کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے سو انسانوں کے قاتل کی توبہ کا ذکر فرمایا ہے:۔

(ترجمہ حدیث) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے مگر پھر بھی گناہوں پر ندامت ہوئی اور توبہ کا خیال ہوا تو ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ اس جیسے گنہگار کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ تو راہب نے کہا کہ تو بڑا مجرم ہے اس لئے تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی' چنانچہ اس کو بھی قتل کر کے سو پورے کر دیئے مگر پھر توبہ کا خیال آیا تو ایک دوسرے عالم سے پوچھا کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا کہ تو فلاں بستی میں چلا جا چنانچہ راستے پر ہی اس کی موت واقع ہو گئی مگر اس نے مرتے مرتے بھی اپنے سینے کو اس بستی کی طرف کھینچا' اس کے متعلق عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ یہ دوزخی ہے کہ سو انسانوں کا قاتل ہے' اور رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ جنتی ہے کہ توبہ کے لئے جا رہا تھا' اللہ تعالیٰ نے رحمت کے فرشتے کو قریب' ہونے کا حکم دیا اور عذاب کے فرشتے کو دور' ہونے کا حکم دیا اور دونوں طرف سے ناپنے کا حکم فرمایا' چنانچہ ناپنے پر معلوم ہوا کہ وہ اس سرزمین کے ایک بالشت زیادہ قریب

ہے جدھر وہ جارہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (بخاری و مسلم)

برکت زمان کے متعلق بھی سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے مثلاً جمعہ کے دن یا شب جمعہ کو مرنے والا قبر کے حساب سے محفوظ رہتا ہے۔

تبرکات کے لئے یہ سمجھا جائے کہ نیک لوگوں کے تبرکات کو کفن میں شریک کرنا بھی باعث مغفرت ہو سکتا ہے' جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ :۔

"سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت کپڑا لے کر حاضر ہوئی اور یہ عرض کیا کہ اس کو جناب خود زیب تن فرمادیں مگر ایک آدمی نے (اس یقین پر کہ سید دو عالم ﷺ کسی سائل کو نامراد نہیں فرماتے) آپ سے وہ کرتہ مانگ لیا اور ساتھ ہی یہ عرض کیا کہ میں نے یہ کرتہ اس لئے مانگا ہے کہ یہ مبارک کرتہ میرا کفن ہو، چنانچہ وہ کرتہ اس سعادت مند کا کفن ہی ہوا"

یہ مبارک واقعہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کفن کے لئے کسی متبرک کپڑا کا محفوظ رکھنا اور اسے کفن میں شریک کرنا بہتر امر ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کی شرح میں فرمایا :۔

"وفیه التبرک باثار الصالحین" (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۵)

حضرت امیر معاویہؓ نے بوقت وصال یہ وصیت فرمائی کہ :۔

"سید دو عالم ﷺ نے مجھ کو جو کرتہ عنایت فرمایا تھا وہ مجھے اس طرح پہنا دینا کہ میرے بدن کے ساتھ چمٹا رہے اور میرے پاس جو سید دو عالم ﷺ کے ناخن مبارک محفوظ ہیں ان کو پیس کر میری دونوں آنکھوں اور منہ میں ڈال کر مجھے

اس اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو جو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے"(دلیل الفالحین جلد ۲ص ۵۲۰)

حضرت کبشہؓ نے اس مشکیزہ کا وہ حصہ تبرکاً کاٹ لیا تھا جہاں سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی نوش فرمایا تھا۔(مشکوٰۃ)

اکابر علماء کرام اور اولیاء عظام نے اپنے کفنوں میں بزرگوں کے عطا کردہ کپڑے وغیرہ رکھنے کی وصیت فرمائی ہے۔

اس گناہ گار نے بھی قبر کی راحت کے لئے مندرجہ ذیل تبرکات رکھے ہوئے ہیں۔

(۱) غلاف خانہ کعبہ کا ایک ٹکڑا۔

(۲) اندرون کعبہ کے غلاف کا ایک ٹکڑا۔

(۳) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چغہ مبارک کا ایک ٹکڑا جو آپ کے نواسے حافظ محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مورخہ ۳ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ کو عطا فرمایا تھا۔

(۴) اپنے محبوب آقا شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کا عطا فرمودہ عربی عبا۔

(۵) احرام کی چادر

(۶) روضہ مطہرہ کے اندرون سبز غلاف کا ٹکڑہ۔

اکابر علماء دیوبند کا معمول

دیوبند کا مسلک وہی ہے جو قرآن کریم' احادیث نبویہ اور سلف صالحین کا مسلک رہا ہے اس لئے زیارت قبور کو بھی اکابر علماء نے شرعاً نہ صرف جائز رکھا بلکہ اس کا حکم دیا اور اس کے فوائد اور برکات کو بھی بیان فرمایا' جیسا کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز نے اپنے ایک مرید مولوی محمد صدیق احمد صاحب کو تحریر فرمایا :۔

"مزار مجدد پر حاضر ہو تو کچھ اس ناکارہ کے واسطے بھی خیال کرنا اور زبانی مزار مبارک بہ نشان نام سلام عرض کرنا"
(مکاتیب رشیدیہ ص ۳۱، مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی)

حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی کتاب عشرۃ طروس کے الطرس العاشر میں فرمایا :۔

"ان سب مزارات میں سے مشہور اور زیادہ منور سیدی خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور سیدی علاؤالدین صابریؒ کی ہے اسی طرح سیدی قطب الدینؒ اور سلطان نظام الدینؒ کی مزارات ہیں جو کہ دہلی میں ہیں اور شیخ فرید الدینؒ (پاک پتن) اور قطب عالم عبدالقدوسؒ (گنگوہ) اور شاہ میناؒ (لکھنو) اور شیخ محب اللہ (الہ آباد) اور شیخ عبدالحقؒ (ردولی) اور شیخ مجدد الف ثانی سرہندیؒ کے مزارات ہیں' (ان پر حاضری سے روحانی

فائدہ ہے) مگر عرس اور میلہ کے ایام میں ہر گز نہ جائے کہ
اس سے بجائے روحانی نفع کے نقصان زیادہ ہے"۔
(عشرۂ طروس، ص ۱۷۰، ۱۷۱)

قطب الارشاد والتکوین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے فرمایا :۔

"نیز اولیاء اللہ اور مشائخ کی زیارت سے مشرف ہوا کرے اور
فراغت کے اوقات میں ان کے مزاروں پر بیٹھ کر ان کی
روحانیت کی طرف توجہ کرے اور اسکی حقیقت اپنے مرشد
کی شکل میں کرے اور فیضیاب ہوا کرے' عام اہل اسلام کے
مزاروں پر جاکر موت کو یاد کرے اور فاتحہ پڑھ کر ان کو ثواب
پہنچائے"(سلاسل طیبہ صفحہ ۴۴)

حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کے اجمیر شریف حاضر ہونے کا نقشہ علامہ انور صابری کے الفاظ میں درج ہے :۔

"اجمیر شریف کی ایک حاضری کے وقت ان کی "حضوری" کا
جو روح نواز نظارہ میرے ساتھ متعدد لوگوں نے دیکھا تھا ایسا
محسوس ہوتا تھا کہ خواجہ بزرگ اپنے ایک مخصوص حلقہ
بجوش نسبت سے زبان راز میں گفتگو فرمار ہے ہیں اور سننے والا
نظر پر حیرت بنا مشاہدہ حقیقت کی راہ طے کرتا جارہا ہے۔
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں پر نم تھیں عارض روشن پر
جمال یار کی تابانیاں اس حالت تقریب میں آپ نے کیا کچھ
عرض کیا اور کیا کیا جوابات حاصل کئے شاہ جہانی مسجد کی

تقریر کا ہر جملہ اس کی وضاحت کر گیا"

(سوانح شیخ الاسلام منظوم ص ۴'۵)

جیسا کہ استاذ العلماء مفسر القرآن حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے۔

وقعدت عندمزارالامام ربانی فقـال فی المکاشفة بیان مسئلة التوحید اعلی درجةمن السلوك ۔

(مقدمہ بلغۃ الحیران۔ ص ۸)

اور میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مزار کے قریب بیٹھا تو آپ نے مجھے مکاشفہ میں فرمایا توحید کا مسئلہ بیان کرنا سلوک کے بلند ترین درجات میں سے ہے۔

(ف) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو ہوئی روضہ مبارک سرہند شریف میں ہے' یہ گنہگار بدنی اور روحانی طور پر اس کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے' آپ کی روضہ مبارک کی تعریف میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنیؒ مجددی محدث دہلوی مہاجر مدنی نے چند اشعار نظم فرمائے ہیں جن میں سے تین شعر تبرکاً درج کئے جاتے ہیں۔

اے خاکِ پاک روضہ عبیری و عنبری
کہ اہل جہاں زبوئے تو مدہوش گشتہ اند
یا رب مکن خلاص ازیں خاک درمرا
بدحال آں کساں کہ ازیں خاک رستہ اند
تنہا نہ غنی نغمہ مدح تو ساز کرد
کرو بیان عرش ہمیں گو نہ گفتہ اند

ترجمہ اشعار

(۱) اے اس پاکیزہ اور خوشبو افروز روضہ کی مٹی تیری اس خوشبو سے لوگ بے ہوش ہو گئے ہیں۔

(۲) یا اللہ اس دروازہ کی مٹی سے مجھے محروم نہ فرمادہ لوگ برے حال میں ہیں جو اس مٹی سے آزلو ہیں۔

(۳) صرف عبدالغنی ہی نے آپ کی مدح سرائی نہیں کی بلکہ عرش کے فرشتوں نے بھی یوں ہی کہا ہے۔

(علمائے ہند کا شاندار ماضی ج ا ص ۲۱۵)

(ف) اور آج تک تمام مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور بزرگوں کی قبروں پر جاتے ہیں۔

تنبیہ :۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ نے جو ارشاد فرمایا ہے اگر اس میں کمی بیشی کی گئی تو وہ دین نہ کہلائے گا' جیسا کہ عام قبور پر فاتحہ خوانی اور عبرت کے لئے جانا مشروع اور امت کا معمول ہے' اہل اللہ کے مزارات سے روحانی برکات کا ملنا بھی بامر خداوندی ثابت ہے لیکن قبور کو سجدہ کرنا' طواف کرنا' اہل قبر سے مدد مانگنا یہ سب امور شرعاً ناجائز ہیں۔

حیات الانبیاء علیہم السلام

اس عقیدہ کو سمجھنے سے پہلے اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ :۔

(الف) ساری کائنات میں سے اعلیٰ اور افضل اور مکرم اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہے' ارشاد قرآنی ہے :۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا O(الاسرا نمبر ۷۰)

اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔

ارشاد قرآنی ہے :۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ O وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ O وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ O لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍO

(التین، نمبر ۱ تا ۴)

قسم ہے انجیر کے درخت کی اور زیتون کے درخت کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (مکہ مکرمہ) کی کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔

(ب) پھر انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور فرمانبرداروں کو اعلیٰ اور

افضل قرار دیتے ہوئے فرمایا :۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ ۝ مَالَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ۝ (القلم، آیت نمبر ۳۵،۳۶)

بھلا کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے تمہیں کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ۝ (الجاثیہ، ۲۲)

کیا خیال کرتے ہیں یہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے گا یہ برا حکم لگاتے ہیں۔

(ج) پھر فرمانبرداروں اور یقین والوں سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو فضیلت عطا فرمائی ہے جیسا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا :۔

وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (النمل آیت نمبر ۱۵)

اور کہا ان دونوں (داؤد اور سلیمان علیہما السلام) نے کہ تمام تعریفوں کا حقدار صرف وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی ہے۔

اس فضیلت کی تشریح میں قرآن کریم نے فرمایا :۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جہاں اپنا پیغام رکھتا ہے (جس کو اپنا رسول بناتا ہے)(الانعام، آیت نمبر ۱۲۴)

اِنَّھُمْ عِنْدَنَالَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَار۔(صٓ، نمبر ۴۷)

بے شک یہ ہمارے ہاں چنے ہوئے پسندیدہ لوگ ہیں۔

وَکُلًّاَفَضَّلْنَاعَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝وَمِنْ اٰبَآئِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَاِخْوَانِھِمْ وَاجْتَبَیْنٰا ھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝ (الانعام، نمبر ۸۶، ۸۷)

اور ان سب کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی اور ان کے باپوں سے اور ان کی اولادوں سے اور ان کے بھائیوں سے اور پسند کر لیا ہم نے ان کو اور چلا دیا ان کو سیدھی راہ کی طرف۔

انبیاء علیہم السلام انسانوں میں سے برگزیدہ اور چنے ہوئے سعادت مند ہیں' جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے :۔

قَالَتْ لَھُمْ رُسُلُھُمْ اِنْ نَحْنُ اِلَّابَشَرٌمِّثْلُکُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔(ابراہیم۔ آیت نمبر ۱۱)

ان سے ان کے رسولوں نے کہا ہم تو یہی آدمی ہیں تم جیسے لیکن اللہ تعالیٰ احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں جب ان کی اقوام نے یہ کہا کہ تم ہم جیسے انسان ہی ہو اور اپنے جیسے انسان کی اطاعت اور فرمانبرداری سراسر نقصان ہے۔

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلُكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۝

اور اگر تم چلنے لگے کہنے پر ایک آدمی کے اپنے برابر کے تو بیشک تم خراب ہوئے۔ (المؤمنون آیت نمبر ۳۴)

توان کے اس اعتراض کے جواب میں انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ :۔

(۱) واقعی ہم تم جیسے بشر ہی ہیں یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں مگر

(۲) ہم پر اللہ تعالیٰ نے وہ احسان اور انعام کیا جو تم پر نہیں کیا اور یہ احسان اور اکرام اس کا عطیہ ہے' ہماری محنت اور کسب کا اس میں کوئی دخل نہیں وہ بشری خصوصیات لفظ نبی میں پائی جاتی ہیں' اس لئے حسب ارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز :۔

"و پیدا است کہ نبی را ازاں نبی گویند کہ از ہمہ غیر انبیاء قدرے بلند دارد چرا کہ نبوت بلندی را گویند"

(امداد السلوک ص ۸۳)

(ترجمہ) اور یہ بات ظاہر ہے کہ نبی کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ غیر انبیاء انسانوں سے بلند مرتبہ رکھتا ہے کیونکہ نبوت کا لفظی معنی بلندی ہے۔

وہ بلندی اور رفعت اس لحاظ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو پیغام پہنچانا تھا وہ انبیاء علیہم السلام کی معرفت پہنچایا ہر انسان اس قابل نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا امین اور مخاطب بلا واسطہ ہو سکے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :۔

فان للنبی ﷺ وجهين وجه ياخذ من الله تعالى ووجه يعطى الخلق۔ (اعتقاد نامہ، ص ۳۲)

نبی کریم ﷺ کے دو رخ ہیں ایک رخ کا تقابل رب کریم سے

ہوتا ہے اور اس سے اس کا کلام حاصل کر لینا ہے اور دوسرے رخ سے اسی کلام اور پیغام کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو پہنچادینا ہے۔

چنانچہ ہر نبی علیہ السلام کو بشر ہونے کے باوجود مافوق البشر خصوصیات عطا کی جاتی ہیں بالفاظ ڈاکٹر سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ :۔

"جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح یا ہمارے جسم کی پر اسرار مخفی قوت ہمارے کالبد خاکی پر حکمران ہے اور ہمارے اعضاء اور جوارح اس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہیں اسی طرح نبوت کی روح اعظم اذن الٰہی سے سارے عالم جسمانی پر حکمران ہو جاتی ہے اور روحانی دنیا کے سنن واصول عالم جسمانی کے قوانین پر غالب آجاتے ہیں اس لئے وہ چشم زدن میں فرش زمین سے عرش بریں تک عروج کر جاتی ہے' سمندر اس کی ضرب سے تھم جاتا ہے' چاند اس کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے' اس کے ہاتھوں کی دی ہوئی چند روٹیاں ایک عالم کو سیر کر دیتی ہیں' اس کی انگلیاں پانی کی نہریں بہاتی ہیں' اس کے نفس پاک سے بیمار تندرست ہو جاتے ہیں اور مردے جی اٹھتے ہیں' وہ تنہا مٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ وبالا کر سکتا ہے' کوہ' صحرا' بحر وبر' جاندار اور بے جان بحکم الٰہی سب اس کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں"

(سیرۃ النبی ج ۳ ص ۳)

حضرت سید سلیمان ندوی قدس سرہ العزیز کے اس مختصر مگر جامع

ارشاد کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ :۔

"غیر نبی پر تو عناصر غالب ہیں مگر نبی علیہ السلام عناصر پر نہ صرف غالب ہوتا ہے بلکہ بامر خداوندی عناصر پر حکمران ہوتا ہے جیسا کہ اصول عناصر چار ہیں' آگ' پانی' ہوا' مٹی' مگر آگ دوسروں کو تو جلاتی ہے لیکن نبی علیہ السلام کا بال تک نہیں جلا سکتی جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار بن گئی' پانی میں دوسرے انسان توڈوب جاتے ہیں جیسا کہ فرعون اور اس کی قوم کو تو غرق کر دیا مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بامر خداوندی راستے بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے راستے بن گئے۔ ہوا انسانی تصرف سے بالاتر ہے مگر سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مسخر کر دی گئی تھی اور قوم عاد کے لئے تباہی کا سامان بن گئی' مٹی تو اس قدر ادب اور احترام کرتی ہے کہ بڑے سے بڑے جابر انسان کو چند دنوں میں کھا جاتی ہے مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے اجساد مبارکہ کو تو چھو بھی نہیں سکتی"۔

چنانچہ خصائص انبیاء علیہم السلام میں سے یہ خاصہ بھی ہے کہ ان کے اجساد مبارکہ موت کے طاری ہونے کے بعد بھی اس لئے سلامت رہتے ہیں کہ ان میں حیات ہوتی ہے' یہی عقیدہ قرآن و حدیث کی روشنی میں جمہور امت کا ہے' صرف چند لوگوں نے اس سے اپنے عقل خام کی پیروی میں اختلاف کیا ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اخلاقی کمزوریوں اور عملی بے راہ روی سے معصوم تھے' عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے' اسی

طرح ان تمام بیماریوں سے محفوظ تھے جن کی وجہ سے تبلیغ میں رکاوٹ یا کمی آسکتی ہو یعنی کوئی نبی علیہ السلام اندھا، بہرہ، لنگڑا اور گونگا نہیں تھا، اسی طرح ان تمام بیماریوں سے محفوظ تھے جن سے دوسروں کو کراہت آتی ہو یا اس بیماری کو نفرت کا سبب سمجھا جائے جیسا کہ کوڑھ وغیرہ۔ ہر نبی علیہ السلام نیند میں بھی شیطانی وساوس اور خطرات سے محفوظ تھے۔

(ف) حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے بدن اطہر سے کیڑے نکلتے تھے، وغیرہ۔ یہ بات درست نہیں، وہ سات سال یا اٹھارہ سال بیمار رہے اور ساتھ ہی مال اور اولاد بھی ختم ہو گئی تھی۔ بدنی بیماری سے بھی انسان پریشان ہو جاتا ہے مگر قرآن کریم کی شہادت ہے کہ وہ صابر رہے۔ (النبوۃ والانبیاء، ص ۲۸۸)

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام قرآن حکیم میں

(۱) قرآن عزیز نے امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کو ارشاد فرمایا

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۝ (الزخرف، نمبر ۴۵)

اور آپؐ پوچھیں ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپؐ سے پہلے بھیجا ہے کیا ہم نے رحمٰن کے بغیر اور معبود بنائے جن کی عبادت کی جائے۔

اس آیت کی تفسیر میں علماء تفسیر نے یہ فرمایا ہے کہ :۔

يستدل به علیٰ حيوة الانبياء عليهم السلام.

(مشکلات القرآن ص ۲۳۴)

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام کی حیات پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ جو لوگ مر گئے ہیں ان سے کسی بات کا پوچھنا یا پوچھنے کا حکم دینا یہ درست نہیں ہو سکتا' تمام مفسرین قرآن حکیم نے یہی تفسیر اور ترجمہ فرمایا ہے' چند تفاسیر کے حوالہ جات درج ہیں :۔

تفسیر درمنثور جلد نمبر ۶ ص نمبر ۱۶

تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۲۵ ص نمبر ۸۹

تفسیر جمل علی الجلالین جلد نمبر ۴ ص نمبر ۸۸
شیخ زادہ حنفی حاشیہ بیضاوی جلد نمبر ۳ ص نمبر ۲۹۸
علامہ خفاجی مصری حاشیہ بیضاوی جلد نمبر ۷ ص نمبر ۴۴۴
تفسیر روح البیان اور دوسری تفاسیر میں شب معراج میں اس سوال و جواب کو ذکر فرمایا ہے' حضور انور ﷺ کے چچازاد بھائی ترجمان القرآن عبداللہ بن عباسؓ نے بھی اس کا تعلق معراج سے بتایا ہے۔

بیضاوی کے شارح علامہ صدرالدین قونوی حنفی نے فرمایا ہے کہ :۔

"سیدالانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کی طاقت عطا ہوئی تھی ورنہ اس حکم کا کیا فائدہ"۔(جواہر البحار، ج ا ص ۳۱۸)

(۲) قرآن شریف نے سیدالانبیاء ﷺ کو اس امر کی اطلاع دے دی تھی کہ آپؐ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ضرور ہوگی' ارشاد فرمایا :۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ

اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی پس آپؐ ان کی ملاقات میں شک نہ کریں۔(الم السجدہ آیت نمبر ۲۳)

یعنی آپؐ کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ضرور ہوگی' چنانچہ شب معراج تو آپؐ کی ملاقات بیت المقدس میں ہوئی اور پھر سماوی سفر میں آپ کے ساتھ نماز اور روزہ کی تعداد کے بارہ میں کئی بار ملاقات ہوئی' اور ویسے بھی کئی بار دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی' حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا :۔

"معراج کی رات میں ان سے ملے تھے اور بھی کئی بار" (موضح القرآن)

(۳) قرآن عزیز نے شہداء کے متعلق ارشاد فرمایا ہے :۔

بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ 0 فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰا هُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (آل عمران، نمبر ۱۶۹)

بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں اس پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے۔

یعنی تم نہ تو شہداء کو مردہ کہو جیسا کہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴ میں ارشاد فرمایا اور نہ شہداء کو مردہ سمجھو جیسا کہ اس آیت میں ہے بلکہ وہ تو زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے، تو جب وہ شہید جن کا مرتبہ اور درجہ انبیاء علیہم السلام سے بہت ہی کم ہے بلکہ ان کو یہ درجہ اور فضیلت بھی انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی تعلیمات پر یقین کی وجہ سے حاصل ہوئی کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ارشادات پر یقین رکھتے ہوئے ان کے تحفظ میں اپنی جان تو دے دی مگر ان کی تعلیمات کو نہ چھوڑا، تو جب شہداء کو مردہ کہنے اور مردہ سمجھنے سے قرآن حکیم نے روکا اور ساتھ یہ بھی واضح فرمایا کہ بَلْ اَحْيَآءٌ کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہو گئی،

حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :۔

واذاثبت انهم احياء من حيث النقل فانهٗ يقويه من حيث النظركون الشهدأ احياء بنص القرآن والانبيأ افضل من الشهدأ۔

اور جب قرآنی ارشادات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ شہید

لوگ زندہ ہیں اور یہی بات عقل سے بھی باد لیل ثابت ہے تو
وہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بلند اور بالاتر
ہے ان کی حیات تو بطریق اولیٰ ثابت ہو گئی۔

(۴) قرآن عزیز میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے کہ جب ان کی ناسوتی موت کا وقت آیا تو ان پر موت طاری کر دی گئی مگر ان کا جسم اسی طرح لاٹھی کے سہارہ پر ایک سال تک کھڑا رہا اور وہ مٹی کی دست برد سے محفوظ رہا' ارشاد قرآنی ہے :۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ.(السبأ آیت نمبر ۱۴)

پھر جب ہم نے ان پر موت کا فیصلہ کر دیا تو ان کی موت کی جنات کو خبر نہ دی مگر گھن کے کیڑے نے جو کھاتا رہا ان کے عصا کو۔

غور کی بات یہ ہے کہ گھن کے کیڑے اور دوسرے کیڑوں کے سامنے دو چیزیں تھیں ایک تو گوشت پوست کا بدن اور ایک خشک لکڑی کی لاٹھی' ظاہر ہے کہ گوشت کو تو جلدی کیڑا لگ جاتا ہے' چیونٹی چمٹ جاتی ہے' بدن کی رنگت بدل جاتی ہے مگر خشک لکڑی کو تو کیڑے نے کھا لیا لیکن نبی علیہ السلام کے مبارک بدن کو ہاتھ نہ لگا سکا یہی دلیل حیات الانبیاء کی ہے۔ علیہم السلام۔

تفسیری فائدہ :۔ قرآن عزیز نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسد اطہر کے زمین پر آجانے کو خَرَّ کے ساتھ تعبیر فرمایا سقط کے ساتھ تعبیر نہیں فرمایا خَرَّ کا کلمہ قرآن حکیم میں زندہ انسانوں کے جھک جانے اور گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ :۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کے بھائیوں کا سجدہ ریز ہونا قرآن عزیز نے یوں ذکر فرمایا:۔

وَخَرُّوا لَهٗ سَجَدًا (یوسف آیت نمبر ۱۰۰)

اور وہ سارے یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔

اسی طرح کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حالت بوقت دیدار تجلی کو قرآن عزیز نے یوں ارشاد فرمایا:۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔
(الاعراف، آیت نمبر ۱۴۳)

پس جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تجلی نے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی بارگاہ الٰہی میں انابت کا ذکر قرآن عزیز نے یوں فرمایا:۔

خَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ۔(صٓ، آیت نمبر ۲۴)

اور سجدہ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔

ایماندار اہل کتاب نے جب سید دوعالم ﷺ کے ظہور کی بشارت کو سنا اور اس جمال ایمان افروز سے بہرہ ور ہوئے تو ان کی حالت انقیاد اور اطاعت کو قرآن عزیز نے یوں ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا۔(اسراء، آیت نمبر ۱۰۷)

جن کو قرآن سے پہلے علم دیا گیا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے والوں کی نشانی یہ بتائی کہ :۔

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ۝

(الٓمٓ السجدہ، آیت نمبر ۱۵)

ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں جب ان کو ان آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے جھک جاتے اور اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے۔

عباد الرحمٰن کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا :۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا۔ (الفرقان، آیت نمبر ۷۳)

اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ تعالیٰ کے کلام کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے۔

حدیث میں بھی اس کلمہ کا ذکر کسی زندہ انسان کے لئے ارشاد ہوا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث نعلین مبارکین کے ذکر میں فرمایا :۔

خَرَرْتُ لِاِسْتِیْ (مشکوٰۃ)۔ میں اپنے چوتڑوں کے بل گر پڑا

خود سید دو عالم ﷺ نے حدیث شفاعت میں اپنے سجدہ عبودیت و نیاز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :۔

ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا۔ (بخاری و مسلم)

پھر سجدہ کرنے کے لئے گر پڑوں گا۔

(ف) قرآن و حدیث میں یہ کلمہ اور اس کے مشتقات حضرت داؤد علیہ

السلام' حضرت سلیمان علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خود سید دوعالم ﷺ کے لئے آئے ہیں اور ان کے علاوہ بھی عبادالرحمٰن اور نیک لوگوں ہی کے لئے آئے ہیں' اس لئے اس کلمہ سے عزت ہی کا پہلو ظاہر ہے۔

اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسد اطہر کے سلامت زمین پر آنے سے ان کی عرفی موت پر استدلال کرنا قرآنی علوم اور قرآنی سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

(۵) حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۹ میں مذکور ہے جس کا اجمالی ذکر کتاب ھذا کے شروع میں ہو چکا ہے یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ !

(۱) موت فناء کا نام نہیں ورنہ سو سال تک مردہ رکھنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنا کیا مطلب رکھ سکتا ہے۔

(۲) نبی علیہ السلام کا بدن بلا کسی محافظ اور نگران کے اس مٹی پر پڑا رہا جس میں آپ کے گدھے کی ہڈیاں اور گوشت پوست گل سڑ گیا۔

(۳) اسی طرح وہ کھانا جو آپ کے بدن کا جزو ہونا تھا وہ بھی سو سال تک صحیح رہا اس میں نہ تو بدبو پیدا ہوئی اور نہ اس کی مقدار کم ہوئی اور نہ کسی چیز نے اس کو چھوا، اس واقعہ میں کتنی صاف دلیل ہے حیات الانبیاء اور عظمت انبیاء کی (علیہم السلام)

(۶) تفسیر خازن میں حضرت جرجیس علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کی بد نصیب قوم نے ان کو پکایا اور پھر جلایا مگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحیح سالم اٹھ کھڑے ہوئے (تفسیر خازن سورہ آل عمران)

(۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن عزیز میں موجود ہے کہ ان کی قوم نے جب ان کو آگ میں ڈالا تو وہ زندہ اور سلامت ہی رہے۔ (الانبیاء)

(۸) حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات پر یہودیوں نے حضرت موسیٰ پر قتل کا الزام لگایا تو ان کا جنازہ آسمان سے نظر آیا جس میں یہ آواز تھی کہ میں خود اپنی موت مرا ہوں اسی کو فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوا۔
(الاحزاب آیت نمبر ۶۹ حوالہ موضح القرآن)

(ف) تو بدن اور جسم کی سلامتی یہ اس امر کی دلیل ہے کہ روح کا تعلق اس بدن کے ساتھ ہے اس لئے اس کو حیات حاصل ہے' جیسا کہ اصحب کہف کا واقعہ قرآن عزیز میں موجود ہے کہ :۔

وَلَبِثُوا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوا تِسْعاً۔
(الکہف، آیت نمبر ۲۵)

اور وہ اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے نو بڑھا کر (۳۰۹)

اصحاب کہف اس غار میں تین سو نو سال تک رہے مگر جب ان کو جگایا گیا تو انہوں نے کیا کہا کہ ابھی آئے تھے۔ لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ یہ گویا ان کی برزخی زندگی تھی مگر دنیاوی زندگی کے لحاظ سے تو وہ ۳۰۹ سال تک اس غار میں رہے' اگر ذرا بھی انصاف سے کام لیا جائے تو بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر ان کے ناخن بڑھ گئے ہوتے یا کپڑے پھٹ گئے ہوتے یا بال بڑھ گئے ہوتے یا ان کے بدنوں میں اس قدر لمبا وقت گذرنے سے کوئی تبدیلی آجاتی تو یوں نہ کہتے۔ بدن کی سلامتی اسی لیے تھی کہ ان میں حیات تھی۔ یہی حالت سیدنا حضرت عزیر علیہ السلام کی ہے۔ جب آپ کو سو سال مردہ حالت میں رکھنے کے بعد زندہ کیا گیا اور پوچھا گیا !

کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْماً اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ۔ (بقرہ، آیت نمبر ۲۵۹)

خداوند قدوس نے پوچھا کتنا زمانہ یہاں رہے ؟

آپ نے عرض کیا ایک دن یادن کا کچھ حصہ

فرمایا : نہیں ! تو اسی حالت میں سو سال رہا۔

تو اگر ایک سو سال کے طویل عرصے میں آپ کے بدن یا لباس یا اعضاء پر کوئی خارجی یا داخلی اثر ہو جاتا تو کیا آپ یوں فرما سکتے تھے کہ "ایک دن یا دن کا کچھ حصہ "ان دونوں قصوں کو ملا کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت نیند کی طرح ہوتی ہے اور روح کا تعلق اسی طرح رہتا ہے جیسا کہ نیند میں روح کا تعلق رہتا ہے۔ اس لئے بدن کو موت کے عروض کے بعد بھی حیات حاصل رہتی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز بانی دارالعلوم دیوبند نے ارشاد فرمایا :۔

"حیات کو موجب حرمت کہیے اور حرمت کو احترام پر مبنی رکھیے"

(آب حیات ص ۲۹)

(۹) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (آل عمران، آیت نمبر ۸۱)

اور جب اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم، پھر آئے گا تمہارے پاس (بڑا) رسول کہ سچا بتائے گا جو تمہارے پاس ہے تو اس رسولؐ پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کہ تم نے

اقرار کیا تو لے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

اس آیت میں اس امر کی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے اس امر کا عہد لیا تھا کہ جب امام الانبیاء ﷺ تشریف لائیں گے تو تم ان کی مدد کرو گے اور ان پر ایمان لاؤ گے۔ ظاہر ہے کہ سید الانبیاء ﷺ سب انبیاء سے آخر میں تشریف لائے جملہ انبیاء کرام کو آپؐ سے زمانی تقدم حاصل تھا اس نے شب معراج سب انبیاء علیہم السلام نے آپؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور اس عہد کی عملی تصدیق کی۔

حضرت العلامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"فاعلم ان النبوةبداها الله تعالى بادمؑ ثمَ جعلها في ذرية ادم الثاني وهونوحؑ ثمَ جعلها في ذرية ابراهيمؑ وحصرها بعده في نسله فقا ل تعالى وجعلنا في ذريته النبوّ ة والكتاب ثمَ جعلها شعبتين شعبته بني اسرائيل فبعث منهم رسلا وانبيأ تترى الى ان ختمها بعيسىؑ ورفعه حيَا وشعبة بني اسماعيل وبعث منهم على دعوة ابراهيمؑ خاتم الانبيأنبيّاً ﷺ وقضى له سيادة بني ادم كلهم ولافخر وبيده لواء الحمد ولافخر وما من نبي يومئذٍ ادم فمن سواه الاتحت لوائه فقد اخذ اللهميثاق النبيّين الى منهم بنصرته ان

ادرکوازمانه وقدادرکوه فی المسجد الاقصی ۔الخ

(عقیدۃ الاسلام، طبع اول، ص ۱۵)

"والرا جع ان المرادانه اخذ المیثاق من سائر الانبیأ فی حق نبینا ﷺ واللام فی النبیین للاستغراق.(ص ۱۷)

ارشادات بالا کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ :۔

اللہ تعالیٰ نے رسالت اور نبوت کا مقدس سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان میں رکھا اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اس سلسلہ نبوت کو مخصوص فرمادیا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی رسول اور نبی تشریف لائے وہ سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہی سے ہوئے ہیں۔ ایک شاخ سے بنی اسرائیل ہوئے یعنی حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے جن کے آخری نبی حضرت مسیح علیہ السلام ہوئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اسی جسم کے ساتھ اٹھالیا ہے۔ اور دوسری شاخ (اولاد اسماعیل علیہ السلام) سے سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ظہور ہوا ہے' اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا تھا کہ آخری نبیؐ پر ایمان لائیں گے اور ان کے دین کی مدد کریں گے' چنانچہ :۔

(الف) وہ آخری نبی ان سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں کیونکہ وہ ان سب نبیوں کی رسالت اور نبوت کی تصدیق کرنے والے ہیں اور تصدیق کرنے والا اعلیٰ اور افضل ہوا کرتا ہے۔

(ب) سب انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں آپؐ سے ملاقات کی

اور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی شاید بیت المقدس کو اس قیادت کے عملی ظہور کو اس لئے مخصوص کیا گیا ہو کہ بیت المقدس انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ رہا ہے تو عملاً یہ ثابت کرادیا گیا ہے کہ اب سیادت اور قیادت امام الانبیاء کو حاصل ہو چکی ہے۔

(ج) ایمان کا اظہار اور عملی اطاعت کی تصدیق یہ سب امور حیاۃ الانبیاء کے لئے دلیل ہیں۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز میں سب انبیاء علیہم السلام پر سلام کہنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اجمالی طور پر تو یہ ارشاد فرمایا :۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۔(الصّٰفّٰت،۱۸۱)

اور سلام ہو سب رسولوں پر۔

مگر تفصیلی طور پر اسی سورت میں چند انبیاء علیہم السلام کے نام لے کر ارشاد فرمایا :۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ۔(الصّٰفّٰت نمبر ۷۸،۷۹)

اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنی دی کہ نوح پر سلام ہو سب جہانوں میں۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ ۝

اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کے لئے یہ بات رہنے دی کہ سلام ہو ابراہیم پر۔(الصّٰفّٰت آیت نمبر ۱۰۸ و ۱۰۹)

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝(الصّٰفّٰت آیت نمبر ۱۱۹ و ۱۲۰)

اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان دونوں کے لئے یہ بات رہنے دی کہ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِيْ الْاٰخِرِيْنَ0 سَلٰمٌ عَلٰى اِلْ يَاسِيْنَ۔

اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کے لئے یہ بات لکھ دی ہے کہ سلام ہو ال یاسین پر۔ (الصّٰفّٰت آیت نمبر ۱۲۹ اور ۱۳۰)

انبیاء علیہم السلام پر سلام کہنے کے حکم سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کو برزخی حیات حاصل ہے اور سلام ان کو پہنچایا جاتا ہے۔

اور سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (احزاب، ۵٦)

اللہ تعالیٰ نے امت کو یہ حکم دوامی دیا ہے اس لئے سید الانبیاء ﷺ نے درود شریف کا حکم دیتے ہوئے فرمایا "تمہارا درود و سلام مجھے پہنچتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں" جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

قرآنی صداقت واقعات کی روشنی میں

اگرچہ سعادت مند انسان اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کے ارشادات پر بلا کسی چون وچرا کے ایمان لے آتا ہے مگر بعض کور باطن حرمان نصیب چون وچرا کرتے رہتے ہیں' شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے طور پر کبھی کبھی ایسے واقعات کا ظہور فرما دیتے ہیں جن سے ان ارشادات کی تائید اور تصدیق ہو جاتی ہے' جیسا کہ فرمایا :۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ (حم السجدہ نمبر ۵۳)

اب ہم دکھلائیں گے اپنی قدرت کے نمونے دنیا میں اور خود انکی جانوں میں یہاں تک کہ کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے کیا تیرا رب کافی نہیں بے شک وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے۔

چنانچہ حیات بعد الموت کو سمجھانے کے لئے چند واقعات کا ذکر تو قرآن عزیز میں ہے اور تاریخی طور پر بھی ایسے واقعات کا ظہور ہوا ہے جیسا کہ مشہور محقق اہل علم امام ابو عبید ثقفی م ۲۲۴ ھج نے اپنی مستند کتاب "کتاب الاموال" میں مندرجہ ذیل واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ :۔

(۱) جب حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں سوس فتح ہوا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری وہاں کے عامل مقرر ہوئے تو انہوں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے

نبی حضرت دانیال علیہ السلام کا جسد مبارک پتھر کے ایک ٹب میں پڑا ہوا ہے اور اس کے پاس کافی مال و دولت موجود ہے جس کے پاس ایک تحریر موجود ہے کہ جس کسی کو مال کی ضرورت ہو اس سے لے جائے اور پھر ضرورت پوری ہونے پر مال یہاں لاکر جمع کر دے ورنہ وہ کوڑھی ہو جائے گا' وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ اس پر عمل کیا جاتا ہے' چنانچہ آپ نے یہ حالت حضرت عمر فاروقؓ کو لکھ بھیجی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ نبی علیہ السلام کا جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں اور سارا مال بیت المال میں جمع کر دیں۔ (ص ۳۴۲)

(ف) حضرت دانیال علیہ السلام حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً سات سو سال پہلے گذرے ہیں اور حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ خلافت حضرت دانیال علیہ السلام سے تقریباً چودہ سو برس بعد کا ہے اس لحاظ سے حضرت دانیال علیہ السلام کے بدن مبارک کو خداوند قدوس نے چودہ سو سال تک سلامت رکھا تاکہ لوگ آنکھوں سے دیکھ لیں کہ نبی کی موت فناء کامل نہیں ہوتی بلکہ اس کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔

---

(۲) مشہور مورخ اسلام علامہ ذہبیؒ نے اپنی مستند کتاب العبر فی خبر من غبر میں فرمایا ہے کہ :۔

"۵۱۳ھ میں بیت المقدس میں حضرت ابراہیم' حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی قبور اچانک ظاہر ہو گئیں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نے ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا' سب حضرات کے پاکیزہ جسم بالکل صحیح و سالم تھے" (جلد ۴ ص ۲۹)

تنبیہ :۔ جو لوگ حیات الانبیاء علیہم السلام کے منکر ہیں وہ یہ کہنے سے بھی باک نہیں کرتے ہیں :۔

"حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے ہمراہ
رات کو مصر سے نکلے توراستہ بھول گئے جب تشویش ہوئی تو
علماء بنی اسرائیل نے فرمایا یوسف علیہ السلام نے ہم سے
پختہ وعدہ لیا تھا کہ جب وہ مصر سے جائیں تو میری ہڈیاں ہمراہ
لے جائیں چنانچہ انہوں نے ہڈیاں نکالیں اور اپنے ہمراہ لے
گئے" (الادلۃ القویۃ، ص ۸۴) (العیاذ باللہ)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو فلسطین کے بدکار بادشاہ ہیرودس نے اس طرح شہید کردیا تھا کہ ان کا سر مبارک ان کے جسد سے علیحدہ کردیا تھا۔

مشہور محدث حافظ ابن عساکر نے زید بن واقد سے بیان کیا ہے کہ جب دمشق میں ایک مسجد بنانے کے لیے کھدائی کی گئی تو محراب کے قریب ایک ستون کے نیچے سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک اسی طرح صحیح و سالم نکلا' یوں معلوم ہوتا تھا کہ ابھی آپ کو شہید کیا گیا ہے۔ (النبوۃ والانبیاء، ص ۳۳۶ از محمد علی صابونی استاذ کلیہ شرعیہ مکہ مکرمہ)

حضرت یونس علیہ السلام کے بارہ میں سورۃ الصافات آیت نمبر ۱۴۴ میں فرمایا کہ اگر یونس علیہ السلام تسبیح پڑھنے والوں میں سے نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک (زندہ) رہتے۔ (روح المعانی)

مچھلی یعنی ان کی قبر بھی سلامت رہتی اور وہ بھی زندہ رہتے۔ نبی علیہ السلام کی حیات اور قبر کی بقاء کی کس قدر واضح دلیل ہے۔

چند احادیث دربارہ حیات الانبیاء علیہم السلام

حیات الانبیاء علیہم السلام کے متعلق احادیث اس قدر زیادہ روایت کی گئی ہیں کہ ان کو تواتر کا درجہ حاصل ہے۔ معتبر کتب احادیث سے چند احادیث ترجمہ اور مختصر تشریح کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔

(۱)الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔

انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔

محدث کبیر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ یہ روایت حضرت انسؓ سے بھی روایت ہے اور صحیح ہے" (فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۱۱۷)

(۲)ان النبی ﷺ لیلۃ اسری به مر علی موسیٰؑ وهو یصلی فی قبره۔

جناب رسول کریم ﷺ کا شب معراج موسیٰؑ کی قبر پر گزر ہوا اور موسیٰؑ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

(۳)قال رسول الله ﷺ اتیت علی موسیٰؑ لیلۃ اسری بی عندالکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره۔

سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میرا گزر موسیٰؑ کے قریب سے ہوا میں نے دیکھا کہ آپ اپنی قبر میں (جو کہ لال رنگ کے ٹیلے کے پاس ہے) کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

اس حدیث میں پوری تفصیل سے آپ ﷺ نے بیان فرمایا کہ موسیٰ کھڑے ہو کر اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور کھڑا ہونا تو بدن کا خاصہ ہے روح کے لئے کھڑا ہونا یا بیٹھنا نہیں ہو سکتا۔

(۴) قال رسول الله ﷺ قد رأیتنی فی جماعةٍ من الانبیاء فاذا موسی قائم یصلی فاذا رجل ضرب جعدٍ کانهٗ من رجال شنوة واذاعیسی بن مریم یصلی اقرب الناس به شبها عروة بن مسعود الثقفی واذا ابراهیم قائم اشبه النّاس به صاحبکم یعنی نفسه.

جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت میں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور اچانک میں نے دیکھا کہ مریمؑ کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام بھی نماز پڑھ رہے ہیں آپ شکل و شباہت میں عروہ بن مسعود ثقفی صحابی کے مشابہ ہیں اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا کہ وہ بھی کھڑے ہیں اور میرے مشابہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں فرمایا گیا ہے :۔

اما الانبیاء علیهم السلام احیاء بالحیٰوة الحقیقیة بدلیل صلوٰة موسیٰؑ فی قبرهٖ وصلوٰة النبی ﷺ بهم فی لیلة الاسراٗ ولقائهٖ بهم و نص علی حیٰو

تهم ابن عطية والقضاعي۔

(اکمال شرح مسلم، ج ۶ ص ۱۶۸)

انبیاء علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں جس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اور خود سید دو عالم ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کو شب معراج نماز پڑھانا اور ان کے ساتھ ملاقات فرمانا ہے 'ابن عطیہؒ اور قضاعیؒ نے بھی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر تصریح فرمائی ہے۔

(ف) شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ :۔

"اور جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ وغیرہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شکل و صورت و لباس وغیرہ کو صحابہ کرامؓ کے سامنے ذکر فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان اکابر کی شکل اور صورت کو مخاطبین کے دماغ میں تمثل اور جگہ دینا مقصود ہے"

(مکاتیب شیخ الاسلام جلد ۴ صفحہ ۲۲۱)

(۵) صحیح حدیث میں ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) اور یونس (علیہ السلام) کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہہ رہے ہیں' یہ حدیث مسلم شریف میں موجود ہے۔ محدث کبیر حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(عقیدۃ الاسلام ص نمبر ۲۱)

(۶) ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھا سکے۔

اس کی وجہ مہاجر مدنی مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ شارح ابی داؤد نے یہ فرمائی ہے :۔

"اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں"

(بذل المجہود، ج ۳ ص ۱۶۰)

(ف) شارح بیضاوی و شارح الشفاء علامہ خفاجی مصری نے فرمایا ہے کہ :۔

"متعدد روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جاگتے ہوئے آسمان پر اور زمین پر کئی مرتبہ دیکھا ہے اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں"۔ (نسیم الریاض جلد ۲ ص ۱۴۹)

(۷) وفی الصحیح ان رسول اللّٰہ ﷺ صلی بالمرسلین لیلۃ اسری بہٖ رکعتین وانہٗ سَلَّمَ علی ہارونؑ فدعالہٗ بالرحمۃ ولامتہٖ وانہٗ سَلَّمَ علی ادریسؑ فدعا لہٗ بالرحمۃ والامتہٖ ۔

(الدرۃ الفاخرہ از امام سیوطیؒ، ص ۱۶)

صحیح حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے شب اسراء (بیت المقدس میں) سب انبیاء علیہم السلام کو دو رکعت نماز پڑھائی اور حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کو سلام دیا انہوں نے آپؐ کے لئے اور

آپ کی امت کے لئے رحمت کی دعا کی۔

(۸)فنبی الله حی یرزق۔

پس یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا ہر نبی زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

(حقیقی اور معنوی)(مرقاۃ ج ۳ ص ۲۴۱)

(ف) جبکہ ہر مسلمان کی قبر پر حاضری کے وقت سلام کہا جاتا ہے تو حسب ارشاد صادق اعظم ﷺ سلام کہنے والے کو جواب دیا جاتا ہے جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی سلام کا جواب فرماتے ہیں' جیسا کہ احادیث گذر چکی ہے۔اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی سلام کا جواب فرماتے ہیں' جیسا کہ احادیث میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمدیہ کو سلام بھیجنا ثابت ہے کہ :۔

" سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوا میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا اے محمد ﷺ اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہہ دیں اور ان کو خبر کر دیں کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اور اس کا پانی بھی میٹھا ہے مگر ابھی تک اس میں کچھ نہیں بویا گیا اور اس کا بیج بونا یہ کلمات ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَر (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

چونکہ مسلمان بفضلہ تعالیٰ نماز میں اور نماز سے خارج بھی جو درود شریف پڑھتے ہیں اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی درود شریف پڑھا جاتا ہے شاید اسی لئے حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے امت محمدیہ کو سلام بھیجا ہے۔الحمد لله ثم الحمد لله

حج الانبیاء علیہم السّلام

جب بیت اللہ کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے بامر خداوند تعالیٰ فرمائی تو اس کا طواف بھی فرمایا' اسی طرح حضرت نوحؑ نے بھی طوفان سے پہلے بیت اللہ کا حج فرمایا تھا البتہ حضرت صالح اور حضرت موسیٰ علیہما السلام اپنی حیات مبارکہ میں حج نہ کر سکے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ شریف کو الہام ربانی کی روشنی میں تعمیر فرمایا تو خود بھی اس کا حج فرمایا اور آپ کے بعد بھی ہر نبی علیہ السلام نے حج فرمایا' بعض ثقہ مورخوں اور محدثوں نے فرمایا ہے کہ :۔

"مقام ابراہیم' رکن یمانی اور زمزم کے درمیان ۷۷ انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں جو حج کے لئے تشریف لائے اور یہیں وفات پا گئے' اور بعض وہ انبیاء علیہم السلام بھی یہاں آرام فرما ہیں جو اپنی قوم کے ہلاک ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں تشریف لے آئے اور یہیں عالم آخرت کو سدھارے

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام حج کے وقت طواف کرتے ہوئے یہ فرما رہے تھے :۔

" لبیك کاشف الکرب (ترجمہ) اے پریشانی کو دور کرنے والے میں حاضر ہوں۔ (درمنثور)

حطیم کعبہ میں میزاب رحمت کے نیچے سیدنا اسماعیل علیہ السلام آرام فرما ہیں آپ کے مزار اقدس کا نشان سر سبز چٹان ہے جو وہاں موجود ہے۔ (زادھا اللہ شرفاواجلالا)

(ف) اب وہ چٹان وہاں سے نکال دی گئی ہے۔ (۷ ۱۴۱۷ھ حج / ۱۹۹۶ء)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا الروحاء کے علاقہ سے ستر انبیاء علیہم السلام پیدل بیت اللہ کے حج کے ارادہ پر تشریف لے گئے جنہوں نے عباء پہنے ہوئے تھے اور ان کا گذر صخرہ سے ہوا۔ (التعرف ص ۲۲)

دار العلوم دیوبند کے پہلے بانی حضرت حاجی سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا ایک بات کہتا ہوں میری زندگی میں کسی سے ظاہر نہ کرنا فرمایا کہ میں نے حرم شریف میں حالت بیداری میں بعض انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی ہے"۔ (مشائخ دیوبند ص ۱۸۹)

(ف) سید محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء کو ہوا آپ نے اپنی زندگی میں لوگوں سے یہ بابرکت مشاہدہ بیان کرنے سے اس لئے روکا ہوگا کہ لوگ تنگ کریں گے اور اس سے کچھ خود نمائی کا خطرہ بھی تھا۔

حیات رحمت کائنات ﷺ

جب عام انسانوں کو موت کے بعد ایک گونہ حیات حاصل ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ راحت اور عذاب کو محسوس کرتے ہیں پھر ان میں وہ سعادتمند بھی ہیں جن کا بدن بظاہر پرزے پرزے کر دیا جاتا ہے مگر قرآن حکیم نے ان کو مردہ کہنے اور مردہ سمجھنے سے منع فرماتے ہوئے ان کو زندہ کہنے اور زندہ سمجھنے کا حکم فرمایا ہے یہ سعادتمند وہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا پر گذار دی اور قربان کر دی' تو جن مجتبیٰ اور مصطفیٰ بندوں کی تعلیمات سے سرشار ہو کر ان کو یہ حیات حاصل ہوئی ہے ان کی حیات میں کیسے کلام کیا جا سکتا ہے' میری مراد ان برگزیدہ انسانوں سے اللہ تعالیٰ کے رسول اور انبیاء علیہم السلام ہیں جیسا کہ تفصیل سے گذر چکا ہے' جب مبشرین کو یہ سعادت حاصل ہے تو وہ ذات عالی صفات جن کی تشریف آوری کا اعلان کرنے کیلئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا گیا ہے انکے درجات اور حیات کے بارہ میں کیا لب کشائی کی جا سکتی ہے' سید دو عالم ﷺ اس جہاں میں بھی ان ممتاز اوصاف اور کمالات سے مشرف تھے جو کسی کو حاصل نہیں ہوئے' اور اس عقیدہ کو بادلائل بیان کرنے کے لئے علماء اسلام نے دو مخصوص عنوان اختیار کر کے ان پر کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں' ان میں سے ایک کا عنوان تو دلائل النبوۃ ہے اور دوسرے کا خصائص النبوۃ ہیں جیسا کہ :۔

دلائل النبوۃ از عبداللہ بن مسلم معروف ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ)

دلائل النبوۃ از امام ابواسحق ابراھیم بن اسحق (م سنہ ۲۸۵ ھج)
دلائل النبوۃ از جعفر بن محمد المعروف
بالمستغفری (م سنہ ۲۸۵ ھج)
دلائل النبوۃ از اسماعیل بن محمد اصبھانی ملقب بہ
قوام السنۃ (م سنہ ۳۵۰ ھج)
دلائل النبوۃ از امام ابونعیم اصبہانی (م سنہ ٤۳۰ ھج)
دلائل النبوۃ از امام کبیر محدث بیھقی (م سنہ ٤۵۸ ھج)
دلائل النبوۃ از ابوبکر محمد بن الحسن
المقری الموصلی (م سنہ ۵۸۱ ھج)

اسی طرح خصائص النبوۃ کے موضوع پر بھی علمائے کرام نے لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے جیسا کہ :۔

سراج الدین بن عمر بن علی شافعی (م سنہ ۸۰۳ ھج) اور
عبدالرحمٰن بن عمر البلقینی (م ۸۲۴ ھج) اور
علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ ھج) نے

ایک جامع کتاب بہ نام کتاب الانوار بخصائص المختار تحریر فرمائی۔

ان کے علاوہ قطب خیضری اور یوسف بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس پاکیزہ ایمان افروز موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ دسویں صدی ہجری کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عنوان سے ایک مبسوط کتاب خصائص کبری کے نام سے مدون کی ہے جو تین جلدوں میں مطبوعہ اور دستیاب ہے' اس کتاب کو جلال الدین سیوطیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سال کی محنت کے بعد مرتب فرمایا اور اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہزار خصوصیات کو ذکر

فرمایا ہے۔ پھر اس کا اختصار بہ نام خصائص صغریٰ بھی مرتب فرمائی۔

اسی طرح یحییٰ بن یوسف حنبلی (م ۵۵۰ ھ) نے سید دو عالم ﷺ کے فضائل میں ایک جامع کتاب لکھی ہے جو صرف سید دو عالم ﷺ کے اوصاف اور فضائل پر مشتمل ہے اور وہ بیس جلدوں میں ہے۔

علی بن امیر مصری م ۷۳۹ ھ نے اپنے ترکہ میں ۵۷ ایسی کتابوں کو چھوڑا جو سب کی سب مدح رسالت مآب ﷺ پر مشتمل ہیں۔

(دُرر کامنہ ج ۳ ص ۲۵)

حافظ ابو سعید عبد الملک نیشا پوری (م ۴۰۶ ھ) کی ایک کتاب شرف المصطفیٰ ہے سب سے زیادہ مقبول اور جامع کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ہے۔ جو کہ قاضی ابوالفضل عیاض بن موسی الیحصبی الاندلسی المالکی (م ۵۴۴ ھ) کی مرتبہ ہے یہ کتاب بہت زیادہ مقبول اور منظور دربار سید دو عالم ﷺ ہے جیسا کہ :۔

"امام الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے ارشاد فرمایا کہ قاضی عیاض کے برادر زادہ نے ایک روز اپنے چچا کو خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اس منظر کو دیکھ کر اس پر دہشت اور رعب طاری ہو گیا تو قاضی عیاض نے اس سے فرمایا۔ بیٹے میری "شفاء" کو مضبوط پکڑے رہو اور اس کو اپنے لئے حجت بناؤ گویا آپ نے اس کلام سے ادھر اشارہ فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ اس کتاب کی برکت سے ملا ہے"

(ترجمہ بستان المحدثین ص ۳۲۳ از مولانا عبد السمیع رحمۃ اللہ

علیہ استاذ دار العلوم دیوبند)

(ف) اس کتاب "الشفاء" کو اللہ تعالیٰ نے بہت شرف اور برکت سے نوازا ہے اسلامی افواج میں ایک فوج کا نام "شافیہ" تھا جو "شفاء" کتاب پر ہاتھ رکھ کر حلف وفاداری اٹھایا کرتی تھی' اس کے نام سے کئی اسلامی مدارس بھی جاری کئے گئے' یہ کتاب جس کشتی میں ہو وہ ڈوبنے سے بچ جاتی ہے اور وہ مکان جس میں یہ کتاب ہو وہ جلنے سی بچ جاتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ۔ (نسیم الریاض) اس کتاب کی عربی فارسی ترکی میں کئی شروح لکھی گئی ہیں' عربی زبان میں چند شروح کے نام درج ذیل ہیں:۔

(۱) محمد بن ابی شریف تلمسانی سماہ المنہل الاصفی (م ۷۹۱ھ)
(۲) محمد بن محمد الایجی الشافعی (م ۸۶۲ھ)
(۳) علی بن محمد اقبرس الشافعی (م ۸۶۲ھ)
(۴) عمر العرضی فی اربع مجلدات وابو ذر احمد بن ابراہیم حلبی (م ۹۸۴ھ)
(۵) شیخ تقی الدین احمد بن محمد الشمنی (م ۸۷۲ھ)
(۶) برہان الدین بن محمد حلبی (م ۷۹۷ھ)
(۷) شہاب الدین احمد بن حسین رملی شافعی ۸۱۰ھ (م ۸۴۴ھ)
(۸) اسماعیل بن ابراہیم کنانی (م ۸۶۱ھ)
(۹) کمال الدین بن ابی القدسی (م ۶۵۱ھ)
(۱۰) احمد بن محمد بن مرزوق التلمسانی المالکی (م ۸۱۷ھ)
(۱۱) قطب الدین محمد بن محمد بن الخضیری (م ۸۹۴ھ)
(۱۲) شہاب الدین احمد خفاجی (م ۱۰۶۹ھ)
(۱۳) ترکی زبان میں اس کا ترجمہ شیخ الاسلام المولی اسحٰق بن شیخ الاسلام اسماعیل

آفندی (م ۱۱۴۲ھ) نے کیا اور اس کتاب کا اختصار محمد بن احمد شافعی (م ۷۶۳ھ) نے عربی زبان میں فرمایا ہے' اردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

اسی طرح ری کے سابق قاضی القضاۃ عبد الجبار بن احمد شافعی ہمدانی (م ۴۱۵ھ) نے ایک کتاب بہ نام تثبیت دلائل النبوۃ لکھی جو نہایت ہی جامع کتاب ہے' یہ کتاب بیروت کے دار العربیہ سے ۱۹۶۶ء کو دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ فارسی زبان میں حضرت مولانا عبد الحق محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوۃ بھی جامع کتاب ہے دار العلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے لامیۃ المعجزات عربی نظم میں لکھی' جس کی اردو جامع شرح دار العلوم دیوبند کے سابق استاذ اعلیٰ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔

سید دو عالم ﷺ کی بشری خصوصیات

قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں مگر آپ کو جو بشری خصوصیات حاصل ہیں وہ اور کسی کو حاصل نہ تھیں جیسا کہ قرآن عزیز کی بعض قراتوں میں سورہ توبہ کی آیت ۱۲۷ میں اَنۡفُسِکُمۡ کے ساتھ اَنۡفَسِکُمۡ بھی تلاوت کیا گیا ہے جو کہ نفاست سے مشتق ہے یعنی تم سب میں سے زیادہ نفیس ذات سید دو عالم ﷺ کی ہے' محدث کبیر مفسر قرآن حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ والضحیٰ میں فرمایا ہے :۔

"و خصوصیاتے کہ آنحضرت ﷺ را در بدن مبارکش دادہ بودند آں بود کہ آں حضرت ﷺ از پس پشت خود میدیدند و در شب و در تاریکی چناں میدیدند کہ بروز در روشنی۔ و ہیچ کس اثر فضلہ ایشاں را بر روئے زمین نہ دیدہ زمین مے شگافت و فرومی بردواز مکان بوئے مشک مے شمید ند۔ و در وقت تولد ایشاں نورے قشع شد کہ بہ سبب آں شہر ہائے شام مادر ایشاں را نمودار شدند"

(ترجمہ)"وہ خصوصیات جو کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بدن مبارک میں عنایت ہوئی تھیں ان میں سے بعض یہ ہیں' اپنے پیچھے کی چیزوں کو بھی اسی طرح

دیکھ لیا کرتے تھے جیسا کہ سامنے والی چیزوں کو مشاہدہ فرمایا کرتے تھے' رات کے اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھ لیا کرتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں' کسی آدمی نے جنابؐ کے پیشاب وفضلہ کو زمین پر نہیں دیکھا جہاں جنابؐ قضائے حاجت فرمایا کرتے تھے زمین پھٹ کر وہ نیچے چلا جاتا اور وہاں سے کستوری کی خوشبو آجاتی' آپؐ کے ظہور اقدس کے وقت ایسا نور ظاہر ہوا کہ آپکی والدہ ماجدہ نے اس کی روشنی میں شام کے شہر دیکھ لئے"

چند بشری خصوصیات

(قوت سامعہ) حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ ایک دفعہ اپنے مہبط انوار وحی سے باہر تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہود کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے جو میں سن رہا ہوں۔ (بخاری کتاب الجنائز)

آں حضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کیا تم بھی سن رہے ہو تو انہوں نے عرض کیا نہیں' اے میرے آقا ﷺ میں تو نہیں سن رہا' اس پر آپؐ نے فرمایا تم نہیں سن سکتے جو ان پر عذاب ہو رہا ہے۔

(مستدرک حاکم ج ۴ ص ۳۰۹)

(قوۃ شامہ) ایک مرتبہ سید دو عالم ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ سخت بدبو پھیلی' اس پر سید دو عالم ﷺ نے فرمایا یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو دوسروں کی غیبت کرتے ہیں۔ (مسند امام احمد)

(ف) سید دو عالم ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ جب مسلمان جھوٹ بولتا ہے تو اس

سے اس قدر سخت بدبو پھیلتی ہے کہ فرشتے ایک میل دور بھاگ جاتے ہیں۔
(مشکوٰۃ شریف)

(ذائقہ نبوی ﷺ) ایک انصاری صحابیؓ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں شرکت کے لئے نکلے میں نے دیکھا کہ آپؐ قبر کے اوپر سے گورکن کو یہ ہدایت فرماتے جاتے تھے دیکھنا ذرا پائنتی کی جانب سے اور کشادہ کرنا ذرا سرہانے کی جانب سے کشادہ کرنا' جب اس کو دفن کر کے واپس ہوئے تو سامنے سے اس کی بیوہ کی جانب سے آپ کو بلانے کے لئے ایک شخص آیا آپؐ اس کے ساتھ ہو لئے اس وقت ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے' آپؐ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا' حسب دستور پہلے آپؐ نے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا اس کے بعد صحابہؓ نے ہاتھ بڑھائے اور کھانا شروع کیا ہم نے دیکھا تو آنحضرت ﷺ لقمہ چبار ہے تھے مگر نگلتے نہیں' اس کے بعد فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گوشت کسی ایسی بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کی گئی ہے میت کی بیوی نے جواباً کہلا بھیجا یا رسول اللہ واقعہ تو یہ ہے کہ میں نے نقیع کے بازار میں جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں ایک آدمی بھیجا تھا تا کہ وہ ہمارے لئے ایک بکری خرید لائے جب وہاں بکری نہ ملی تو میں نے اپنے پڑوسی کے پاس آدمی بھیجا' اس نے ایک بکری خریدی تھی کہ جس قیمت میں اس نے وہ خریدی تھی اسی قیمت میں وہ مجھے بھیج دے اتفاقاً وہ نہ ملا' پھر میں نے اس کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا اس نے یہ بکری مجھ کو بھیج دی ہے' رسول کریم ﷺ نے فرمایا تو اب یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ (ابی داؤد)

(ف) خاوند کی بلا اجازت بیچی تھی۔

آنحضرت ﷺ کی آواز کا ایک کرشمہ

عن عائشۃ ان النبی ﷺ جلس یوم الجمعۃ علی المنبر فقال للناس اجلسوا فسمعہ عبداللہ بن رواحہ وھو فی غنم فجلس فی مکانہ۔

(رواہ البیھقی وابونعیم کمافی الخصائص)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ جمعہ کے دن جب خطبہ کے لئے بیٹھے تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ، آپؐ کی یہ آواز حضرت عبداللہ بن رواحہ کے کان میں پہنچ گئی اس وقت وہ بکریوں میں تھے آپؐ کی آواز کا سننا تھا کہ وہ فوراً وہیں بیٹھ گئے۔ (الخصائص)

عن عبدالرحمن بن معاذ التیمی قال خطبنا رسول اللہ ﷺ بمنیٰ ففتح اسماعنا وفی لفظ ففتح اللہ اسماعنا حتّٰی ان کنّا نسمع مایقول ونحن فی منازلنا۔ (رواہ ابن سعد کمافی الخصائص)

عبدالرحمٰن بن معاذ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے منیٰ میں ایک خطبہ دیا تو اس کو سننے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے کان اس طرح کھول دیئے تھے کہ ہم تمام حجاج جہاں جہاں بیٹھے ہوئے تھے آپؐ کی آواز سب وہیں سن رہے تھے۔

(الخصائص)

(نبی کا وزن) انبیاء علیہم السلام کا جسد اطہر بظاہر گوشت پوست کا ہوا کرتا ہے

مگر اس میں وحی کی عظمت کا وزن اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ کائنات اس کو اٹھانے سے قاصر ہوتی ہے۔ صحیح احادیث میں ہے کہ ایک دفعہ سیدِ دو عالم علیہ السلام احد پہاڑ پر تشریف لے گئے تو وہ لرز اٹھا" ظاہر ہے کہ جب قرآن مجید کے متعلق قرآن کریم ہی کا ارشاد ہے کہ اگر اس کو ہم پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ پہاڑ بھی خشیت الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا (الحشر نمبر ۲۱) تو جس ذات عالی پر وہ قرآن نازل ہوا اس کا وزن بہت ہی زیادہ ہوگا۔ وحی کا وزن ہونا روایت صحیحہ سے ثابت ہے بلکہ اس صحابی پر بھی وحی کا وزن اثر انداز ہوا جس نے رسول اکرم علیہ السلام کی اونٹنی کی زمام پکڑی ہوئی تھی، وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی آج بھی موجود ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان موجود ہیں۔ جناب رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ وحی نازل ہونے کے بعد میرا وزن ایک ہزار انسانوں سے زیادہ ہو گیا (دلائل النبوۃ از علامہ اصفہانی ص ۱۷۱ تا ۱۷۶)

اس تمام مضمون کا خلاصہ

محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ :۔

"انبیاء علیہم السلام وتیرہ (طریقہ) اہل جنت پر ہوتے ہیں اس دنیاوی زندگی میں بھی اسی باب (اسی سلسلہ) سے زمین کا براز نبی کریم علیہ السلام کو نگل جانا یا آپ کی قوت جماع اہل جنت جیسی یا اجساد انبیاء علیہم السلام کا زمین پر حرام ہونا کہ وہ ان کو فنا نہیں کر سکتی" (انوار الباری ج ۸ ص ۵۷)

استاد محترم حضرت مولانا سید محمد بدر عالم خلد آشیاں جنت البقیع مدینہ منورہ نے اور حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ رشید مرتب "انوار الباری" حضرت

مولانا احمد رضا نے ایسے دس خواص کا ذکر فرمایا ہے جو اہل جنت کی ہیں وہ انبیاء کرام کو عموماً اور خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کو اس ناسوتی حیات میں بھی حاصل تھیں یعنی :۔

(۱) قبر یا عالم برزخ میں اجسام کا پوری طرح سلامت اور محفوظ رہنا۔
(۲) حیات و عبادت '(۳) طہارت فضلات (۴) ہر حالت میں مسجد میں ٹھہر سکنا
(۵) کثرت ازواج
(۶) عصمت من الذنوب (گناہوں سے معصوم رہنا) (۷) قوت جماع مثل اہل جنت کے (۸) پسینہ کا خوشبودار، ہونا، (۹) زمین کا فضلات کو نگل جانا (۱۰) آپ کی درمیانی انگلی کا انگشت شہادت سے چھوٹا ہونا جبکہ عام انسانوں کی انگشت شہادت چھوٹی اور وسطیٰ (درمیانی انگلی) بڑی ہے۔

(ف) کئی دفعہ حضور انور ﷺ نے مخاطبین کو ایک بات سمجھانے کے لئے یوں کیا جیسا کہ فرمایا میں اور یتامیٰ کی تربیت کے لئے اپنی جوانی کو گالنے والی بیوہ جنت میں اس طرح ہوں گے حضور انور ﷺ نے دونوں انگلیوں کو ملا کر بتایا تو چونکہ انگشت شہادت سے مراد سید دو عالم ﷺ ہیں اس لئے معجزہ کے طور پر آپ کی اس انگلی کو بڑا بنایا تا کہ آپ کی شان یہاں بھی رفیع رہے۔
(تفسیر قرطبی جزء ۲ ص ۱۴)

سید دوعالم ﷺ کا سامنے والی اور پیچھے والی چیزوں کا دیکھنا

یہ بھی آپ کا خاصہ جسمانی تھا کہ سید دوعالم ﷺ کی نظر سامنے اور پس پشت دونوں طرف موجود اشیاء کو یکساں طور دیکھ لیا کرتی تھی آپ کا اپنا ارشاد عالی ہے

عن انسؓ قال کان النبی ﷺ یقول والذی نفسی بیدہ انی لاراکم من خلفی کما اراکم من بین یدی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سید دوعالم ﷺ فرمایا کرتے تھے مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اپنی پس پشت بھی اسی طرح دیکھ لیتا ہوں جس طرح اپنے سامنے والی چیزوں کو دیکھ لیتا ہوں۔

(ف ۱) یہ روایت بالفاظ مختلفہ بخاری، مسلم، ابوداؤد میں موجود ہے۔

(ف ۲) انسؓ بن مالک جو کہ سید دوعالم ﷺ کے وہ خوش بخت خادم ہیں جنہوں نے دس سال سید دوعالم ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کیا روایت کرتے ہیں کہ ایک دن جب نماز باجماعت کے لئے اقامت کہی گئی تو سید دوعالم ﷺ نے اپنے چہرہ انور کو ہماری طرف فرما کر ارشاد فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور مل جل کر کھڑے ہو جاؤ (یہ میں تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ) میں تم کو اپنی پیٹھ سے پیچھے بھی دیکھ رہا ہوں"۔ یہ روایت تو صرف بخاری میں ہے اور ایک دوسری روایت میں جو کہ بخاری اور مسلم دونوں میں ہے اس میں یہ ارشاد ہے کہ اپنی

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فرمایا ہے کہ :۔

وان المختار حمله على الحقيقة خلافا لمن زعم ان المراد بهاخلق علم ضروری لهٗ بذالك ونحو ذلك وقال الزين بن المنيرلاحاجة الى تا ويلها لانه فى معنىٰ تعطيل لفظ الشارع من غير ضرورة وقال القرطبى بل حملها على ظاهرها اولٰى لان فيه زيارةكرامةالنبى صلى الله عليه وسلم.

(فتح الباری، ج۲ص ۱۷۳)

قول مختار یہی ہے کہ اس سے حقیقی معنی مراد لیا جائے یعنی جس طرح عام انسان صرف اپنے سامنے والی اشیاء کو دیکھ سکتے ہیں اسی طرح سید دوعالم ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ پس پشت بھی دیکھ لیا کرتے تھے بعض لوگوں نے اس سے اختلاف کر کے اس ارشاد کا یہ معنی اپنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی وقت اس بات کا علم دیدیا ہے مگر محدث زین ابن المنیر نے کہا ہے کہ اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس سے شارع علیہ السلام کے ارشاد حقیقی کو بلاوجہ معطل کرنا ہوگا، محدث اور مفسر امام قرطبی نے فرمایا ہے کہ "اس ارشاد نبوی کا ظاہری معنی مراد لینا ہی بہتر ہے کہ اس میں سید دوعالم ﷺ کی عظمت اور کرامت زیادہ پائی جاتی ہے

شارح حدیث مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا پس پُشت سے دیکھنا

"ہم نے احادیث صحیحہ میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد پڑھا تھا انی واللہ ابصرمن ورائی کما ابصر من بین یدی (ترجمہ)"اللہ کی قسم میں اپنے سے پیچھے کی چیزیں بھی اسی طرح دیکھ لیتا ہوں جس طرح اپنے سامنے والی" یعنی میرا دیکھنا مواجہہ پر موقوف نہیں بلکہ پیٹھ پیچھے کی چیزیں بھی مجھے ایسی ہی نظر آتی ہیں جیسا کہ سامنے کی، بہت سے متفلسفین اسے قانون فطرت کے خلاف سمجھ کر درپے تاویل ہو گئے تھے لیکن حافظ ابن حجر وغیرہ محققین نے حدیث کو ظاہر پر حمل کر کے اس کو آنحضرت ﷺ کے خصائص اور خوارق عادات میں شمار کیا ہے"(تجلیات عثمانی ص ۴۴۸)

احقر مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ اور بھی کئی بدنی خصوصیات سید الانبیاء ﷺ کی تھیں جیسا کہ :۔

(۱) ماء مستعمل کا پاکیزہ رہنا :۔ جبکہ ہر مسلمان کے وضو اور غسل کا پانی باختلاف ائمہ غیر طاہر یا غیر مطہر ہے مگر سید دوعالم ﷺ کے وضو کے پانی کو صحابہ کرام اپنے بدنوں پر حضور انور ﷺ کے سامنے مل لیا کرتے تھے۔

(۲) آپؐ کے استعمال کردہ پانی میں خوشبو کا بڑھنا :۔ عام انسانوں کا استعمال کردہ پانی کچھ دیر کے بعد طبعی طور پر بھی بدبودار ہو جاتا ہے اور گرمی میں خشک ہو جاتا ہے مگر سید دوعالم ﷺ کے مستعمل پانی کو طہارت کاملہ اور تعطر فاضلہ حاصل تھی جیسا کہ۔

"طلق بن علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم چند آدمی سید دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپؐ کی بیعت کی پھر چند نمازیں بھی حضور انور ﷺ

کے ساتھ پڑھیں، واپسی پر ہم نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ ہمارے وطن میں ہمارا ایک گرجا ہے (ہم اس کو توڑ کر مسجد بنانا چاہتے ہیں) ہم نے جناب سے وضو کا بچا ہوا پانی مانگا تو آپؐ نے تازہ وضو فرماتے ہوئے کلی کا پانی ایک برتن میں ڈال دیا اور ہم کو فرمایا اب یہاں سے چلے جاؤ جب اپنے وطن پہنچو تو اس گرجے کو توڑ کر اس زمین پر یہ پانی چھڑک دو اور اس کو مسجد میں تبدیل کر لو ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ ہماری بستی دور ہے اور گرمی بھی سخت ہے اور پانی تو خشک ہو جائے گا، آپؐ نے فرمایا جب یہ پانی کم ہو تا دیکھو تو اس میں باہر کا پانی لے کر ڈال دو اس سے اس کی خوشبو اور زیادہ بڑھے گی" (مشکوٰۃ باب المساجد)

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ محدث نسائی نے روایت کی مگر اس روایت کو باسند صحیح ابن حبانؒ نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا جس میں یہ بات زیادہ ہے کہ :۔

(۱) اس جماعت میں چھ آدمی حاضر خدمت ہوئے تھے۔

(۲) جب حضور انور ﷺ نے ان کو پانی کا برتن عطا کیا تو اس کو اٹھانے کا شرف حاصل کرنے پر ان چھ آدمیوں نے جھگڑا کیا یعنی ہر ایک نے اس شرف کو حاصل کرنا چاہا سید دو عالم ﷺ نے ان کی اس ایمانی حرص اور اسلامی جذبے کو دیکھ کر یہ فیصلہ فرمایا کہ باری باری ایک دن اور ایک رات ایک ایک آدمی اٹھائے۔

حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے استنباط کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :۔

"جس چیز کو سید دو عالم ﷺ کے اعضاء مبارکہ کے ساتھ لگ جانے کا شرف حاصل ہوا ہے اس میں خوشبو اور برکات بڑھتے رہتے ہیں" (مرقاۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۴)

(ف) احقر مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ آپؐ کے پسینہ کا خوشبودار ہونا اور سارے بدن کا مطہر رہنا احادیث سے ثابت ہے۔

مشرف بہ رسالت ہونے کا علم

نبوت اور رسالت سے مشرف ہونے والے سعادتمند انسانوں کو اس عالم جسمانی میں آنے سے پہلے بھی اپنی نبوت اور رسالت کا علم منجانب اللہ دیا جاتا ہے یعنی ان کو عالم ارواح ہی میں بتایا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہیں (علیہم السلام) اور یہ بات کسی بھی انسان کو عالم ارواح میں نہیں بتائی جاتی جیسا کہ سورۃ الدہر کی آیت نمبر ۱ میں فرمایا :۔

لَمْ یَکُنْ شَیْئًامَذْکُوْراً۔ انسان کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔

مگر انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لانے سے بھی پہلے ادراک، شعور اور سمجھ بوجھ کے ساتھ موصوف ہوا کرتے ہیں، جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے جناب رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے کا اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا گیا ہے جس کا ذکر سورہ آل عمران آیت نمبر ۸۱ میں ہے، اسی طرح سید الانبیاء ﷺ کو اپنی نبوت کا علم پہلے سے حاصل تھا۔

صحیح حدیث میں ہے :۔

عن ابی هریرةؓ قال قالوایارسول اللهﷺ متی وَجَبَتْ لك النبوة قال وأدم بین الروح والجسد.

(رواه الترمذی وقال هٰذاحدیث حسن)

اس حدیث کی تشریح استاذ محترم حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز یوں فرماتے ہیں :۔

"آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے ہمیں اس بات کا علم ہو گیا کہ کمال نبوت آپ کو اس وقت حاصل ہو چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام انسانی صورت پر استوار بھی نہ ہونے پائے تھے اور اس وقت انبیاء علیہم السلام سے آپؐ کے لئے ایمانی نصرت کا عہد بھی لیا گیا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپؐ کی رسالت عامہ اس کو بھی شامل ہے اس لحاظ سے سب سے آخر میں آپ کا ظہور ہوا ہے اس لئے آپؐ آخر الانبیاء بھی کہلائے مگر اس معنی سے نہیں کہ آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا ہے ورنہ منصب نبوت کے لحاظ سے آپؐ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد چالیس برس کی عمر سے پہلے اور اس کے بعد کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں آیا"

(ترجمان السنۃ جلد ا، ص ۳۸۱)

بلکہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان یہ لکھا ہوا تھا۔

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ۔ (ترجمان السنۃ، ج ا ص ۳۹۲)

اور علامہ مناوی نے فرمایا کہ :۔

اِنه تعالیٰ اخبرهٗ بمرتبته وهو روح قبل ایجاد الاجسام۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے اس عظیم مرتبہ کی اس وقت بھی خبر دی تھی جبکہ آپؐ عالم ارواح میں تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ کو عالم اجسام میں آنے سے پہلے

بھی اپنی رسالت اور نبوت کا علم عالم ارواح میں تھا، جیسا کہ علامہ قسطلانیؒ نے فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :۔

"اگر اس سے مراد یہ لیا جائے کہ آپ کو نبی بنایا جائے گا تو اس سے آپؐ کی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات تو سب انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت تھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ عالم ارواح میں شرف رسالت اور نبوت سے مشرف تھے"۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فیوض الحرمین میں تو اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

"میں نے سید دو عالم ﷺ سے اپنی زبان سے یہ پوچھا کہ آپؐ کے ارشاد کا مطلب کیا ہے کہ کنت نبیا وادم منجدل بین الماء والطین تو آپؐ نے اسی مثالی صورت میں ظہور فرمایا جو آپؐ کی عالم اجسام میں آنے سے پہلے تھی، اور پھر آپؐ نے مجھے وہ سارا منظر دکھایا کہ کس طرح آپؐ سے پہلے سب انبیاء (علیہم السلام) تشریف لائے اور کس طرح آپؐ عالم اجسام میں تشریف لائے۔"

اسی طرح آپ کی خواہش چہل حدیث الدر الثمین میں بھی یہی سوال ہے مگر اس کا طرز سوال روحانی ہے کیونکہ اس وقت سائل خواب میں تھے..... اس خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ اپنے تمام کمالات کے ساتھ عالم ارواح سے منتقل ہوتے ہوتے عالم اجسام میں تشریف لائے یہ نہیں کہ آپ کو یہ کمالات عالم جسم میں آنے کے بعد عطا ہوئے بلکہ یہ سب کمالات وہبی اور ازلی ہیں۔

مندرجہ ذیل واقعہ سے اس کی مزید وضاحت اور تائید ہو جائے گی اس واقعہ کو صحیح احادیث میں بیان فرمایا ہے :۔

وقد صح ان اٰدم لقیہ موسٰیؑ فقال لہٗ انت الّذی خلقك اللّٰہ بیدہٖ ونفخ فیك من روحہٖ واسجدلك ملٰئکتہٗ واسکنك جنتہٗ فلم عصیتہٗ قال لہٗ یموسٰی انت الّذی اتخذك اللّٰہ کلیماوانزل علیك التورٰۃ الم ترفیھا وعصٰی اٰدم ربہٗ قال لہٗ موسی نعم فقال لہٗ فی کم سنۃٍ وجدت الذنب قدر عَلَیَّ قبل فِعْلِہٖ قال لہٗ کتب علیك قبل ان تفعلہٗ بخمسین الف سنۃٍ قال یا موسٰی افتلومنی علٰی ذنب قدر علٰی قبل ان افعلہٗ بخمسین الف عام۔(مشکوٰۃ)

یہ درست ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے تو ان سے کہا کہ آپ وہ بابرکت ذات ہیں کہ آپ کو مولیٰ کریم نے اپنے (دستِ قدرت) سے پیدا کیا اور اپنے روح سے آپ میں پھونکا اور آپ کے لئے ملائکہ کو سجدے کا حکم دیا اور آپ کو اپنی جنت میں ٹھہرا لیا پھر آپ نے خدا کا حکم کیوں نہ مانا حضرت آدمؑ نے جواب دیا کہ اے موسیٰ خداوند کریم نے آپ کو اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا آپ پر توریت نازل ہوئی آپ نے اس توریت میں یہ نہیں پایا کہ حضرت آدم نے اپنے رب کی بات بھول کر چھوڑ دی حضرت

موسیٰ نے کہا ہاں میں نے یوں لکھا ہوا پایا ہے، حضرت آدمؑ
نے فرمایا تو آپ نے کتنا زمانہ اس کو پہلے لکھا ہوا پایا حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ۵۰ ہزار سال قبل تو آدم علیہ
السلام نے فرمایا پھر آپ مجھے کس طرح ملامت کر سکتے ہیں
ایسے کام کرنے پر جو ۵۰ ہزار سال پہلے ہی لکھا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہزاروں برس کا وقفہ ہے پھر ان کا شعور اور ادراک جسم کے علاوہ بھی پایا گیا ہے اور ان کی اس گفتگو کو جناب رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمایا۔

حضور انور علیہ وسلم صلی اللہ کا دلِ بیدار

تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت منجانب اللہ ہے کہ ان کی نیند بھی وحی ہے یعنی جو وہ خواب میں دیکھتے ہیں اس کا وہی حکم لیا جاتا ہے جو بیداری میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہو جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں تو جب اس کا ذکر اپنے اسی بیٹے علیہ السلام سے کیا تو انہوں نے جواب میں یہ عرض کیا کہ :۔

يَاأَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ۝ الصّٰفّٰت نمبر ۱۰۲)

اے میرے باپ تو کر لے جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے مجھے تو انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام کی نیند وحی سمجھی گئی خصوصاً سید الانبیاء علیہ وسلم صلی اللہ کا دل ہمیشہ بیدار رہا ہے، اس کی حکمت یہ بھی ہے کہ قرآن عزیز کا نزول آپ ؐ کے قلب منور پر ہوا جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے :۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (بقرہ، نمبر ۹۷)

بیشک اس نے قرآن کریم کو اتارا آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے،

اس لئے نیند کی حالت میں بھی آپ کو باہر کی باتوں کا ادراک رہتا تھا جیسا کہ آپ ؐ کی خدمت میں فرشتوں کی آمد اور ان کی آپس میں بات چیت، آپ ؐ کی

رسالت کی مثال دینے کے بارہ میں جو ہوئی سب آپ کو معلوم رہی صحیح حدیث میں ہے :۔

عن جابرؓ قال جاء ت ملٰئکۃالی النبیﷺ وھو نائم فقالوا ان لصاحبکم ھٰذا مثلاًفاضربوالہٗ مثلاً قال بعضھم انہٗ نائم وقال بعضھم ان العین نائمۃ والقلب یقضان فقالوا مثلہ کمثل رجلٍ بنی داراً وجعل فیھا مادبۃً وبعث داعیاًفمن اجاب الداعی دخل الدارواکل من المادبۃِومن لم یجب الداعی لم ید خل الدار ولم یاکل من المادبۃِ فقالوا اولوھالہٗ یفقھھا فقال بعضھم انہٗ نائم وقال بعضھم ان العین نائمۃ والقلب یقضان فقالوا الدار الجنۃوالداعی محمد ﷺ فمن اطاع محمداً فقد اطاع اللّٰہ ومن عصیٰ محمداً فقد عصیٰ اللّٰہ ومحمدفرق بین الناس۔

(رواہ البخاری)(مشکوٰۃباب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت سید دوعالم ﷺ کی خدمت میں پہنچی جبکہ آپؐ سو رہے تھے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ تمہارے اس بزرگ ساتھی کی ایک مثال ہے جسے تم بیان کرو تو بعض فرشتوں نے کہا کہ آپؐ تو سو رہے ہیں (اسلئے مثال بیان کرنے کا کیا فائدہ) اور دوسرں نے کہا آپ کی صرف آنکھ سو رہی ہے دل تو جاگتا ہے

(اسلئے جو کہا جائے گا آپ سمجھ لیں گے) توانہوں نے کہا کہ آپ کی مثال یہ کہ ایک آدمی نے گھر بنایا اور اس میں کھانا چن دیا لور ایک بلانے والے کو بھیجا (کہ لوگوں کو کھانے کیلئے بلائے) پس جو بلانے والے کی بات مان کر آجائیگا گھر میں داخل ہو جائیگا لور کھانا بھی کھالے گا اور جو بلانے والے کی بات نہ مانے گا وہ تو گھر میں داخل ہو گا لور نہ کھانا کھا سکے گا پس ان ہی فرشتوں نے آپس میں کہا اس مثال کی تشریح اور وضاحت کرو تاکہ یہ عالی ذات سمجھ جائے اس پر بعض فرشتوں نے کہا کہ آپ تو سوئے ہوئے ہیں لور بعض نے کہا آنکھ سو رہی ہے دل بیدار ہے تب انہوں نے کہا بلانیوالے تو محمد (ﷺ) ہیں اور گھر جنت ہے پس جس نے محمد (ﷺ) کی بات قبول کر لی اس نے اللہ تعالیٰ کی بات قبول کر لی لور جس نے محمد (ﷺ) کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد (ﷺ) ہی کافر لور مومن کے درمیان حد امتیاز ہیں۔

(ف) قرآن عزیز میں آپ کو داعی کا لقب بھی دیا گیا فرمایا :۔

وَدَاعِياً اِلَى اللهِ بِاِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُنِيْرًا.

اور بلانے والے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے اور ہمیشہ روشن رہنے والے چراغ۔ (الاحزاب، نمبر ۴۶)

لور فرمایا :۔

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ. (النساء نمبر ۸۰)

لور جس نے حکم مانا رسول کریم ﷺ کا پس اس نے حکم مانا

اللہ تعالیٰ کا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ :۔

عن ربیعة الحرشیؓ قال اتی النبی ﷺ فقیل له لِتَنَمْ عَيْنُكَ وَلِتَسْمَعْ أُذُنُكَ وَلِتَعْقِلْ قَلْبُكَ قال فنامت عینی وسمعت اذنای وعقل قلبی قال فقیل لی سیدبنی داراً فصنع فیها مادبةً وارسل داعیاً فمن اجاب الداعی دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَادَبَةِ ورضی عنه السیّد ومن لم یجب الداعی لم یدخل الدار ولم یاکل من المادبة وسخط علیه السیّد فاللّٰه السید ومحمد الداعی والدار الاسلام والمادبة الجنة۔(رواہ الدارمی، مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ربیعہ حرشی سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ کی خدمت میں فرشتے آئے پس آپؐ کے بارہ میں کہا گیا کہ آپؐ کی آنکھ سو جائے مگر کان سنتے رہیں اور آپ کا دل سمجھتا رہے حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھ سو گئی اور کانوں نے سنا اور دل نے بات کو سمجھا پس مجھے کہا گیا کہ ایک سردار نے گھر بنایا اور اس میں کھانا لگایا اور کھانا کھانے کیلئے لوگوں کو بلانے والا بھیجا پس جس نے بلانے والے کی بات مان لی وہ تو گھر میں داخل ہو گیا اور کھانا بھی کھالیا اور اس سے مالک بھی خوش ہو گیا اور جس نے بلانے والے کی بات نہ مانی وہ گھر میں داخل نہ ہوا اور نہ کھانا کھایا اور اس پر مالک غصے بھی ہوا، پس اللہ تعالیٰ تو

مالک ہے اور محمد (ﷺ) بلانے والے ہیں اور اسلام گھر ہے اور دستر خوان جنت ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ نیند کے وقت سید دو عالم ﷺ کی صرف آنکھ سوتی تھی قوت سماع اور دل بیدار رہتا تھا تو اب نیند سے آپ کا وضو نہ ٹوٹا جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار میں ہے :۔

قال محمدٌ اخبرناابو حنیفه عن حماد عن ابراهیم قال توضارسول اللهﷺفخرج الیا لمسجدفوجد المؤذن قد اذن فوضع جنبه فنام حتیٰ عرف منه النوم وکانت له نومةٌتعرف کان ینفخ اذا نام ثم قام فصلی بغیـروضوءٍ قال ابر اهیم ان النبیﷺ لیس کغیره.

امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم کو ابو حنیفہؒ نے حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے یہ روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور مسجد تشریف لے گئے موذن اذان سے فارغ ہو چکا تھا تو سید دو عالم ﷺ سو گئے ایسی گہری نیند سو گئے کہ دوسرے آدمیوں کو بھی اس کا پتہ چل گیا کیونکہ سید دو عالم ﷺ اپنی نیند میں زور زور سے سانس لیا کرتے تھے پھر آپؐ بوقت نماز اٹھے اور وضو کرنے کے بغیر آپؐ نے نماز ادا فرمائی ابراہیم نے فرمایا کہ سید دو عالم ﷺ دوسرے انسانوں کی طرح نہ تھے۔

قال محمـد قال بـه فـاخذنا بلغنا ان النبی ﷺ ان

عینی تنامان ولاینام قلبی فالنبی ﷺ فی ھٰذا لیس کغیرہٖ فاما من سواہ فمن وضع جنبہٖ فنام فقدوجب علیہ الوضوء وھوقول ابی حنیفۃؒ۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اسی روایت کو صحیح سمجھتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا، اسلئے سید دوعالم ﷺ کا ہی یہ خاصہ ہے دوسرا کوئی اگر پہلو کے بل سو جائے گا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز کے لئے وضو کرنا ہو گا اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

دو اور روایات درج کی جاتی ہیں :۔

(۱)عن ابن عباسؓ قال زرت خالتی میمونۃؓ فوافقت لیلۃ النبی ﷺ فقام من الیل یصلّی ثم نام فلقدسمعت صفیرہ قال ثم جاء بلال یؤذنہ بالصلوٰۃ فخرج الی الصلوٰۃولم یتوضاء ولم یمس ماءً (کتاب الآثار للامام ابی یوسفؒ، ص۸)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا (جو کہ سید دوعالم ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں)اور حسن اتفاق سے وہ رات سید دوعالم ﷺ کے انکے گھر آرام فرمانے کی تھی چنانچہ سید دوعالم ﷺ رات کو تشریف لائے اور کافی حصہ رات کا نماز میں گذارا پھر سو گئے میں نے سید دوعالم ﷺ کی

زور دار آواز کو سنا پھر بلالؓ حاضر خدمت ہوئے اور نماز کی
اطلاع دی آپؐ نے وضو نہیں فرمایا اور تشریف لے گئے۔

(۲) عن عائشۃ قالت کان النبی ﷺ ینام حتّی
ینفخ ثم یقوم فیصلّی ولم یتوضا۔

(حاشیہ کتاب الآثار للامام محمدؒ، ص ۴۳۵)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ سید دو عالم ﷺ اتنی
گہری نیند سو جایا کرتے تھے کہ خراٹوں کی آواز آتی مگر جب
نماز پڑھتے تو وضو نہ فرمایا کرتے تھے۔

ان سب روایات کو دیکھنے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ
سید دو عالم ﷺ کی بشری خصوصیات میں یہ عظیم خصوصیت بھی ہے کہ آپؐ کی
نیند ناقض وضو نہیں اور نہ ہی آپؐ کی قوت سماع اور قوت عقل و فہم سلب ہوتی
ہے یا کمزور ہوتی ہے جبکہ دوسرے تمام انسانوں کے لئے نیند موت کا بھائی کہلائی
جاتی ہے، اسی سے روضہ اطہر میں بھی آپؐ کی حیات مبارکہ کو سمجھا جا سکتا ہے۔

(ف) کتنا ایمان افروز خراج عقیدت بانی دارالعلوم دیوبند نے حضور انور ﷺ
کے حضور پیش کیا ہے ۔

تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی
تو نور دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

چنانچہ ہر نبی علیہ السلام احتلام سے محفوظ تھے یہی حکمت ہے کہ
سید دو عالم ﷺ سے نیند میں بھی کوئی غیر اولیٰ کام نہیں ہونے دیا جیسا کہ مندرجہ
ذیل واقعہ سے ثابت ہے :۔

"رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ

مسواک کر رہا ہوں کہ میرے پاس دو مرد آئے ایک ان میں سے بڑا تھا تو میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی مجھے کہا گیا کہ بڑے کو مسواک دیں چنانچہ میں نے مسواک بڑے کو دے دی" (مشکوۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول علیہ نے عشاء کی نماز پڑھی اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر بطحاء کی طرف تشریف لے گئے مجھے بٹھا کر میرے ارد گرد ایک لکیر ڈالی اور فرمایا کہ تم یہاں سے نہ نکلنا اور نہ کسی سے بات چیت کرنا پھر خود کہیں تشریف لے گئے اور رات کے آخری حصہ میں تشریف لا کر میری ران پر اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے اور آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ نیند کے وقت خراٹے لیا کرتے تھے (اسلئے مجھے معلوم ہوا کہ آپؐ سو گئے ہیں) تو اس حالت میں جبکہ آپؐ نے میری ران کو شرف بخشا ہوا تھا اور سو رہے تھے میں نے دیکھا کہ چند انسان سفید پوش بعد جمیل اور خوبصورت اندر آئے ان میں سے چند ایک رسول کریم علیہ کے سر مبارک کے پاس گئے اور کچھ آپکے قدموں کے پاس بیٹھ گئے اور آپس میں یوں کہنے لگے ہم نے ایسا کوئی خدا کا بندہ نہیں دیکھا جس کو وہ کمالات دیئے گئے ہوں جیسا کہ نبی کریم علیہ کو دیئے گئے ہیں آپ کی دونوں آنکھیں تو سو رہی ہیں مگر آپ کا دل جاگتا ہے پھر وہ اٹھ کر چلے گئے اور آنحضرت علیہ بھی نیند سے بیدار ہوئے اور مجھ سے پوچھا کہ تم نے جو یہ کہہ رہے تھے سنا اور کیا تو جانتا ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ میں نے عرض کیا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فِدَاكَ رُوْحِیْ اَبِیْ وَاُمِّیْ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا یہ فرشتے تھے۔ (حدیث ترمذی جلد ا صفحہ ۵۴)

اس لئے صحابہ کرامؓ جناب رسول کریم علیہ کو نیند سے نہیں جگایا

کرتے تھے کہ کہیں آپؐ پر وحی نہ آرہی ہو، بخاری شریف میں ہے :۔

عن عمرانؓ وکان النبی ﷺ اذا نام لم نوقظه حتّٰی یکون هویستیقظ لاندری مایحدث لهٗ فی نومه.

حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب سوتے تھے توہم آپ کو نہ جگاتے تھے اس لئے کہ ہم نہیں جانتے کہ آپؐ کی نیند میں کیارونما ہونے والا ہے۔

حضرت علامہ انور شاہؒ نے ابن عربی سے نقل فرمایاہے کہ :۔

"آنحضرت ﷺ کی عبادت اور دوسرے تمام حالات نیند اور بیداری میں یکساں تھے"(فیض الباری، ج ۲ ص ۴۲۱)

اسی طرح علامہ انور شاہؒ نے العرف الشذی میں فرمایاکہ :۔

"نیند سے وضوکانہ ٹوٹناتمام انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری کی الابواب والتراجم میں علامہ بوصیری کے قصیدہ براءالداء سے شہادت پیش کرتے ہوئے فرمایا

لا تنکر الوحی من رویاہ ان له قلبا اذانامت العینان له ینم

(ترجمہ) آپؐ کی نیند کی وحی کابھی انکار نہیں کیاجاسکتاکیونکہ جب آپؐ کی آنکھیں سوتی تھیں تو آپ کادل اس وقت بھی بیدار رہتاتھا ﷺ

ایک سوال اور اس کاجواب

اگر سید دوعالم ﷺ کی نیند عام انسانوں کی طرح نہ تھی توپھر غزوہ خیبر سے واپسی پر جبکہ آپؐ نے آرام فرمالیااور حضرت بلالؓ کواس امر پر مقرر فرمایاکہ

وہ وقت کا خیال رکھے مگر حضرت بلالؓ اور سب صحابہؓ حتیٰ کہ سید دو عالم ﷺ بھی سو گئے اور آپ کو سورج کی کرنوں نے جگایا، یہ حالت کیسے ہو گئی؟

اس کے جوابات تو بہت دیئے گئے ہیں اور وہ سب از روئے مطلب حدیث درست ہیں مگر زیادہ بہتر اور ارشاد سید دو عالم ﷺ کے مناسب علامہ نوویؒ کا جواب ہے آپ نے فرمایا کہ آپؐ کا دل جاگتا تھا، جن امور کا تعلق دل کے ساتھ تھا وہ آپ کو معلوم رہتے تھے مگر جن امور کا تعلق آنکھ کے ساتھ تھا وہ آپؐ سے اوجھل رہتے تھے۔ سورج کا دیکھنا، روشنی کا دیکھنا اس کا تعلق تو آنکھ کے ساتھ ہے اور آپؐ نے خود فرمایا ہے کہ میری آنکھ سوتی ہے۔ اس کی تفصیل عینی شرح بخاری جلد ۴ ص ۲۸ میں ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

(ف) چونکہ نیند اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جیسا کہ فرمایا:۔

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتاً (النباء نمبر ۹)

اور ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے لئے آرام کا سبب بنایا ہے۔

اس لئے سید دو عالم ﷺ پر ایسی نیند طاری کر دی جاتی تھی۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

بعض لوگ قرآن عزیز کی سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۱۱۰

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔

آپؐ فرما دیجئے کہ میں تم جیسا ایک آدمی ہی ہوں میری طرف وحی کی گئی کہ تم سب کا معبود برحق ایک ہی ہے۔

استدلال کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ سید الانبیاء ﷺ میں اور باقی

انسانوں میں صرف یہ فرق ہے کہ آپؐ پر وحی آتی تھی اور دوسرے انسانوں پر وحی نہیں آتی۔

حالانکہ جس ذات عالی صفات کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنایا اس کو ساری کائنات سے چن کر بنایا اور یہ شرف اور فرق سب شرافتوں اور فضائل سے اعلیٰ اور برتر ہے جس کی تفصیل کتاب کے شروع میں گزر چکی ہے، اسی طرح اس ارشاد قرآنی اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکھف نمبر ۱۱۰) میں تو شان رفیع سید دو عالم ﷺ کو بیان فرمایا آپؐ پر وحی کا نزول ہی اس امر کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ خداوند قدوس نے آپؐ میں وہ استعداد بطرز اتم اور بطور اکمل ودیعت فرمائی تھی جس کی بناء پر اکتساب فیض ربانی اور انجذاب وحی آسمانی آپؐ فرمالیتے تھے ببالفاظ مولانا سعید احمد اکبر آبادی (فاضل دیوبند)

"کسی سعادتمند روح پر جب آفتاب حقیقت پر تو فگن ہوتا ہے تو اس کی شعائیں شبنم کے قطروں کی طرح اس روح کو اپنے جلوہ گاہ انوار میں جذب کر لیتی ہیں پھر عقل کا دوسرا رخ جو جانب فوق سے متصل ہے یعنی برز وہ ابھرتا ہے اور اب وہ اس مجرد صرف سے حکایت کرنے لگ جاتا ہے جو لَاعَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ کا مصداق ہے جو زبان و مکان کی حد بندیوں سے بلند و بالاتر ہے۔ اس موقع پر یہ بات نہ بھولنی چاہیے کہ قلب اور عقل یہ دونوں جس طرح انبیاء میں ہوتے ہیں اور انسانوں میں بھی ہوتے ہیں لیکن فرق یہ ہوتا ہے کہ انبیاء کرام میں قلب اور عقل کو وہ رخ جو روح اور برز کہلاتا ہے اس درجہ بلند اور قومی ہوتا ہے کہ کسی اور انسان میں

یہ بات نہیں ہوتی اس بناء پر ان کو عالم فوق سے اتصال ہوتا
ہے اور انہیں ایسے ایسے مقامات اور احوال اور مزایا پیش آتے
ہیں جو دوسروں کے گمان میں بھی نہیں آسکتے، قرآن مجید
میں حضور پر نور کی زبان حق ترجمان سے جو ارشاد فرمایا گیا ہے
اِنمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ یُوْحیٰ اِلَیَّ تو اس میں انما انا بشر
مثلکم اعضاء وجوارح میں انسانوں کے ساتھ مشارکت کی
بناء پر ہے اور پھر یُوحیٰ اِلَیَّ جو فرمایا گیا ہے تو اس میں اس
حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ انحضرت ﷺ کے قلب
و عقل کے دو فوقانی رخ جو حضرت شاہ ولی اللہ کی زبان میں
روح اور سر ہیں وہ اس درجہ بلند اور ارفع ہیں کہ
آنحضرت ﷺ مہبط وحی ہیں"۔(وحی الٰہی ص ۴۰)

اس لئے اس امر پر ایمان لانا ضروری ہے کہ سید دو عالم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اگرچہ حسب ارشاد قرآنی بشر ہیں مگر ان کی استعداد اور ادراک باقی تمام انسانوں سے ممتاز اور بلند ترین ہونے کی وجہ سے ان کے حواس ظاہر یہ میں بھی ممتاز حیثیت پیدا ہوتی ہے جیساکہ مولانا اکبر آبادی ہی نے فرمایا:۔

"یہی وہ عام فطرت انسانی سے مافوق باطنی استعداد ہوتی ہے
جس کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کے حواس عام انسانی حواس
سے بہت زیادہ تیز اور ان کا شعور اور ادراک دوسرے لوگوں
کے شعور وادراک سے کہیں زیادہ بلند اور اعلیٰ ہوتا ہے اب وہ
خدا سے ہمکلام ہوتا ہے اسطوانہ حنانہ کے گریہ کی آواز سن
سکتا ہے کنکریوں کی تسبیح سے اس کے کان آشنا ہوتے ہیں اور

وہ سب کچھ دیکھ سکتا ہے اور سن سکتا ہے جو دوسرے لوگ تہ
بہ تہ حجابات نظر و سمع کی وجہ سے دیکھ اور سن نہیں سکتے حریم
اسرار ازلی کے محرم راز حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

فلسفی منکر شود در فکر و ظن گو برو سر را بر اں دیوار زن
نطق آب و نطق باد و نطق گل ہست محسوس حواس اہل دل
فلسفی کو منکر حنانہ است از حواس انبیاء بیگانہ است

(وحی الٰہی صفحہ ۱۲۹)

(ف) سید دو عالم ﷺ مدینہ منورہ میں پہلے پہلے لکڑی کے ایک ستون کے ساتھ سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب منبر تیار ہو گیا تو آپؐ نے اس ستون کو چھوڑ دیا تو وہ ستون رونے لگا جس کی آواز کو صحابہ کرامؓ نے بھی سنا۔

مگر ان تمام حقائق کو وہی خوش بخت مانتا ہے جو صاحب بصیرت عظمیٰ پر ایمان رکھتا ہو ورنہ بقول مولانا شبلی نعمانی :۔

"(در ضمن حدیث وحی بخاری شریف) آنحضرت ﷺ نے کیا دیکھا ناموس اعظم (حضرت جبرئیل علیہ السلام) نے کیا کہا، کیا کیا مشاہدات ہوئے، یہ وہ نازک باتیں ہیں جو الفاظ کا تحمل نہیں کر سکتیں، ایک مادر زاد اندھے کو روشنی کی حقیقت لاکھ کھول کر سمجھایئے کوئی بات اس کے ذہن نشین نہیں ہوتی کیا محض اس بناء پر نابینا کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ روشنی کے وجود کا ہی سرے سے انکار کر دے"

(وحی الٰہی ص ۴۰)

(ف) اس مدلل اور مفصل بحث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ از روئے قرآن و

حدیث اللہ تعالیٰ کا نبی باوجود بشر ہونے کے بشری صفات میں دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اس کو مافوق البشر صفات منجانب اللہ عطا ہوتی ہیں اور یہی عقیدہ قرآن و حدیث کی روشنی میں حق ہے۔

تنبیه :۔ جس طرح بعض بے احتیاط اور دینی عقائد سے وہ ناسمجھ جن کے دلوں میں حب نبی کریم ﷺ موجزن نہیں یہ کہہ دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک انسان تھے نہ تو وہ فوق البشر حیثیت کے مالک تھے اور نہ ہی بشری کمزوریوں سے پاک تھے، اسی طرح بعض بیباک یہ بھی کہنے میں باک نہیں رکھتے "آپ کا کام صرف اتنا ہی تھا کہ اللہ کریم کا پیغام پہنچا دیا"۔ حالانکہ ازروئے عقائد اسلامیہ کتاب و حدیث کی روشنی میں آپ بشری کمزوریوں سے بھی پاک تھے، آپ معصوم کامل تھے اور ان صفات عالیہ کے مالک تھے جو دوسرے کسی بھی انسان کو عطا نہیں کی گئیں، شاعر دربار نبوت موید بروح القدس حضرت حسان بن ثابتؓ نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے عرض کیا۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

(ترجمہ) آپ ہر عیب اور کمزوری سے پاک پیدا کئے گئے
گویا کہ جیسا آپ نے چاہا تھا اسی طرح پیدا کئے گئے

اسی عقیدہ فضیلت اور رفع درجات کا خود حضور انور ﷺ نے تشریعی اور تکوینی امور اور واقعات میں اظہار فرمایا، یہاں صرف ایک مثال درج کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے فریضہ حج کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا اے لوگو! "تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کیا کرو" مخاطبین میں سے ایک مرد نے عرض کیا کیا ہر سال ہر ذی استطاعت پر حج فرض ہے ؟ (سائل نے شاید حج کو بھی زکوٰۃ اور روزہ پر قیاس کیا ہو گا) حضور انور ﷺ

نے سکوت فرمایا یہاںتک کہ سائل نے تین مرتبہ پوچھا، اس پر حضور انور ﷺ نے فرمایا

لوقلت نعم لوجبت ولما استطعتم ثم قال ذرونی ماترکتم فانما هلك من کان قبلکم بکثرة سوالهم واختلافهم علی انبیاء هم فاذا امرتکم بشئ فاتو منه مااستطعتم واذا نهیتکم عن شیئ فدعوه.

اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور پھر تم لوگ برداشت نہ کر سکتے، پھر فرمایا جب میں بات کہنی چھوڑ دوں تو تم بھی چھوڑ دیا کرو تم سے پہلی امتیں اسی لئے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے بہت زیادہ سوالات کئے اور اختلاف کئے، اس لئے تم یاد رکھو جب میں تم کو کسی بات کا حکم دوں تو جتنی طاقت ہو اس پر عمل کیا کرو اور جب میں تم کو کسی کام سے روکوں تو رک جاؤ۔ (رواہ مسلم)

جیسا کہ سورۃ الحشر نمبر ۷ میں فرمایا:۔

وَمَآاٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

اور جو تمہیں اللہ کا رسول ﷺ دے اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکے پس تم اس سے رک جاؤ۔

۱؎ اس موضوع کی مدلل تحقیق میری کتاب "ضرورت حدیث" میں ملاحظہ فرمائیں

تشریعی خصوصیات

جس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے سر تابی اور اس کے مقابلہ میں اپنی رائے اور اختیار پر عمل کرنا ایمان کے منافی ہے اسی طرح امام الانبیا سید دوعالم ﷺ کے کسی بھی فیصلہ سے سر تابی ایمان کے منافی ہے، ارشاد قرآنی ہے،

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَامُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا O (الاحزاب نمبر ۳۶)

اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کیلئے یہ گنجائش نہیں ہے جبکہ اللہ اور اس کے رسول کسی کام کا حکم دیدیں کہ پھر ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ کھلی گمراہی میں پڑ جائے گا۔

آپ کی اطاعت کو خداوند قدوس نے بعینہ اپنی اطاعت قرار دیا، فرمایا:۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء نمبر ۸۰)

اور جس نے رسول اللہ (ﷺ) کا حکم مانا پس اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو ہدایت قرار دیا فرمایا:۔

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا۔ (النور نمبر ۵۴)

اور اگر تم نبی کی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔

کیونکہ سید دوعالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو بات منجانب اللہ آپؐ پر نازل ہوئی اس کو آپؐ نے پہنچادیا مگر آپ کو چند تشریعی اختیارات سے بھی نوازا گیا ہے آپؐ کی ہاں بھی شریعت اور نہ بھی شریعت ہے جس کی مثالیں گذر چکی ہیں مزید تین یہاں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) قرآن عزیز نے کسی واقعہ کے اثبات کے لئے دو مردوں کا گواہ ہونا ضروری قرار دیا ہے ایک مرد اور دو عورتیں جیساکہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ میں ارشاد ہے مگر سید دوعالم ﷺ نے ایک واقعہ میں ایک مرد کی شہادت کو ہمیشہ کے لئے دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا جیساکہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستند کتاب "خصائص کبریٰ" میں ایک باب بعنوان "اختصاصه ﷺ بانه یخص من شاء بماشاء من الاحکام" یعنی" یہ بھی سید دوعالم ﷺ کی خصوصیت ہے کہ جس کے لئے جو بھی حکم چاہیں خصوصی طور نافذ فرمادیں" بیان فرمایا ہے اس میں خزیمہ انصاریؓ کا واقعہ ابو داؤد اور نسائی کے حوالہ سے روایت فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

رسول کریم ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا اور خود قیمت لانے کے لئے تشریف لے گئے، ادھر کچھ اور لوگوں نے (جو اس سوداسے بے خبر تھے) اس اعرابی کو زیادہ قیمت دینے کا اظہار کیا جس پر اعرابی نے سید دوعالم ﷺ کو گھوڑا دینے سے انکار کردیا جب حضور انور ﷺ قیمت لے کر تشریف لائے تو اس نے اس سودے سے انکار کردیا، حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ تو نے یہ گھوڑا مجھ پر بیچ دیا ہے مگر اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ آپؐ کے پاس اگر کوئی گواہ ہے تو پیش فرمادیں' یہ بات چیت ہو رہی تھی کہ حضرت خزیمہ انصاریؓ آگئے اور انہوں نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا سید دوعالم ﷺ پر بیچا ہے،

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے اس کو فرمایا۔

لِمَ تَشْهَدُ تو کس طرح گواہی دیتا ہے کہ اس نے مجھ پر یہ گھوڑا بیچا ہے؟
تو انہوں نے کہا میں جناب کو سب سے بڑا سچا یقین کرتا ہوں اس لئے میں یہ شہادت دیتا ہوں اگرچہ میں اس وقت موجود نہ تھا، امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے اس یقین کے اظہار پر صرف حضرت خزیمہؓ کی شہادت دو مردوں کے برابر قرار دی۔ (خصوصیات کبریٰ ج ۳ ص ۳۵۲)

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کے اس فیصلے کو بعد میں بھی صحابہ کرامؓ نے برقرار رکھا جب کہ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے قرآن حکیم کو شہادت کی روشنی میں بالترتیب جمع کر رہے تھے اس وقت سورۃ توبہ کی آخری دو آیتیں صرف حضرت خزیمہؓ کے پاس تحریر شدہ ملیں جن کو مصحف شریف میں درج کر دیا گیا۔ (خصوصیات کبریٰ)

اسی خصوصیت تشریعی کے دو واقعے اور بھی ذکر کئے جاتے ہیں، بخاری شریف کی کتاب الصوم اور کتاب الھبہ میں دو واقعات کا ذکر ہے۔

(۲) ایک آدمی نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ رمضان میں جماع کر لیا ہے، امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا تیرے پاس ایک غلام ہے جس کو اس گناہ کے کفارہ میں آزاد کر دے؟ اس نے کہا نہیں پھر حضور انور ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھ سکے گا؟ اس نے عرض کیا نہیں، پھر آپؐ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکے گا؟ اس نے عرض کیا نہیں، وہ دربار نبوت میں حاضر ہی تھا کہ حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک بہت بڑا ٹوکرہ کھجوروں کا بھرا ہوا آگیا، حضور انور ﷺ نے اس کو فرمایا کہ یہ لے جا اور غرباء اور مساکین میں تقسیم کر

دے (تاکہ تیرا کفارہ ادا ہو جائے) اس نے عرض کیا اے سید دوعالم ﷺ اللہ تعالیٰ کی قسم اس علاقے میں مجھ سے زیادہ کوئی فقیر اور محتاج نہیں، امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا لے جا اور اپنے بال بچوں کو کھلا دے" (بخاری باب اذا جامع فی رمضان الخ)

(۳) ایک آدمی نے حاضر خدمت ہو کر کہا کہ میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا ہے اور اب رجوع کرنا چاہتا ہوں، اس کے ساتھ بھی سید دوعالم ﷺ کی وہی بات چیت ہوئی (کیونکہ اس کا کفارہ بھی وہی ہے) اس کو بھی امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے کھجوریں دے کر فرمایا کہ ان کو اپنے کفارہ ظہار کے طور پر تقسیم کر دے، تو اس نے بھی یہی عرض کیا کہ اس سارے علاقے میں مجھ سے اور میرے بال بچوں سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں، امام الانبیاء حضور انور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ لے جا اور اپنے بال بچوں کو دے دے۔ (بخاری شریف)

فقہاء اور محدثین حضرات کی علمی ابحاث سے قطع نظر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ سید دوعالم ﷺ تشریعی احکام میں جو ارشاد فرمائیں وہ شریعت ہے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :-

"وفی لفظ لابی داؤد زاد الزهری انما كان هذارخصة لهٗ خاصة ولوان رجلا فعل ذلك اليوم لم يكن لهٗ بدلامن التكفير وجمهور العلماء على قوله" (روح المعانی سورۃ المجادلہ)

یعنی اور کسی کو اجازت نہیں کہ وہ اپنا کفارہ خود کھالے۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ شریعت ساز بھی ہیں۔

اسی طرح تکوینی امور میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو خصوصیت

عطا فرمائی تھی جیسا کہ واقعہ ذیل سے ظاہر ہے :۔

"حضرت ابورافعؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں کسی نے ایک بکری ہدیۃً دی تو ہم نے اس کو بڑی ہانڈی (دیگ) میں ڈال کر پکانا شروع کیا اتنے میں سید دوعالم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا ابورافعؓ یہ کیا ہے ؟ میں نے عرض کیا ہمیں ایک بکری ہدیہ کی گئی ہے وہ ہم نے ساری پکادی ہے تو سید دوعالم ﷺ نے فرمایا مجھے ایک دستی دے، میں نے دیگ سے نکال کر پیش کردی حضور انور ﷺ نے تناول فرمائی اور پھر حکم فرمایا کہ مجھے ایک اور دستی دے دے میں نے دوسری بھی دے ڈالی اس کو تناول فرمانے کے بعد پھر ارشاد فرمایا کہ مجھے ایک اور دستی بھی دے دے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بکری کی دو ہی دستیاں تو ہوتی ہیں، یہ سن کر سید دوعالم ﷺ نے فرمایا۔

اَمَّااَنَّكَ لَوْسَكَتَّ لَنَاوَلْتَنِى ذِرَاعاًفَذِرَاعاًمَاسَكَتَّ۔

اگر تو خاموش رہتا تو بکری کی دستی کے ساتھ دستی دیتا رہتا جب تک کہ تو چپ رہتا۔

اس واقعہ کو امام احمدؒ اور امام دارمیؒ نے روایت فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس واقعہ سے آپؐ کی وہ ممتاز حیثیت ثابت ہوتی ہے جو دوسرے کسی انسان کو حاصل نہیں۔

ان ہی خصوصیات میں سے عظیم اور اعلیٰ خصوصیت یہ ہے کہ :۔

سید دوعالم ﷺ روضۂ اطہر میں حیات ہیں۔ اور آپؐ چاہتے ہیں کہ امت کا تعلق آپؐ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ رہے تاکہ امت دونوں جہانوں کی رحمتوں سے مالا مال ہو جائے اس لئے زیادہ سے زیادہ درود پڑھنے کا حکم فرمایا اور ارشاد عالی کے مطابق :۔

جو وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام کہے اس کو خود سنتے ہیں اور
دور سے کہنے والوں کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں اور
بعض سعادتمندوں کو خواب میں زیارت کا شرف بخشتے ہیں اور
بعض کو بیداری میں بھی یہ شرف مل جاتا ہے اور
آپؐ قیامت تک کے لئے نبی اور رسول اور مرسل ہیںؐ اور
زیارت کرنے والوں کے لیے شفاعت کا وعدہ فرماتے ہیں اور
آپ کے توسل سے گناہوں کی مغفرت یقینی ہو جاتی ہے۔

اس لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو زیادہ سے زیادہ قریب آنے کا ایک قوی ذریعہ درود شریف کو قرار دیا۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن میرے زیادہ قریب وہ ہو گا جس نے مجھ پر درود زیادہ پڑھا ہو گا۔ (ترمذی شریف)

چنانچہ درود شریف کی برکات اور اسلام میں اس کے درجہ اور مقام کے بارہ میں مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ نے روایت فرمایا ہے :۔

(۱) ابو مسعود الانصاریؓ	(۲) کعب بن عجرہؓ
(۳) ابو حمید الساعدیؓ	(۴) ابو سعید خدریؓ
(۵) طلحہ بن عبید اللہ	(۶) زید بن حارثہؓ
(۷) علی بن ابی طالبؓ	(۸) ابو ھریرہؓ
(۹) بریدہ بن الحصیبؓ	(۱۰) سہل بن سعد الساعدیؓ
(۱۱) ابن مسعودؓ	(۱۲) فضالہ بن عبیدؓ
(۱۳) ابو طلحہ انصاریؓ	(۱۴) انس بن مالکؓ
(۱۵) عمر بن الخطابؓ	(۱۶) عامر بن ربیعہؓ
(۱۷) عبدالرحمٰن بن عوفؓ	(۱۸) ابی بن کعبؓ

(۱۹) اوس بن اوسؓ
(۲۰) حسن بن علیؓ
(۲۱) حسین بن علیؓ
(۲۲) فاطمہ بنت النبی ﷺ
(۲۳) براء بن عازبؓ
(۲۴) رویفع بن ثابت انصاریؓ
(۲۵) ابو رافع مولیٰ رسول ﷺ
(۲۶) جابر بن عبداللہؓ
(۲۷) عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ
(۲۸) ابو امامہ باہلیؓ
(۲۹) عبدالرحمٰن بن بشر بن مسعودؓ
(۳۰) ابو بردہ بن نیارؓ
(۳۱) عمار بن یاسرؓ
(۳۲) جابر بن سمرہؓ
(۳۳) ابو امامہ بن سہل بن حنیفؓ
(۳۴) مالک بن الحویرثؓ
(۳۵) عبداللہ بن جزء زبیدیؓ
(۳۶) عبداللہ بن عباسؓ
(۳۷) ابو ذرؓ
(۳۸) واثلہ بن الاسقعؓ
(۳۹) ابو بکر صدیقؓ
(۴۰) عبداللہ بن عمرؓ
(۴۱) عمیر انصاریؓ
(۴۲) حبان بن منقذؓ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

(جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام)

(از علامہ ابن قیم جوزیہ (م ۷۵۱ ھ) ص ۷، ۸)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے ہاں درود شریف تمام وظائف سے زیادہ محبوب تھا، جیسا کہ :۔

مفسر قرآنِ حکیم، ابی بن کعبؓ (جن کو سورۃ البینۃ سنانے کا حکم سید دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا تھا) فرماتے ہیں کہ میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا :۔

یارسول اللّٰہ انی اکثر الصلوٰۃ علیک فکم اجعل لک

فی صلوتی قال ماشئت قلت الربع قال ماشئت
فان زدت فهوخيرٌلك قلت النصف قال ما شئت
فان زدت فهو خيرٌ لك قلت فالثلثين قال ما شئت
فان زدت فهوخيرٌلك قلت اجعل لك صلوتی کلها
قال اذاً تكفى همك ويكفرلك ذنبك.

یارسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپ پر درود زیادہ پڑھا کروں اس لیے میں اپنی دعا کے وقت میں سے کتنا حصہ اس کیلئے مقرر کروں تو حضور انور ﷺ نے فرمایا جس قدر تیری مرضی ہے میں نے عرض کیا چوتھا حصہ، آپ نے فرمایا جو تو چاہے اگر زیادہ کردے تو تیرے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا آدھا حصہ، فرمایا جو تو چاہے اگر زیادہ کردے تو تیرے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا تو پھر دو تہائی، فرمایا جو تو چاہے مگر زیادہ کردے تو تیرے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا پھر میں اپنا سارا وقت دعا کا آپ کے لئے کرتا ہوں (یعنی درود پڑھتا رہوں گا) فرمایا اگر تو نے یہ کرلیا تو اللہ تعالیٰ تیری تمام پریشانیوں کی کفایت کرے گا اور تیرے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

(فـ) اس حدیث کی تشریح میں نواب قطب الدین خان صاحب نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے یہ نقل فرمایا ہے کہ :۔

"جب شیخ بزرگوار عبدالوہاب متقی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مسکین کو یعنی شیخ عبدالحق کو واسطے زیارت مدینہ منورہ کے

رخصت کیا فرمایا جاتو اور آگاہ ہو کہ نہیں ہے اس راہ میں کوئی عبادت بعد اداء فرض کے مانند درود کے اوپر سید کائنات ﷺ کے، چاہئے کہ تمام اوقات اپنی کو اس میں صرف کرنا اور ہر چیز میں نہ مشغول ہونا، اتنا پڑھو کہ ساتھ اس کے رطب اللسان ہو اور اس کے رنگ میں رنگین ہو اور مستغرق ہو اس میں"۔(مظاہر حق)

(ف۲) اگرچہ ... شریف جب بھی پڑھا جائے اس سے قرب رحمت دو عالم ﷺ ہو جاتا ہے مگر جمعہ کے دن حضور انور ﷺ نے زیادہ پڑھنے کا حکم فرمایا، اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر اس جمعہ کو قیامت بپا ہو جائے تو درود شریف پڑھنے کی وجہ سے عذاب سے بچ جائے گا۔(واللہ الموفق)

(۱) قال رسول ﷺ اِنَّ مِنْ افضل ایَامکم یوم الجمعة فیه خلق اٰدم وفیه قبض وفیه نفخة وفیه الصعقة فاکثروا علیَّ من الصلوٰة فیه فان صلوٰتکم معروضة علیَّ قالوا وکیف تعرض صلوٰتنا علیك وقد ارمت یقولون بلیت فقال ان اللّٰه حرّم علی الارض ان تأکل اجسادالانبیاء۔

(رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ، والدارمی، والبیھقی، فی شعب الایمان)(مشکوٰۃ)

جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہارے سب ایام سے بہتر یوم جمعہ کا ہے اسی میں حضرت آدم بنائے گئے اور اسی دن انکا سفر ہوا اور اسی دن میں صور پھونکا جائیگا اور اسی دن

قیامت سے پہلے بیہوشی واقع ہو گی، پس تم اس دن (سب سے بہتر عبادت جو عذاب سے بچائے) مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اور پیش کیا جائیگا۔ صحابہ نے عرض کی حضرت زندگی میں تو درست معلوم ہوتا ہے مگر آپ کے دنیا سے سفر کر جانے کے بعد جبکہ آپؐ کا جسم بھی دوسرے عام انسانوں کی طرح باقی نہ رہے گا تو آپؐ نے فرمایا (میں سن لوں گا) اس لئے کہ اللہ کریم نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

یعنی یہ روایت اتنے بڑے محدثین کرام اور آئمہ حدیث کے ہاں بالکل صحیح ہے۔

اس حدیث کی شرح میں ہے کہ آپؐ کے دربار اقدس میں ہمیشہ صلوٰۃ وسلام پہنچتا رہتا ہے جب کہ روضہ اقدس کے قریب سید دو عالم ﷺ خود سماع فرماتے ہیں، مگر دور سے فرشتے لے کر حاضر ہوتے ہیں

(عون المعبود ج ۲ ص ۱۷۰)

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ آپؐ کا ارشاد انبیاء کرام کی حیات سے کنایہ ہے، اس لئے کہ :۔

والمذهب ان الانبياء احياء حيوة حقيقة دنياوية.

اور صحیح مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام زندہ ہیں حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ۔ (اشعۃ اللمعات)

کتاب ابحج میں حضرت شیخ قدس سرہ العزیز نے فرمایا :۔

ولا خلاف فيه لاحد. اس مسئلہ میں کسی کا خلاف نہیں ہے

امام جلال الدین سیوطیؒ نے فرمایا :۔

والاحادیث تَدُلُّ علی ان النبی ﷺ حی بجسدہٖ وروحہٖ۔(جواہر البحار جلد دوم ص ۴۸۳)

احادیث سے پایا جاتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جسم اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہیں

جمعہ کی رات کو درود شریف کی کثرت کا فرمانے کی حکمت یہ ہے کہ :۔

وقد نقل عن الامام احمد انہ قال یفضل لیلۃ الجمعۃ علٰی لیلۃ القدر من جھۃ ان فیھا حدث النبی ﷺ فی رحم اُمِّہٖ۔

امام احمدؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جمعہ کی رات لیلۃ القدر سے اس لئے اعلیٰ وافضل ہے کہ اس رات کو سید دوعالم ﷺ دنیا میں تشریف لانے کے لئے والد ماجد کی پشت سے والدہ ماجدہ کے رحم اقدس میں تشریف لائے تھے۔ (لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ عربی قلمی ومطبوعہ)

سبحان اللہ! وجہ ظاہر ہے لیلۃ القدر کو شرف اس لئے ملا کہ اس میں قرآن نازل ہوا جس رات آپؐ عالم بشریت میں تشریف لائے وہ رات یقیناً لیلۃ القدر سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

(ف) اگر جناب کے ارشاد کا مطلب بدنی حیات نہ تھی بلکہ روح کی حیات تھی تو پھر صحابہ کرام کا سوال اور آپ کا جواب بالکل بے ربط ہو جاتا ہے۔

(۲) عن ابی الدرداءؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اکثرو الصلوۃ علیَّ یوم الجمعۃ فانہٗ یوم مشھود

يشهد الملئكة وان احد لـم يصلى علىّ الا عُرِضَتْ عَلَيَّ صلوتُهٗ وسلامهٗ حتىٰ يفرغ منها.

(رواہ ابن ماجہ والسبکی، ص ۱۰۰)

ابو الدرداء سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے مجھ پر جمعہ کے روز درود زیادہ پڑھیں اس لئے کہ یہ یوم مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو کوئی بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اس کی فراغت سے پہلے (بہت جلد) میرے ہاں وہ صلوٰۃ و سلام پیش کیا جاتا ہے۔

(۳) مَامِنْ اَحَدٍ يُسَلِّم عَلَيَّ اِلَّارَدَّاللهُ عَلَيَّ رُوحِي حتىٰ اَرُدَّ عليه السلام.

(رواہ ابو داؤد، وصححہ النووی فی الاذکار)

جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ کریم مجھ پر میرے روح کو (جو مشاہدہ ذات باری تعالیٰ میں محو ہوتا ہے) لوٹا دیتا ہے تاکہ میں بھی اس پر سلام کا جواب کہہ دوں۔

حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ قریب کا سلام آپ خود سنتے ہیں اور دور کا سلام آپ کو پہنچادیا جاتا ہے جس کو امام احمد اور دوسرے ائمہ نے حیٰوہ ابن شریح کی حدیث کی بناء پر درست کہا ہے : مَامِنْ اَحَدٍ يُسَلِّم عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰه عَلي رُوحِي حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلٰم (کتاب الوسیلہ از امام ابن تیمیہ ترجمہ علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم ص ۱۲۵ شائع کردہ ادارہ ترجمان السنۃ لاہور)

(ف) مراد روح بھیجنے سے یہ نہیں کہ روح بدن مبارک میں نہیں اب بھیجتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ روح مبارک جو مشاہدہ رب العزت میں مستغرق ہے اس کو

اس حالت سے افاقت دے کر اس عالم کی طرف متوجہ کرتے ہیں تا کہ صلوٰۃ وسلام سنے پس اس توجہ اور آگاہ کرنے روح کو یوں کہا کہ بھیجتا ہے اللہ روح مجھ پر وگرنہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں قبروں میں۔ اب آگے کلام اس میں رہا کہ یہ فضیلت خاص زیارت کرنے والوں ہی کے لئے ہے یا عام ہے، ظاہر یہ ہے کہ عام ہے یعنی خواہ دور سے سلام بھیجے یا مزار مبارک پر جا کر مگر یہ کہ سلام زیارت کرنے والوں کا بے واسطہ ملائکہ کے سنتے ہیں (ﷺ) اور اوروں کا بواسطہ ملائکہ کے۔

(مظاہر حق ج نمبر ا ص ۲۹۹)

علمائے حدیث نے لفظ "روح" سے مراد نطق (قوت گویائی) بھی لی ہے ترجمہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے قوت گویائی بھی عطا فرما دیتے ہیں اور میں اس کا جواب دیتا ہوں (التاج) اس لئے کہ ردروح کا کلمہ حضور نے وہاں فرمایا جہاں توجہ گرامی منعطف کرائی گئی جیسا کہ نیند سے جاگنے پر حضورؐ نے فرمایا رد علی روحی حالانکہ اس وقت حضور انور ﷺ زندہ ہی تھے، ترمذی میں حضور انور ﷺ کی یہ دعا موجود ہے کہ جب حضورؐ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے

الحمدللّٰه الذی عافانی فی جسدی وردعلی روحی۔

(جلد ثانی، ص ۱۷۶)

(ف) صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ارشاد اور اس کی کیفیت خود جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرما دی ہے جس سے اس عقیدہ کی صداقت، صحت اور عظمت ثابت ہوتی ہے امام بخاریؒ نے باب قوله تعالیٰ :۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا میں یہ روایت بیان کی ہے :۔

عن کعب بن عجرةؓ قیل یا رسول اللّٰه ﷺ اما

السلام علیك فقد عرفناه فکیف الصلوٰة قال قولوا اللّٰھم صل علی محمّد وّعلی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انك حمیدٌ مّجید.وھٰکذاعن ابی سعیدالخدریؓ۔

کعبؓ بن عجرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ حضورؐ سلام تو ہم نے جان لیا اب صلوٰۃ کس طرح پڑھیں؟ آپؐ نے فرمایا:۔ اللھم صلّ علی محمدٍ وعلی اٰلِ محمدٍ کما صلیت علی ابراھیم وعلی اٰلِ ابراھیم انك حمیدٌ مجید پڑھا کرو۔ اسی طرح حضرت ابو سعید خدری نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت علیؓ، ابو حمید، کعب بن عجرہ، طلحہ بن عبید اللہ، ابو سعید، زید بن خارجہ اور بریدہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات ثابت ہیں۔)

(۴)قال رسول اللّٰه ﷺ من صلیٰ علیّ عندقبری سمعتهٗ ومن صلی علیّ غائباً أبلغتهٗ۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر درود میری قبر کے پاس آکر پڑھتا ہے اس کو تو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے درود پڑھتا ہے مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتوی فرماتے ہیں

ای سماعا حقیقیًا یعنی حقیقی طور پر سننا۔ (حاشیہ مشکوٰۃ شریف از شیخ الحدیثؒ)

جامعہ اشرفیہ کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس فرماتے ہیں:۔

"میں خود بخود بلا کسی واسطہ کے حقیقی طور پر سنتا ہوں"(التعلیق الصبیح)

ایک سوال :۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو صحابہ کرام اتنی بڑی سعادت کو ضرور حاصل کرتے صرف عبداللہ بن عمرؓ کا یہ فعل تھا کہ وہ دربار نبوی میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتے تھے، سب صحابہ کرام کا یہ فعل نہ تھا جیسا کہ کتاب التوحید کی شرح فتح المجید میں کہا ہے۔

جواب :۔ یہ غلط ہے بلکہ سب صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ وہ دربار سید دوعالم ﷺ میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا شرف حاصل کرتے تھے ابن عمرؓ کا یہ طریقہ بیان کرنے کے بعد امام ابن تیمیہؒ نے کہا ہے کہ :۔

وهكذا كان الصحابة يسلمون عليه.

اور اسی طرح صحابہ کرامؓ آپ پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا کرتے تھے۔(رسائل ابن تیمیہ نمبر ۱۶، ص ۳۹۰، مطبوعہ مصر)

(۵) عن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ اكثروا الصلوة علىّ يوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملئكة وان احدكم لايصلى على الا عرضت على صلوته حتّى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان الله حرّم على الارض ان تاكل احساد الانبياء فنبي الله حي يرزق.(مشكوة)

(رواہ ابو داؤد، والنسائی، وابن ماجہ، وابن خزیمہ، وابن حبان، والدارقطنی، والبیہقی فی الاذکار)

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ الاحزاب)

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اکرم ﷺ نا

ارشاد ہے کہ جو مجھ پر جمعہ کے دن درود و سلام بھیجتا ہے تو مجھ پر اس کا درود پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درود و سلام سے فارغ ہو جائے میں نے عرض کیا حضرت موت کے بعد بھی سنیں گے تو آپؐ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے پس اللہ تعالیٰ کا ہر نبی زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

تنبیہ :۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ جملہ نبی اللہ حی یرزق رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ ابن ماجہ کا قول ہے سو اس کا جواب سنئے :۔

(۱) اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اس روایت میں یہ جملہ مدرج من الراوی ہے تو وہ راوی صحابی ہے صحابی کا یہ عقیدہ ثابت ہوا۔

(۲) دوسری روایت میں جب تصریح ہے کہ انبیاء کرام زندہ ہیں تو اب اس جملہ کی تائید و توثیق ہو گئی

(۳) اگر تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیا جائے کہ یہ ابن ماجہ کا قول ہے تو بھی استدلال درست ہے یہ تو اور بھی تائید ہو گئی کہ ابن ماجہؒ جیسا محدث جو ۲۷۳ھ یعنی آج سے گیارہ سو سال پہلے گذرے ہیں اور جن کی جمع کردہ کتاب "ابن ماجہ" کو صحاح ستہ جیسی باعظمت اور اسلام کی بنیاد کا ایک رکن اعظم ہونے کا شرف حاصل ہے وہ بھی حیات نبویؐ کے قائل ہیں یہ تو اور بھی فائدہ کی بات ہوئی نہ کہ نقصان کی۔

(ف) جبکہ شہداء کے متعلق تو آن عزیز کا ارشاد ہے کہ ان کو رزق دیا جاتا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے تو انبیاء علیہم السلام کے متعلق کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

(۲) وعن ابی شہاب قال بلغنا ان رسول اللہ ﷺ

قال ما من مسلم یصلی علی الاحملها ملك حتّی یودیها الی ویسمیه حتّی انه یقول ان فلانا یقول کذاوکذا۔(شفاً قاضی عیاض)

ابو شہاب زہری فرماتے ہیں کہ ہم کو جناب رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد پہنچا کہ جب کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتہ اس کو اٹھا کر میرے ہاں پہنچا دیتا ہے اور اس آدمی کا نام بھی میرے سامنے لے کر یہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی نے یوں درود پڑھا ہے۔

(ف) پہلے گذر چکا ہے کہ جو سعادتمند دربار اقدس میں حاضر ہو کر درود پڑھتا ہے اس کو سید دوعالم ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور اس کو پہچان لیتے ہیں اور یہ علم قیامت تک رہے گا جیسا کہ ارشاد عالی ہے :۔

ان علمی بعدموتی کعلمی فی حیاتی .

(وفاً الوفاً، ص ۱۳۵۳)

میرا علم میری موت کے بعد بھی اسی طرح رہے گا جس طرح اس دنیا میں میری زندگی میں ہے

(۷)عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال ان لله ملئکة سیاحین یبلغونی عن امتی السلام۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک ایسی جماعت مقرر فرمائی ہے کہ وہ دنیا میں سیر کرتے ہیں جہاں کسی نے سلام بھیجا اور درود پڑھا وہ فوراً پہنچا دیتے ہیں۔(ترغیب وترہیب)

(۸) عن الحسن بن علیؓ ان رسول اللہ ﷺ قال

حیث ما کنتم فصلوا علی فان صلوٰتکم تبلغنی۔

امام حسنؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود پڑھتے رہو تمہارا درود مجھ کو پہنچ

جاتا ہے۔(ترغیب وترہیب)

درود شریف پڑھنے اور اس کے دربار سید دوعالم ﷺ میں دور سے پہنچائے جانے اور قریب سے خود سماع فرمانے کے بارہ میں اس قدر روایات ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے صرف اسی موضوع پر علماء کرام نے بڑی بڑی مبسوط اور مفصل اور مدلل کتابیں لکھی ہیں' قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے الشفاء میں یہ بھی سید دوعالم ﷺ کی خصوصیت ذکر فرمائی ہے کہ سید دوعالم ﷺ کی خدمت میں امت کا درود پہنچایا جاتا ہے اور اس سعادت مند کا نام بھی پیش کیا جاتا ہے' قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ ہی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت فرمایا ہے کہ

ان العبداذاصلی علی النبی ﷺ عرض علیه اسمهٗ

جب کوئی مسلمان حضور پر درود پڑھتا ہے تو نام کے نشان کے

ساتھ حضور کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

(ف) یہ طریقہ علماء سلف سے لے کر آج تک جاری ہے کہ جب کسی مدینہ منورہ جانے والے کو دربار سید دوعالم ﷺ میں سلام عرض کرنے کا پیغام دیا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے مثلاً اے سردارِ دوعالم ﷺ قاضی غلام جیلانی کے بیٹے محمد زاہد نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور شفاعت کی درخواست کی ہے۔

دسویں صدی ہجری کے مجدد علامہ سیوطیؒ نے فرمایا ہے کہ :۔

"مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں انبیائے کرام اپنی قبور میں اسی

طرح زندہ ہیں جس طرح دنیا میں زندہ تھے اور اس کی سب سے
بڑی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا اس لئے
کہ نماز ادا کرنا تو اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ جسم سلامت
اور زندہ ہو" (حیاۃ الانبیاء از سیوطی ص ۱۵)

مشکوٰۃ کی مشہور اور مستند شرح مظاہر حق میں ہے کہ :۔

"اور اخیر حدیث کا حاصل یہ ہے کہ زندہ ہیں انبیاء کرام قبروں میں، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے نہ حیات معنوی روحانی جیسا کہ شہداء کو ہے اور سوا ان کے اور امورات بھی سنتے ہیں، سلام اور کلام عرض ہوتے ہیں اعمال اقرباان کے بعض ایام میں" (جلد اول ص ۴۴۳)

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ :۔

"حیات انبیائے کرام متفق علیہ است ہیچ کس را در وخلافے نیست، حیات جسمانی، دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی"

(ترجمہ) "اور انبیائے کرام کی حیات پر سب علماء کا اتفاق ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور حیات دنیاوی زندگی کی طرح جسمانی ہے نہ کہ روحانی معنوی"

ملا علی قاری نور اللہ مرقدہ نے ایک مدلل اور مبسوط بحث کے بعد فرمایا

قال ابن حجر وما افادهٗ من ثبوت حیوۃ الانبیاء علیهم السلام حیوۃ بها یتعبدون ویصلون فی قبورهم مع استغنائهم عن الطعام والشراب

كالملئكة امر لامرية فيه وقدصنف البيهقى جزءً في ذالك.رواه ابوداؤد ، والنسائى،وابن ماجه، والدارمى، قال ميرك ورواه ابن حبان في الصحيح والحاكم وصحيحه وزادابن حجر بقوله وقال صحيح على شرط البخارى ورواه ابن خزيمه في صحيحه.(مرقاۃ، ص۲۰۹،۲۱۰)

ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اپنی قبروں میں عبادت کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور وہ کھانے پینے سے اس طرح بے نیاز ہیں جس طرح فرشتے زندہ ہیں مگر کھاتے پیتے نہیں۔

شارح بخاری علامہ نورالحق دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ :۔

"پوشیدہ نماند کہ دیدن حضرت رسول اکرم ﷺ انبیاء رابہ تکلم آنہا چنانچہ در حدیث مذکور بوضوح پیوستہ ناظر در آنست کہ آں ہارابااشخاص وباجساد دیدہ و قول مختار و مقرر جمہور ہمیں است کہ انبیاء از ذائقہ موت زندہ اندربہ حیات دنیوی"

(ترجمہ)"یہ بات مخفی نہ رہے کہ آنحضرت ﷺ کا انبیاء کرام کو دیکھنااور ان کے ساتھ کلام فرمانا بتارہاہے کہ آپؐ نے انبیاء کرام کو ان کی ذات اور جسموں کے ساتھ دیکھا ہے اور یہ عقیدہ مختار اور تمام علماء کے ہاں مقرر ہے کہ انبیاء کرام موت چکھ لینے کے بعد اسی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں"۔(تیسیر القاری شرح البخاری)

آنحضرت ﷺ نے دیگر انبیاء کرام کو حالت بیداری زمین پر دیکھا جیسا کہ شب معراج بیت المقدس میں ان کی امامت کی اور آسمانوں پر بھی ان سے ملاقات کی جیسا کہ متعدد روایات سے ثابت ہے اس لئے یہ بات کہ انبیاء کرام زندہ ہیں درست ہے۔ (نسیم الریاض ج ۴ ص ۱۴۹)

(ف) مشائخ کی صورت پر شیطان کا نہ آسکنا بھی ہمارے علمائے کرام کے ہاں مسلم ہے، حضرت قطب الارشاد گنگوہیؒ نے فرمایا ہے :۔

"شیطان کا بصورت فخر دو عالم علیہ السلام نہ ہو سکنا تو حدیث سے ثابت ہے مگر شیخ کی صورت میں نہ ہو سکنا مشائخ کا قول ہے حدیث سے اس کا ثبوت نہیں مشائخ کا فرمانا ان کا اجتہاد ہے یا کیا ہے بندہ کو معلوم نہیں اگر ان کی تقلید سے اس مسئلہ کو قبول کرلے تو کوئی اندیشہ نہیں"

(مکاتیب رشیدیہ ص ۹۷)

علامہ محی الدین بن عربیؒ نے فرمایا ہے کہ مرشد اگر صورت ہادی میں ہو تو شیطان اس صورت کو اختیار نہیں کر سکتا۔ (مقدمہ فصوص الحکم)

(۹) سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا :۔

لَيَهْبِطَنَّ ابْنَ مَرْيَمَ عَدَلاً وَّاِمَاماً مُقْسِطاً وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجاً اَوْمُعْتَمِراً وَلَيَاتِيَنَّ قَبْرِىْ حَتّٰى يُسَلِّمَ عَلَىَّ وَلَاَرُدَّنَّ عَلَيْهِ۔

(رواہ ابوہریرہؓ اخرجہ الحاکم وصححہ عقیدۃ الاسلام، ص ۲۲)

محدث کبیر استاذ العلماء حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ العزیز نے اس روایت کو اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام میں نقل فرما کر اس کی توثیق فرمادی

ہے، اس حدیث کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"مریم کا بیٹا ضرور آسمان سے اترے گا وہ انصاف اور عدل والا پیشوا ہو گا اور وہ دور دراز کے راستہ سے سفر کر کے حج یا عمرہ کے لئے آئے گا اور پھر وہ ضرور میری قبر پر بھی آئے گا یہاں تک کہ مجھے سلام کہے گا اور میں ضرور اس کے سلام کا جواب دوں گا"۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل عقائد واضح طور پر معلوم ہوتے ہیں :۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

(۲) وہ دور دراز (دمشق) سے سفر کر کے حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئیں گے۔

(۳) اور پھر مدینہ منورہ اس لئے آئیں گے کہ میری قبر پر حاضری دیں۔

(۴) اور قبر پر آکر مجھ پر سلام کہیں گے۔

(۵) اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سید دو عالم ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا سنت انبیاء ہے اور آپؐ پر سلام کہنا سنت الانبیاء ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا، تو اگر آپؐ سلام نہ سنیں گے تو جواب کس طرح دیں گے، معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک کے لئے آپؐ کو حیات حاصل رہے گی اور آپؐ زائرین کا سلام سن کر ان کو جواب دیتے رہیں گے۔

علمی فائدہ :۔اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ اس میں چار صیغے فعل مضارع کے ذکر ہیں مگر چاروں کو لام تاکید اور نون ثقیلہ کے ساتھ موکد کیا ہے تاکہ مخاطب کو کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے اور وہ اس عقیدہ پر ایمان رکھے۔

(ف) درود شریف اس محبت ایمانی اور روحانی عقیدت کا اظہار ہے جو ایک خوش بخت مسلمان سید دو عالم ﷺ کے حضور پیش کرتا ہے' اس لئے جن کلمات میں نثر یا نظم کی طرز پر پیش کرے جائز اور درست ہے صرف اتنا خیال رہے کہ حدود ادب سے تجاوز نہ ہو اور نہ ہی شان خداوندی کا تقابل پیدا ہو مادح دربار نبوت علامہ بوصیریؒ نے ارشاد فرمایا ہے

دع ما ادعتِ النصاریٰ فی نبیّھم،واحکم بماشئت فیه مدحاًواحتکم

(ترجمہ) عیسائیوں کی طرح سید دو عالم ﷺ کو شریک خداوند قدوس نہ مانا باقی جو چاہتا ہے حضور انور ﷺ کی مدح میں کہنے کا شرف حاصل کرلے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ارشاد فرمایا

مخواں اُورا خدا از بہر امر شرع و حفظِ دین
دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش انشا کن

(ترجمہ) حضور انور ﷺ کو خدائی صفات سے موصوف نہ کر کہ شریعت کا یہی حکم ہے اس کے علاوہ جو وصف اور نعت حضورؐ کی شان میں کہہ سکتا ہے کہتا رہ

چنانچہ صحابہ کرامؓ نے سید دو عالم ﷺ کے حضور فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ اور فِدَاكَ رُوْحِی جیسے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے کلمات سے اپنی تسکین قلبی کا کچھ سامان مہیا کیا اور کہیں حضور انور ﷺ کی قسم کھاتے ہوئے یوں بھی کہا وقرة عینی (ﷺ) بعض روایات میں وصانی خلیلی سے بھی حُب نبوی سے مزین کلمات کو بیان فرمایا ہے، اس لیے محبت ایمانی اور عقیدت روحانی کی بنا پر بہترین پیرایہ اختیار کرے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا ہے۔

"اپنے نبی ﷺ پر بہترین طرز اور اچھے پیرائے میں درود بھیجو"

(جواہر البحار ج ۳ ص ۸۳۰)

چنانچہ عشاق اور خدام نے مقدور بھر جس انداز اور طرز اور کلمہ کو تلاش کر سکے اسے بیان کرنے کا شرف حاصل کیا، حضور انور ﷺ کے حضور شاعر دربار نبوت موید بہ روح القدس حضرت حسان بن ثابتؓ نے جو عقیدت کے پھول نچھاور کئے ہیں ان ہی میں یہ بھی ہے۔

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِالنِسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَاتَشَآءُ

(ترجمہ)

(۱) اور آپؐ سے زیادہ حسین آج تک میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپؐ سے زیادہ خوبصورت آج تک پیدا نہ ہوا۔

(۲) آپؐ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے گویا کہ جس طرح آپ نے پسند فرمایا اسی طرح آپ کو پیدا کیا گیا۔

چنانچہ درود و سلام کے کئی کلمات ہزاروں کی تعداد میں امت نے تالیف کئے ہیں، بعض ایسے بھی ہیں جن کی پسندیدگی کی سند سید دوعالم ﷺ نے خواب میں عطا فرمائی ہے یہاں صرف دو درود شریف لکھے جاتے ہیں۔

(۱) بیہقی نے ابو الحسن شافعیؒ سے ان کا اپنا خواب نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ امام شافعیؒ نے جو اپنے رسالہ میں درود لکھا ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِه الْغَافِلُوْنَ آپ کی طرف سے ان کو کیا بدلہ دیا گیا ہے؟ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے یہ بدلہ دیا گیا ہے کہ وہ حساب کے لئے نہیں روکے

جائیں گے۔(فضائل درود شریف از شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ، ص ۱۲۳)

(۲) سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک عالم دین متقی اور پرہیزگار کافی مقروض اور تنگدست ہو گیا خواب میں سید دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو حضور انور ﷺ نے اس کو ارشاد فرمایا کہ وہ سلطان محمود کے پاس جا کر یہ کہے کہ اس کو جناب رسول کریم ﷺ نے اس کے پاس امداد اور اعانت کے لئے بھیجا ہے اگر سلطان تجھے سچا نہ سمجھے تو اس سے یہ کہہ دے کہ تو سید دو عالم ﷺ پر مندرجہ ذیل درود شریف پڑھتا ہے اور اس کا علم صرف تجھے اور سید دو عالم ﷺ کو ہے چنانچہ سلطان محمود نے اس کا بہت احترام کیا اور اس کی امداد کی۔(روح البیان ج ۷ ص ۲۳۴)

یہ درود شریف میرے والد ماجد محی الدین قاضی غلام جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے طبع فرما کر لوجہ اللہ تقسیم فرمایا جو درج ذیل ہے :۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّا اخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ الْعَصْرَانِ وَكَرَّ الْجَدِيْدَانِ وَاسْتَقَلَّ الْفَرْقَدَانِ وَبَلِّغْ رُوْحَهٗ وَ اَرْوَاحَ اَهْلِ بَيْتِهٖ مِنَّا التَّحِيَّةَ وَالسَّلَامَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَثِيْرًا۔

(ف) چونکہ معتزلہ اور دوسرے گمراہ فرقے حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں اس لیے وہ درود شریف پڑھنے سے محروم ہیں۔ الحمد للہ اہل السنتہ والجماعت کو یہ سعادت حاصل ہے اور یہی اہل السنتہ کی علامت ہے۔ علامہ سخاویؒ نے امام حسین ابن علیؓ سے روایت فرمایا ہے کہ اہل السنتہ سید دو عالم ﷺ پر درود زیادہ پڑھتے ہیں۔(القول البدیع ص ۶۰)

سیرت مقدسہ کا اعجازی پہلو

یہ وہ عنوان ہے جس پر آج سے تقریباً بیس سال پہلے دارالعلوم دیوبند کے ماہوار ترجمان رسالہ دارالعلوم میں کئی اقساط میں لکھا گیا تھا کیونکہ یہ عنوان تو سیرت سید دوعالم ﷺ کا عظیم اعجازی عنوان ہے۔ اس عنوان کا مطلب یہ ہے کہ سید دوعالم ﷺ اس فانی دنیا سے سفر کرنے کے باوجود اپنی امت کے سعادتمندوں کو خواب میں شرف زیارت بخشتے ہیں اور کبھی کبھی بیداری میں بھی یہ شرف عطا فرماتے ہیں اور یہ خواب میں نظر آنا اور کسی بات کی اطلاع دینا عام اموات کے لئے بھی ثابت اور جائز ہے جیسا کہ مشہور تابعی حضرت محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :۔

فکل ما اخبربه المیت عن نفسه اوعن غیره فهو حق لانه فی دارالحق وخرج من الباطل ومشغول عنه فلا یکذب فیمایخبر به۔

(تعبیر نامہ مطبوعہ مصر، ص ۳۴)

پس جس بات کی میت خبر خواب میں دے خواہ اس کے اپنے متعلق ہو یا کسی دوسرے کے متعلق ہو تو وہ حق ہی ہو گی کیونکہ وہ انسان سچے گھر میں پہنچ چکا ہے اور اس باطل سے نکل چکا ہے لہذا وہ جھوٹ نہ بولے گا۔

عام اموات کے متعلق تو شک و شبہ ہو سکتا ہے مگر سید دوعالم ﷺ کا

خواب میں تشریف لانایابیداری میں کسی کو شرف زیارت بخشنابالکل درست ہے۔

جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بھی سید دوعالم ﷺ کی خصوصیت قرار دی ہے کہ آپ کی مثالی شکل بھی خواب میں شیطان نہیں بنا سکتا تاکہ خواب میں بھی آپ کی طرف کسی بات کی نسبت نہ کر سکے۔(خصائص ج ۲ ص ۳۳۹)

چنانچہ امام بخاری اور امام مسلم نے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا ہے کہ :۔

من رانی فقدراحقاً فانّ الشیطن لایتمثل بی،من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ولایتمثل الشیطن بی۔

جس نے مجھے دیکھا پس اس نے مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری مثالی شکل نہیں بنا سکتا، اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھ لے گا کیونکہ شیطان میری طرح نہیں بن سکتا۔

یعنی شیطان نہ تو جاگنے میں اور نہ خواب میں آنحضرت ﷺ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

(ف) آنحضرت ﷺ کا خواب میں تشریف لانا اور کسی نیک بخت کا زیارت سے مشرف ہونا اتنا اہم اور بنیادی مسئلہ ہے کہ محدثین حضرات نے اپنی کتابوں میں اس کے لئے علیحدہ ابواب تجویز فرمائے ہیں جیسا کہ امام ترمذی نے شمائل ترمذی میں ایک مستقل باب باب ماجاء فی رویةرسول الله ﷺ فی المنام قائم کر کے اس میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام عبداللہ بن مسعود، ابوہریرہ،

طارق ابن اشیم، یزید، ابو قتادہ، انس بن مالک رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے۔ اور علامہ ابن جوزیؒ نے کتاب الوفاء ص ۸۱۰ میں ابو سعید خدریؓ اور ابو مالک اشجعیؓ سے بھی یہی ارشاد روایت فرمایا۔ یعنی آٹھ جلیل القدر صحابہ کرامؓ اس کے راوی ہیں۔

اسی باب میں ہے کہ یزید فارسی نے خواب میں آپ کی زیارت کا ذکر کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تصدیق کی اسی طرح آپ کو بیداری میں علمائے کرام نے اور علمائے امت نے دیکھا اور یہ اس کثرت سے ثابت ہے کہ اس کا انکار غیر معقول ہے جیسا کہ علامہ بارزی یافعی، جیلی شاذلی، مرسی، قسطلانی وغیرہ ہم اکابر علمائے اسلام نے عالم بیداری میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ (مناوی شرح شمائل ترمذی ص ۲۹۲)

علمائے کرام کی کافی تعداد سے منقول ہے کہ انہوں نے عالم بیداری میں شرف زیارت حاصل کیا اور آپؐ سے ان امور کے متعلق دریافت فرمایا جو ان کے نزدیک قابل غور تھے آپؐ نے ان کی راہنمائی فرمائی جس طرح حضورؐ نے فرمایا درست نکلا۔ (کتاب مذکورہ ص ۲۹۲)

خواب کی حقیقت اسلام میں

رؤیائے صالحہ

جس طرح آج دین کی اکثر حقیقتوں سے انکار یا ان کا استخفاف محض اس لئے کیا جارہا ہے کہ وہ سمجھ میں نہیں آتی ہیں، اسی طرح نیک خوابوں کا بھی انکار کیا جارہا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں اس کا اجمالی ثبوت کتاب اللہ اور حدیث سے پیش کر دیا جائے تاکہ منصف مزاج بھائی اس حقیقت کو سمجھ سکیں۔

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے :۔

اَلَآاِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ O الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاوَكَانُوْايَتَّقُوْنَ Oلَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَاتَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O(سورۃ یونس۔ نمبر ۶۲ تا ۶۴)

یاد رکھو اللہ والوں پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمناک ہوں گے وہ اللہ والے جو ایمان لائے اور پرہیزگار ہوئے ان کے لئے اس دنیاوی زندگی میں بھی بشارت ہے (نیک خواب) اور قیامت میں بھی بہتری ہے اللہ تعالیٰ کے کلموں کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اس بشارت سے مراد امام الانبیاء جناب رسول کریم ﷺ کے ارشاد

گرامی میں یہ ہے :۔

هی الرؤیا الصالحة یراها المسلم او ترى له.

بشریٰ سے مراد وہ بہترین خواب ہے جو کسی مسلمان کو آئے یا اس کے بارے میں کسی دوسرے کو آئے۔

ایک دوسری حدیث میں جناب رسول کریم ﷺ نے خواب کے متعلق ارشاد فرمایا کہ بہتر خواب نبوت کا ۴۶واں حصہ ہے، بعض روایات میں اس سے زیادہ اور کم تعداد بھی آئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خواب دیکھنے والے کے اعتبار سے ہے، خواب نبوت کا ۴۶/۱ حصہ کیوں ہے؟ اس کے متعلق علامہ نوویؒ شارح صحیح مسلم نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ۲۳ سال تک وحی آتی رہی، اعطاء نبوت سے پہلے چھ ماہ سچی خوابوں کے ذریعہ القا ہوتا رہا چنانچہ چھ ماہ کا عرصہ ۲۳ سال کا ۴۶واں حصہ ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے دوسری روایت میں ارشاد فرمایا کہ نبوت تو اب ختم ہو چکی ہے مگر رویائے صادقہ باقی ہیں اور رہیں گی۔

رؤیائے صادقہ معتزلہ کے ہاں

یہ مسئلہ تمام اہل اسلام کے ہاں اجماعی مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں اور اپنے بعض بندوں کو سچی خوابیں دکھاتے ہیں، علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے :۔

والذين ذكر عنهم انكار كرامات الاولياء من المعتزلة وغيرهم كابى اسحاق اسفرائنى وابى محمدابن ابى زيدوكما ذكرذلك ابومحمد بن حزم لاينكرون الدعوت المجابة ولاينكرون الرويا

الصادقة فان هذا متفق عليه بين المسلمين وهو ان الله تعالى قد يخص بعض عباده باجابة دعائه اكثر من بعض ويخص بعضهم لما يريه من المبشرات ۔ (کتاب النبوات از ابن تمیہ، ص ۲۶۷)

وہ لوگ جو کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہیں جیسا کہ ابو اسحٰق وغیرہ معتزلہ ان کے ہاں بھی دعاؤں کا قبول ہونا اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو سچی خوابوں کا آنا درست ہے یہ مسئلہ سب مسلمانوں میں اجماعی اور اتفاقی طور سے صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کی دعاؤں کو دوسروں سے زیادہ قبول کرتا ہے۔ اور بعض بندوں کو یہ شرف خصوصی بخشتا ہے کہ ان کو سچی خوابوں سے نوازتا ہے۔

خود جناب رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام کی خواب کو سن کر نہ صرف درست فرمایا بلکہ ان سے شرح محمدی کا ایک عظیم رکن ثابت فرمایا، جو اذان تمام روئے زمین کے مسلمان دن میں پانچ مرتبہ دیتے ہیں اور یہ اذان دین کا ایک بہت بڑا شعار ہے اس کا ثبوت قرآنی آیات سے نہیں بلکہ زمانہ رسول اکرم ﷺ میں گیارہ صحابہ کرام کو خواب میں یہ کلمات بتائے گئے اور آپؐ نے ان کو تسلیم فرما کر حکم اذان ارشاد فرمایا جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے :۔

ابوحنيفة عن علقمة بن مرثد عن ابى بريدة عن ابيه ان رجلا من الانصار مر برسول الله ﷺ فراه حزينا وكان الرجل ذا طعام يجتمع اليه فانطلق حزينا لما راى من حزن رسول الله ﷺ فترك

طعامه وماكان يجتمع اليه ومسجدهٗ يصلّى فبينما
هوكذلك اذا نعس فاتاه اٰتٍ فى النوم الحديث
بطوله۔

انصار میں سے ایک آدمی کا گذر امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ کے پاس سے ہوا تو آپ کو غمگین پایا یہ آدمی بڑا کھانا کھلانے والا تھا اس کے ہاں بڑا مجمع رہا کرتا تھا مگر وہ یہاں سے جاکر سارے کاموں کو چھوڑ کر اپنی نماز کی جگہ میں علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے لگا، نماز پڑھتے پڑھتے اسے اونگھ آگئی تو خواب میں ایک آدمی نے آکر اذان کے یہ کلمات سکھا دیئے۔

اسی طرح ابو داؤد میں عبداللہ بن زید عن ابیہ سے نیند میں اذان کے القاء کا قصہ موجود ہے، اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خواب میں اذان کا طریقہ اور الفاظ القاء کئے گئے جس کو طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا ہے، جب حضرت عمر فاروقؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ بھی گھر سے فوراً حاضر خدمت نبوت کبریٰ ہوئے اور عرض کیا کہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا جس طرح زید نے دیکھا ہے، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا فللّٰه الحمد۔

سنن ترمذی اور صحیح ابن حبان میں بھی یہ واقعات صحیح موجود ہیں جن کو فقہ حنفی کی مشہور مستند کتاب "الجواهر المنيفه" جلد اول ص ۵۵ تا ۵۷ میں نقل کیا ہے۔

بلکہ جناب رسول کریم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر اوقات صبح کی نماز کے بعد حاضرین سے پوچھتے کہ کسی نے رات کو خواب دیکھا ہے؟ حضور

…ور ﷺ صحابہ کرامؓ کی خواب کی تعبیر بھی فرماتے تھے۔

جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے یہ خواب دربار پر انوار میں پیش کیا کہ میں ایک پودے کے سائے میں بیٹھا ہوا ہوں اور میرے پاس دوات اور کاغذ بھی ہے اور میں سورہ ص لکھ رہا ہوں' جب میں سجدہ والی آیت پر پہنچا تو دوات، کاغذ اور اس پودے نے بھی سجدہ کیا اور سجدہ میں یہ کہہ رہی ہیں یا اللہ! اس کی برکت سے گناہوں کا بوجھ اتار دے اور اس کا شکر محفوظ فرمالے اور اجر زیادہ فرما دے، اس کے بعد وہ اپنی اصلی حالت پر آگئیں۔ حضور انور ﷺ نے خواب سن کر فرمایا تو نے بہترین بات دیکھی اور بہتر ہو گی تیری نیند، اور تیری آنکھ نے بہتر نیند کی، یہ اس نبی علیہ السلام کی توبہ ہے جس کی تلاوت پر اس نے مغفرت کا انتظار کیا ہم بھی اس مغفرت کی امید رکھتے ہیں۔ (عمل الیوم واللیلہ ص ۲۴۷)

حضرت ابو خزیمہؓ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نبی رحیم ﷺ کی پیشانی مبارک پر سجدہ کر رہے ہیں، جب حضور انور ﷺ کی خدمت میں یہ خواب پیش کی تو آپ نے لیٹ کر فرمایا اپنی خواب کو سچا کر لے، تو ابو خزیمہؓ نے آپ کی نورانی پیشانی پر سجدہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ (مشکوۃ شریف کتاب الرؤیا)

آج بھی نبی کریم ﷺ سعادتمندوں کی راہ نمائی فرماتے ہیں، یہاں صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جسے سابق والی کابل امیر عبدالرحمٰن مرحوم نے اپنی خود نوشت سوانح حیات میں لکھا ہے۔

> "کہ مجھے ایک بادشاہ کے حضور پیش کیا گیا جس کے دائیں بائیں چار خوبصورت اور وجیہہ حضرات بیٹھے ہوئے ہیں، مجھ سے پہلے ایک شخص پیش ہوا جس نے یہ کہا کہ اگر مجھے بادشاہ بنایا گیا تو میں تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کو گرا کر مساجد بنا

دوں گا، اس پر اسے باہر نکال دیا گیا جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے بھی یہی سوال ہوا تو میں نے کہا میں انصاف کروں گا اور سارے بتوں کو توڑ دوں گا اور کلمہ طیبہ کو سر بلند کروں گا، میری درخواست کو منظور کر لیا گیا اور مجھے امیر افغانستان ہونے کا یقین ہو گیا، مجھے بتایا گیا کہ جس شہنشاہ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے وہ سید دوعالم ﷺ ہیں اور ان کے دائیں بائیں حاضر حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علیؓ ہیں چنانچہ امیر افغانستان عبدالرحمٰن مرحوم نے افغانستان پر ۱۸۸۰ء تا ۱۹۰۱ء حکومت کی۔

سید دوعالم ﷺ کی رحمت کا ایک واقعہ

قال عبدالواحد بن آدم الطواويسي رايت النبي ﷺ ومعهٗ جماعة من اصحابه فسلمت عليه فرد على السلام فقلت ما وقوفك يارسول الله ﷺ فقال انتظر محمد بن اسمعيل البخاری فلمّا كان بعدايام بلغنی موته فی الساعة التی رايت رسول الله ﷺ. (طبقات کبریٰ از سبکی، ج ۲، ص ۱۴)

عبدالواحد بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات (شب عید الفطر) سید دوعالم ﷺ کو صحابہ کے ساتھ کھڑا ہوا دیکھا تو دربار عالی میں سلام عرض کیا جس کا سید دوعالم ﷺ نے جواب دیا میں نے وہاں قیام فرمانے کی وجہ پوچھی تو ارشاد

فرمایا کہ میں محمد بن اسماعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں، چند دنوں کے بعد مجھے یہ اطلاع ملی کہ اسی وقت امام بخاریؒ کا وصال ہوا تھا جس وقت میں زیارت سے مشرف ہوا تھا۔

(ف) امام بخاری کی وفات سمرقند کے قریب خارتنگ نامی قصبہ میں ۲۵۶ھ کو عید الفطر کی رات کو ہوئی اور اسی قصبہ میں عید کے دن لاکھوں مسلمانوں نے آپ کی نماز جنازہ کی سعادت حاصل کی اور وہیں آپ کا مزار پر انوار ہے۔

احترام شیخ:۔ اور اس سلسلہ میں جس قدر زیادہ عشق و محبت اور عقیدت رہے گا اسی قدر زیادہ فیض حاصل کر سکے گا چنانچہ حضرت مدنی قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔

"حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے تین قسم کے تھے، بعضوں کا خیال تھا کہ خواجہ معمولی اولیا میں سے ہیں بعضوں کا خیال تھا کہ اعظم اولیا میں سے ہیں، بعضوں کا خیال تھا کہ اس زمانہ میں کوئی ان کا مثل نہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کو ان کے عقیدہ کے موافق فیض پہنچا اور اپنے آپ کو قسم ثالث میں فرماتے ہیں چنانچہ ان کو وہ فیض پہنچا جو ظاہر باہر ہے الغرض فنا فی الشیخ ہونا ضروری اور اقوی ذریعہ کامیابی ہے" (ص ۱۵۱)

اس لئے جب خوش بختی سے کوئی ایسا مرشد اور شیخ ہادی مل جائے تو اب مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ محبت، عقیدت اور اسکی اتباع اور پیروی کو اپنا سب سے بڑا مقصد سمجھنا چاہئے۔

(کتاب "نجات دارین" مصنف مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ ص ۹۱ سے اقتباس)

وجود مثالی اور وجود حقیقی

احادیث میں لفظ تمثل آیا ہے اس کی تشریح سمجھنی ضروری ہے اور ویسے بھی ایک اعتراض بظاہر وارد ہوتا ہے کہ جب ہم دیکھ رہے ہیں کہ جناب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں آرام فرماہیں تو یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ آپؐ مدینہ منورہ کے بغیر بھی کبھی کبھی دوسری جگہ جلوہ افروز ہوتے ہیں، اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ وجود مثالی کو سمجھا جائے۔

دنیا میں ہر چیز کے دو وجود ہیں ایک تو وہ جو ہم کو نظر آرہا ہے اور ایک وہ جو ہم کو نظر نہیں آتا حقیقی وجود وہی ہے جو ہم کو نظر نہیں آتا جو نظر آتا ہے وہ اس کا لباس ہے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ :۔

ٹھنڈا پانی دو حصوں پر مشتمل ہے ایک تو وہ حصہ جو ہمیں نظر آرہا ہے اور ایک وہ جو ہم کو نظر نہیں آرہا مگر پانی سے مقصود وہی حصہ ہے جو نظر نہیں آتا، ایک پیاسا آدمی پانی تو اس لئے پیتا ہے کہ اسے ٹھنڈک پہنچ کر پیاس بجھ جائے اگر وہ پانی گرم ہو تو پانی ہونے کے باوجود پیاسے آدمی کو فائدہ نہیں دے سکتا۔

تو در حقیقت پانی جس حقیقت کا نام ہے وہ حصہ ہے جو نظر نہیں آتا مگر اس کے خاص آلات سے اس کو علیحدہ سمجھا جا سکتا ہے یعنی اگر آپ پانی کو تولیں تو وہ مثلاً دو سیر نکلا یہ دو سیر وزن اس پانی کے ظاہری بدن کا ہے اس کے اندر کا وزن علیحدہ ہے یعنی آپ میٹر کے ساتھ اس کو اگر تولیں گے تو وہ جس ڈگری پر ہوگا یہ اس کے بدن حقیقی کا وزن ہوگا جو نظر نہیں آرہا مگر اس میں موجود ہے۔ اسی طرح

انسانوں کے وجود حقیقی تو وہ ہیں جو ان کے اعمال کے مناسب ہیں جو اہل اللہ کو اپنی اصلی صورت میں نظر آسکتے ہیں اور صاف باطن بزرگ ان سے فوائد حاصل کر سکتے ہیں، امام غزالیؒ نے اپنی کتاب المنقذ میں فرمایا :۔

وهم وارباب القلوب فی یقظتهم یشاهدون الملئکة وارواح الانبیاء ویسمعون منهم اصواتاً ویقتبسون منهم فوائد۔(مناوی، ج ۲ ص ۲۹۲)

یہ روحانی لوگ اپنے عالم بیداری میں فرشتوں اور انبیاء کرام کے ارواح کو دیکھتے ہیں اور ان کی آواز سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

یا یوں سمجھ لیجئے کہ وجود کی دو موٹی موٹی قسمیں ہیں ایک "وجود حسی" جو سب کو دیکھنے میں نظر آتا ہے اور دوسرا وجود مثالی جو سب کو تو نظر نہیں آتا مگر بعض کو آجاتا ہے، جیسا کہ فرشتوں کا وجود ہے، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے وجود مثالی کی تعریف میں فرمایا :۔

"کوئی ذات باوجود اپنی حالت وصحت کے کسی دوسری صورت میں ظہور کرے اس کو تمثل کہتے ہیں اور اس دوسری صورت کو مثالی صورت کہتے ہیں"(التکشف ص ۳۱۶)

(ف) امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے تفصیل سے بحث کرتے ہوئے وجود کی پانچ اقسام بیان فرمائی ہیں ان کے ہاں "وجود مثالی" ہی "وجود حسی" ہے جیسا کہ وہ بیان فرماتے ہیں :۔

اما الوجودالحسی فهویتمثل فی القوةالباهرةمن العین ممالاوجود لهٗ خارج العین فیکون موجوداً

فی الحس۔

وجود حسی وہ ہے جو آنکھوں میں تو آجاتا ہے مگر خارج میں اس کا وجود نہیں ہوتا۔ (فیصل التفرقہ ص ۱۸)

اور یہ وجود مثالی شرعاً معتبر ہے دین میں اس کا اعتبار ہے اور اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں ہے، قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کے ذکر میں ہے کہ :۔

حضرت جبریل امین ان کو ایک مرد کی صورت میں نظر آئے آپ سے انہوں نے جو کچھ فرمایا وہ درست نکلا، ارشاد قرآنی ہے :۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا۔

پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس فرشتے کو پھر بن آیا اس کے آگے آدمی پورا (فرشتہ کا انسانی وجود یہ مثالی تھا) (مریم، نمبر ۱۷)

اور اسلام کی تو ساری وحی جبریل امین مثالی صورت میں لائے صرف دوبار اپنی ملکوتی صورت میں تشریف لائے اور ایمان، اسلام، احسان کی تعریف کرتے ہوئے جبریل امین ایک اجنبی انسان کی صورت میں تشریف لائے نبی کریم ﷺ نے فرمایا :۔

هذا جبريل اتاكم يعلمكم دينكم (مشکوٰۃ شریف)

(ف) جبریل امین اور دوسرے ملائکہ کو جب کبھی وہ کسی صورت میں حاضر ہوئے جناب رسول اکرم ﷺ پہچان لیتے تھے اور کبھی کبھی وجود مثالی اس قدر مستحکم اور حقیقی بدن کے مشابہ ہوتا تھا کہ انبیاء کرام بعض اوقات ان کو پہچان نہ سکے جیسا کہ حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا واقعہ قرآن عزیز میں موجود ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں فرشتے حاضر ہوئے

تو آپ ان کو مہمان سمجھ کر کھانا لے آئے اور ان کے ہاتھ نہ بڑھانے پر تعجب کرتے ہوئے ان سے فرمایا اَلَا تَاکُلُوْنَ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو فرشتے ہیں، یہ واقعہ قرآن عزیز کی "سورۃ الذاریات میں اور دوسری بعض سورتوں میں موجود ہے۔

اسی طرح جب فرشتے قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس انسانی شکل میں پہنچے تو وہ ان کو نہ پہچان سکے، بدکردار قوم کی فاسقانہ حرکتوں پر بہت افسوس کرنے لگے آخر ان مہمانوں نے کہا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ (ہُود نمبر ۸۱) (ترجمہ) اے لوط ہم تو آپ کے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے آئے ہیں تاکہ اس بدکردار قوم کو تباہ کر دیں۔ تب آپ کو اطمینان حاصل ہوا۔

مگر سید دوعالم ﷺ کی یہ بھی خصوصیت عظمیٰ ہے کہ آپؐ فرشتوں کو پہچان لیتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو بھی بتا دیتے تھے کہ یہ فرشتے ہیں بلکہ سید دوعالم ﷺ کے روحانی انوار اور تجلیات کی برکت سے غزوہ بدر وغیرہ میں بھی فرشتوں کو دیکھا گیا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں "حدیث جبریل" کو پورا ذکر کر دیا جائے۔

(ف) دین اسلام کی ساری بنیاد جس ارشاد سید دوعالم ﷺ پر موقوف اور مبنی ہے وہ ارشاد عالی وجود مثالی پر موقوف ہے، یہ حدیث جس کو اصطلاح میں حدیث جبریل کہا جاتا ہے تبرکاً و استدلالاً درج کی جاتی ہے ۔۔

عن عمربن الخطابؓ قال بینما نحن عندرسول اللہ ﷺ اذطلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لایریٰ علیه اثرالسفر ولایعرفهٗ

منا احدحتّٰی جلس الی النبی ﷺ فاسند رکبتیہِ الی رکبتیہ ووضع کفیہ علٰی فخذیہ وقال یامحمّدُ اخبرنی عن الاسلام قال الاسلام ان تشهد ان لا الٰه الا اللّٰه وان محمّداًرسول اللّٰه وتقیم الصلوة وتوتی الزکوة وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیه سبیلا قال صدقت فعجبنا له یسأله ویصدقه قال فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن باللّٰه وملٰئکتهٖ وکتبه ورسلهٖ والیوم الاٰخر وتومن بالقدرخیرهٖ وشره قال صدقت قال فاخبرنی عن الاحسانِ قال ان تعبد اللّٰه کانك تراه فان لم تکن تراه فانهٗ یراك قال فاخبرنی عن الساعةقال ماالمسئول عنهاباعلم من السائل قال فاخبرنی عن اماراتهاقال ان تلد الامةربتها وان تری الحفاةالعراةالعالةرعاءالشاء یتطاولون فی البنیان قال ثم انطلق فلبثت ملیأثم قال لی یاعمراتدری من السائل قلت اللّٰه ورسولهٗ اعلم قال فانهٗ جبریل اتاکم یعلمکم دینکم۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم وبخاری)

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن سید دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک ایسا مرد نمودار ہوا جس کا لباس بہت زیادہ سفید اور بال بہت زیادہ سیاہ

تھے نہ تو وہ مسافر معلوم ہوتا تھا اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اس
کو پہچانتا تھا وہ سید دوعالم ﷺ کی خدمت میں باادب دوزانو ہو
کر بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا اے محمد ﷺ آپ مجھے بتائیں اسلام کیا
ہے ؟ حضور انور ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی
شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور
محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کر اور زکوٰۃ
ادا کر اور تو رمضان کے روزے رکھ اور تو طاقت ہونے پر
بیت اللہ کا حج کر اس نے کہا آپؐ نے سچ فرمایا تو ہم نے تعجب
کیا کہ پوچھتا بھی ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے اس نے پھر پوچھا
کہ آپؐ مجھے بتائیں ایمان کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور
اس کے رسولوں کو اور آخری دن (قیامت) کو مان اور تو ہر
اچھی بری تقدیر کو مان، اس نے کہا آپؐ نے سچ فرمایا پھر اس
نے پوچھا آپؐ مجھے بتائیں احسان کیا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا
احسان یہ ہے کہ تو اپنے رب کی عبادت اس یقین کے ساتھ
کر کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تو
تجھے دیکھ رہا ہے، اس نے کہا پھر آپؐ مجھے قیامت کے متعلق
بتائیں ؟ اس کے جواب میں حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ یہ
میں تجھ سے زیادہ نہیں جانتا، پھر اس نے کہا آپؐ مجھے اس کی
نشانیاں بتائیں، حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی نشانیاں یہ
ہیں کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے اور تو دیکھے کہ وہ لوگ جو پاؤں

اور بدن سے ننگے تھے نادار تھے بکریوں کے چرواہے تھے لمبی
لمبی عمارتیں بنانے لگ جائیں، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں پھر وہ
چلا گیا میں کافی دیر خاموش رہا حضور انور ﷺ نے مجھے فرمایا
اے عمر تو جانتا ہے یہ کون تھا؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا
رسول ﷺ ہی بہتر جانتا ہے اس پر حضور انور ﷺ نے فرمایا
یہ جبریل تھا جو تمہارے پاس آیا اور تم کو تمہارا دین سکھا گیا۔

اس واقعہ مبارکہ سے مندرجہ ذیل امور بہ صراحت ثابت ہو رہے ہیں :۔

(۱) جبریل امین ایک نووارد کی شکل میں تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ فرشتے انسانی شکل، لب و لہجہ، گفتار و رفتار، نشست و برخاست اللہ تعالیٰ کے حکم سے اختیار کر سکتے ہیں۔

(۲) انہوں نے بیٹھ کر چند سوالات کئے جن کے جوابات امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے دیئے۔

(۳) جبریل امین کو سب حاضرین مجلس نے دیکھا اور ان کی بات چیت کو سنا۔

(۴) سید دوعالم ﷺ نے فرمایا ھذا جبریل اتاکم یعلمکم دینکم یعنی یہ پردیسی معلوم ہونے والا فرشتوں کا سردار جبریل امین تھا اور اس لئے آیا تھا کہ تم کو تمہارا دین سکھا جائے، اس نے پوچھا اور میں نے جوابات دیئے۔

(۵) جبریل امین کا یہ وجود وجود اصلی نہیں تھا اس کو ملاحظہ تو سید دوعالم ﷺ نے صرف دو مرتبہ کیا تھا باقی جب بھی جبریل حاضر خدمت ہوئے وجود مثالی میں یا وجود روحانی میں حاضر ہوئے کبھی دوسرں کو کچھ نظر نہیں آیا مگر امام الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ جبریل حاضر ہے۔

اسی طرح وجود مثالی کا متعدد مکانات میں ایک وقت ظہور کر دینا یہ بھی جائز اور ممکن ہے جیسا کہ ایک انسان کے ارد گرد مثلاً دس آئینے رکھ دیئے جائیں تو وہ بیک وقت دس آئینوں میں نظر آئے گا، اور آج کی جدید ترقیات نے تو اس کو ممکن نہیں بلکہ امر واقع بنادیا ہے، سید دوعالم ﷺ کے کئی ارشادات میں وجود مثالی اور اس کے تعدد کا ذکر ہے صرف ایک ارشاد عالی نقل کیا جاتا ہے :۔

عن قرة المزني ان رجلا كان ياتي النبي ﷺ ومعهٗ ابن لهٗ فقال له النبي ﷺ اتحبه فقال يارسول الله ﷺ احبك الله كما احبه ففقده النبي ﷺ فقال مافعل ابن فلان قالوا يا رسول اللهؐ مات فقال رسول الله ﷺ اماتحبّ ان لا تاتي باباً من ابواب الجنة الاوجدته ينتظرك فقال رجل يارسول الله ﷺ له خاصة ام لكلّنا قال بل لكلكم.

(مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد باب البکاء علی المیت فصل ثالث)

قرۃ مزنیؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی سید دوعالم ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک چھوٹے بچے کے ساتھ حاضر ہوا کرتا تھا حضور انور ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تجھے اس کے ساتھ محبت ہے ؟ تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جس طرح اس کے ساتھ محبت ہے اسی طرح آپ کو بھی اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنائے کچھ دن وہ بچہ سید دوعالم ﷺ نے نہ دیکھا تو آپؐ نے پوچھا کہ وہ بچہ کیوں نہیں آتا اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ تو فوت ہو چکا ہے (اور اس کا باپ بڑا غمزدہ

ہے) تو سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ جنت کے جس دروازے سے تو آئے تو اس بچے کو اپنے استقبال کیلئے انتظار کرنے والا پائے، یہ بشارت سن کر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ بشارت صرف اسی کے لئے ہے یا سب امت کے لئے ہے؟ فرمایا نہیں تم سب کے لئے ہے۔

(تشریح) یہ حدیث صحیح ہے اس کو امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، اس روایت میں مندرجہ ذیل امور واضح ہیں :۔

(۱) مسلمان کی نابالغ اولاد اس کی شفاعت کرے گی۔ (جیسا کہ دوسری روایات میں بھی ہے)

(۲) اس بچے کے استقبال کی شہادت سید دوعالم ﷺ نے دی۔

(۳) وہ بچہ جنت کے ہر دروازہ پر اپنے باپ کا استقبال کرے گا جنت کے آٹھ دروازے ہیں جیسا کہ سید دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ اَبْوَابُ (مشکوۃ کتاب الصوم) تو بیک وقت نابالغ اولاد اپنے والدین کا انتظار جنت کے آٹھوں دروازوں میں کرے گی، یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ وجود مثالی متعدد ہو سکتے ہیں اور ان کا وہی حکم ہے جو وجود حقیقی کا ہے۔

(۴) قیامت کے دن اسی دنیاوی بدن کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

شارح مشکوۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :۔

وفیہ اشارۃالی خرق العادۃمن تعددالاجسادالمکتسبہ حیث ان الولدموجودفی کل باب من ابواب الجنۃ.(مرقاۃ ج ۴ ص ۱۰۹)

(ف) وجود صرف اس ظاہری ڈھانچے کا نام نہیں بلکہ وہ مخلوق بھی موجود ہے

جو ہم کو تو نظر نہیں آتی مگر اللہ تعالیٰ کے ان احکام کی تعمیل کرتی رہتی ہے جن کا تعلق انسان کے ساتھ ہے اور یہ احکام اسی نظر نہ آنے والی مخلوق (فرشتوں) کے ذریعہ سے انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک بلکہ موت کے بعد برزخ اور قیامت تک بھی نافذ ہوتے رہیں گے جیسا کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا

عن ابن مسعودؓ قال حدثنا رسول اللہ ﷺ وھو الصادق المصدوق ان خلق احدکم یجمع فی بطن اُمّہٖ اربعین یوماً نطفةً ثمّ یکون علقةً مثل ذلك ثمّ یکون مضغةً مثل ذلك ثمّ یبعث اللہ الیہ ملکا باربع کلماتٍ فیکتب عملہ واجلہ ورزقہ وشقی او سعیدثمّ ینفخ فیہ الروح ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ ہم سے سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا (اور حضور انور ﷺ نے جو بھی فرمایا وہ سچ ہی فرمایا اور آپ کے ہر ارشاد کو سچا ہی مانا گیا ہے) کہ تم میں سے ہر ایک کی تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تو پانی کی بوند کی شکل میں رہتی ہے پھر اسی طرح چالیس دن وہ جمے ہوئے خون کی طرح رہتا ہے پھر چالیس دن گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے کہ وہ جا کر چار باتیں لکھ دے پس وہ فرشتہ اس کا عمل اس کی روزی لکھتا ہے اور یہ بھی کہ یہ سعادت مند ہوگا یا بدبخت، اس کے بعد اس میں روح پھونکا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

(ف) اس ارشاد کو روایت کرنے سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے ایمان اور یقین کا اظہار فرمایا کہ بظاہر یہ بات سمجھ میں نہ آسکتی ہو کہ فرشتہ کس طرح تین[1] پردوں میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں کس طرح لکھتا ہے مگر جس ذات عالی نے یہ فرمایا ہے وہ سچ فرمانے والی ہے، ان کے بارے میں تو دشمنوں نے بھی یہ شہادت دی ہے کہ انہوں[2] نے کبھی جھوٹ نہیں کہا، تو اگر انسانوں کو یہ سارا منظر نظر نہیں آتا تو کیا اس پر ایمان نہ لایا جائے گا بلکہ ایمان لانا ضروری ہے ورنہ اسلام نہ ہوگا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

بلکہ جیسا کہ ہر انسان موت کے وقت فرشتوں کو دیکھتا ہے نیک انسانوں کے ساتھ فرشتے کلام کرتے ہیں بشارت دیتے ہیں اور بروں کو درشت کلمات کہتے ہیں، ان کو مارتے ہیں، قرآن عزیز نے فرمایا:۔

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَاكُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ۔ (النحل، نمبر ۲۸)

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (النحل، نمبر ۳۲)

فرشتوں کو دیکھ کر سرکشوں کی اطاعت کا اظہار اور مطیع لوگوں کا سلام سے مشرف ہونا ثابت ہو رہا ہے اس عالم فرنی سے رخصت پر ان کو فرشتے نظر آجاتے ہیں مگر دوسرے انسانوں کو نظر نہیں آتے۔

(ف) ان کا تعلق قیامت سے نہیں بلکہ موت کے وقت سے ہے جیسا کہ شارح مشکوٰۃ مولانا محمد ادریس دیوبندی نے فرمایا ہے کہ:۔

---

[1] قرآن عزیز میں ارشاد فرمایا فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ۔ (الزمر، نمبر ۶)

[2] ابوسفیان نے اسلام لانے سے پہلے ہرقل کے سامنے یہ بات بیان کی ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے ہمیشہ سچ ہی فرمایا ہے۔

(۱) میں نے اپنے شیخ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک قریب المرگ انسان نے کہا وعلیکم السلام یہاں بیٹھئے اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

(۲) حضرت عمر بن عبدالعزیز کا جس روز وصال ہو رہا تھا فرمایا کہ آج مجھے ایسی مخلوق نظر آرہی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن اس کے بعد فوت ہو گئے۔

(۳) محمد بن واسع نے موت کے وقت فرمایا اے میرے رب کے فرشتو خوش آمدید اس کے بعد انتقال فرمایا۔

(۴) بلکہ حضرت عمران بن حصینؓ کے پاس فرشتے زندگی میں بھی مثالی بدن کے ساتھ آیا کرتے تھے۔

(۵) حضرت اسید بن حضیر کے متعلق بخاری اور مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ :۔

"وہ ایک رات کو سورۃ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور آپ کے پاس آپ کا بیٹا یحییٰ بھی تھا جبکہ آپ کا گھوڑا بھی قریب ہی بندھا ہوا تھا، جب آپ کی تلاوت کے درمیان آپ کا گھوڑا تین دفعہ بدکا تو آپ نے اپنے بیٹے کو پیچھے کر کے جب آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ آپ کے سر پر ایک سائبان تنا ہوا ہے اور اس میں چراغ سے روشن ہیں، جب صبح یہ سارا عجیب واقعہ دربار سید دو عالم ﷺ میں ذکر کیا تو حضور انور ﷺ نے فرمایا

اتدری ماذاك (ترجمہ) کیا تجھے پتہ ہے وہ چیز کیا تھی ؟

قال لا...... آپ نے عرض کیا نہیں سید دو عالم ﷺ میں نہیں جانتا

اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا :۔

تِلْكَ الْمَلٰئِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْقَرَاءْ تَ لَاَصْبَحَتَ يَنْظُرُ النَّاسُ اِلَيْهَالَاتَتَوَارٰى مِنْهُمْ۔(مشکوٰۃ)

یہ تو فرشتے تھے جو تیری آواز کو سن کر قریب ہو گئے تھے اگر تو صبح تک پڑھتا رہتا تو یہ نہ چھپتے اور سب لوگ ان کو دیکھ لیتے۔

(سوال) یہ تو فرشتے کا حال ہے انسان کا وجود مثالی میں ہونا ثابت کیجئے۔

(جواب) وجود مثالی سب کے لئے ثابت ہے آنحضرت ﷺ نے کئی انسانوں کو بھی وجود مثالی میں دیکھا ہے جیسا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے متعلق جبکہ وہ گھر میں سو رہے تھے آپؐ نے فرمایا :۔

(۱) رَاَيْتُ عَبدَ الرَّحمن بن عوف دَخَلَ الجَنَّة حَبْوًا۔

میں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا کہ وہ جھک کر جنت میں داخل ہوا۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ بات آپؐ نے خواب میں دیکھی ہے بلکہ یہ واقعہ جاگتے ہوئے آپؐ نے اپنی آنکھ مبارک سے دیکھا۔

(جواہر الغوالی ص ۱۳۴)

سید دوعالم ﷺ نے فرمایا :۔

(۲) اُرِيْتُ الجنة فرايت امراةابى طلحة۔

مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے اس میں ابو طلحہ کی بیوی کو دیکھا۔

ابو طلحہؓ کی بیوی ام سلیم کے نام سے مشہور تھیں ان کا نکاح اسلام لانے سے پہلے مالک بن نضر سے ہوا جس سے حضرت انسؓ پیدا ہوئے مالک کفر میں مارا گیا اور یہ مشرف بہ اسلام ہو گئیں ابو طلحہؓ نے آپ سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے انکار کر دیا ابو طلحہؓ کے اسلام لانے پر پھر آپ نے فرمایا کہ میں اب تجھ سے نکاح کر لیتی ہوں اور تجھ سے اسلام کی وجہ سے کوئی حق مہر نہیں لیتی چنانچہ آپ

کے ساتھ نکاح ہو گیا آپ کی وفات ۱۱ھج کو ہوئی ام سلیم سے بہت سے لوگوں نے روایت کیا ہے۔(مرقاۃ ج ۱۱ص ۴۱۱)

(۳) حضور انور ﷺ نے حارثہ بن نعمانؓ کی جنت میں قرآن حکیم کی قرات کو سنا

عن عائشةؓ قالت قال رسول اللهﷺ دخلت الجنة فسمعت فيها قرأةً فقلت من هذا قالوا حارثه بن النعمان كذلك البركذلكم البر وكان ابرالناس بامه.(مشکوۃ باب البر ویصلہ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے قرآن پڑھنے کی آواز سنی میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا حارثہ بن نعمان ہے تم کو ایسی ہی نیکی کرنی چاہیے تم کو ایسی ہی نیکی کرنی چاہیے اور یہ حارثہ اپنی ماں کے بہت زیادہ خدمت گذار تھے۔

سید دوعالم ﷺ نے حضرت حارثہ کو نہ صرف جنت میں دیکھا بلکہ ان کی قرات کو بھی سنا اور پھر صحابہؓ سے یہ مشاہدہ بیان فرما کر اس انعام کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ حارثہ اپنی ماں کے بہت فرمانبردار تھے۔

(ف) حارثہ سید دوعالم ﷺ کے صحابی ہیں سب غزوات میں شریک ہوئے یہ وہ خوش بخت ہیں، جنہوں نے جبریل امین کو حضور کے ساتھ انسانی شکل میں بیٹھا ہوا دیکھا اور ان کو سلام کہا سید دوعالم ﷺ نے حارثہ کو فرمایا کہ جبریل نے بھی تیرے سلام کا جواب کہا ہے (مرقاۃ)

(۴) حضرت بلالؓ کو جناب رسول کریم ﷺ نے کئی مرتبہ جنت میں دیکھا اور ان کی جوتیوں کی آواز بھی سنی جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے :۔

عن بریدۃ قال اصبح رسول اللہ ﷺ فدعا بلالاً فقال بما سبقتنی الی الجنۃ ما دخلت الجنۃ الا سمعت خشخشتك امامی قال یا رسول اللہ ﷺ ما اذنت قط الاصلیت رکعتین وما اصابنی حدث قط الاتوضات عندہ ورایت ان لِلّٰہِ عَلَیَّ رَکْعَتَیْنِ فقال رسول اللہ ﷺ بھما۔(مشکوٰۃ باب التطوع)

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کے وقت حضرت بلالؓ کو بلا کر پوچھا کہ تو کون سے عمل کی بدولت جنت میں مجھ سے پہلے جا پہنچا، اس لئے کہ جب کبھی جنت میں داخل ہوتا ہوں تو تیری جوتیوں کی آواز سنتا ہوں حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ حضرت جب کبھی اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نفل پڑھتا ہوں اور جب کبھی نیا وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز نفل پڑھنا لازمی سمجھتا ہوں آپؐ نے فرمایا تو یہ بات ان دونوں کی وجہ سے ہے۔

اب یہ بات کہ بدن ایک جگہ ہو تو دوسری جگہ وجود مثالی کس طرح ظاہر ہو سکتا ہے سمجھ میں آچکی ہوگی اس لئے آنحضرت ﷺ کا دوسرے مقامات پر نظر آسکنا درست ہے جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے کہ "والجواب انہ ممکن"(فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴)

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا روح مبارک کبھی وجود مثالی کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا ہے اور کبھی بیداری میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے فرمایا ہے کہ صوفیاء کا قول ہے کہ دونوں

طرح زیارت ہوتی ہے بعض لوگوں کو بعینہ ذات اقدس کی زیارت ہوتی ہے۔
(خصائل ص ۲۶۰)

کیونکہ آنحضرت ﷺ کا خاصہ ہے کہ آپؐ اپنے روح کو اپنے بدن مبارک میں ظاہر فرما سکتے ہیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے مشاہدات میں بیان فرمایا ہے۔ (فیوض الحرمین از شاہ صاحبؒ ص ۳۲)

(ف) قیوم دوراں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اس مسئلہ پر اپنے علمی اور روحانی انداز میں مندرجہ ذیل ارشاد فرمایا ہے :۔

باید دانست ممکن کہ در مقامات قرب الٰہی جل سلطانہ پا از دائرہ امکان بیرون مے نہد ازل وابد را متحد می یابد حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام وتحیۃ در شب معراج در مقامات عروج یونسؑ را در بطن ماہی یافت وطوفان حضرت نوحؑ موجود بود باید فہمید کہ ایں حالت مر جسد پیغمبر و روح ایشاں راشدہ بود۔ (مبداء ومعاد، ص ۴۱)

یہ جاننا چاہئے کہ ممکن جبکہ باری تعالیٰ کا مقرب بن کر دائرہ امکان سے قدم باہر رکھتا ہے تو وہ ماضی اور مستقبل کو برابر پاتا ہے، آنحضرت ﷺ نے شب معراج یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں دیکھا اور طوفان نوح علیہ السلام کو بھی اسی طرح بپا دیکھا یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حالت آپؐ کی جسمانی تھی اور روحانی بھی یعنی اسی جسم اطہر اور انہی مبارک آنکھوں سے یہ سب کچھ ملاحظہ فرمایا تھا۔

خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا فیصلہ

استاذ العلماء حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا :۔

وقدتکون روحه المبارکة بنفسهامع البدن المثالی ثم قد تکون یقظةً ایضاً کما انها قد تکون مناماً ویمکن عندی رؤیة ﷺ یقظة لمن رزقه الله سبحانه کما نقل عن السیوطی انهٗ رای رسول الله ﷺ اثنین وعشرین مرة وساله عن احادیث ثم صحهابعدتصحیحه ﷺوالشعرانی ایضاً کتب انهٗ رای ﷺوقراء علیه البخاری فی ثمانیة رفقة معهٗ ثم سماهم وکان واحد منهم حنفیاً وکتب الدعاء الّذی قراه عند ختمه فالرویته یقظة متحققةٌ وانکارها جهل ثم عند مسلم فی لفظ آخر فیسرانی فی الیقظة۔(فیض الباری، ج ۱، ص ۲۰۴)

اور آنحضرت ﷺ کا روح مبارک اپنے مثالی بدن کے ساتھ رونما ہوا کرتا ہے اور یہ زیارت کبھی بیداری میں بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ نیند میں ہوتی ہے اور میرے نزدیک آپؐ کا بیداری میں دیکھنا ہو سکتا ہے جس کے نصیب میں اللہ کریم کر دے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطیؒ کے متعلق پایا جاتا ہے

کہ آپ نے ۲۲ دفعہ حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور آپؐ سے چند احادیث کے بارے میں پوچھا اور پھر ان کی تصحیح بھی فرمائی، اسی طرح امام عبدالوہاب شعرانی نے بھی لکھا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی زیارت کی اور آپؐ کے سامنے بخاری شریف پڑھی آپؐ کے ساتھ آٹھ ساتھی بھی تھے جن کے نام تک امام شعرانی نے بتائے ہیں ان آٹھ دوستوں میں سے ایک حنفی بھی تھا امام شعرانی نے وہ دعا بھی تحریر فرمائی جو بخاری کے ختم پر تھی پس آپ کا جاگتے ہوئے دیکھ لینا ثابت ہے اس کا انکار کرنا نادانی ہے، صحیح مسلم میں ایک روایت میں تصریح موجود ہے کہ مجھ کو بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔

(ف) خود سید دو عالم ﷺ نے خواب میں بعض روایات کی تصدیق فرمائی ہے جیسا کہ مشکوٰۃ باب مایقول عندالصباح والمساء والمنام میں ابو عیاش سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی صبح و شام مندرجہ ذیل دعا پڑھے گا اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا اور دس برائیاں ختم ہو جائیں گی اور دس درجے بلند ہوں گے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ رہے گا، ایک مرد کو حضور انور ﷺ کی زیارت ہوئی تو آپ نے اس روایت کی تصدیق فرما دی

(مشکوٰۃ بحوالہ ابو داؤد و ابن ماجہ)

حکیم الامت حضرت شاہ اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا:۔

بعض صوفیاء کے کلام میں بعض عبارتیں بہ عنوان حدیث پائی جاتی ہیں جن پر اکثر اہل ظاہر ان حضرات کو وضاع حدیث سمجھتے ہیں مگر حاشا و کلا جو ایسے

کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہوں بلکہ توجیہ اسکی یا تو یہ ہے کہ کشف المنام میں انہوں نے حضور پر نور علیہ سے کچھ ارشادات سنے ہوں اس لیئے ان کو حضور کی طرف منسوب کردیا خود محدثین نے حدیث منامیہ کو لفظ حدیث سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ امام صنعانی نے شارق میں یہ حدیث ازاو ضع العشاء (الحدیث) منام کے طریق سے نقل کی ہے۔

(التکشف مطبوعہ در حیات حضرت تھانویؒ ص، ۴۴۶)

مقام عبدیت

سید الاولیا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے متعلق ہے کہ آپ نے فرمایا قدمی هذه علی رقاب اولیاء اللہ (ترجمہ) میرا یہ قدم تمام ولیوں کی گردن پر ہے آپ کا یہ ارشاد دونوں ہی صورتوں میں ہو سکتا ہے یا تو تحدیث بالنعمۃ اور یا عالم سکر جس کو صوفیائے کرام نے عروج کے ساتھ بھی تعبیر فرمایا ہے چنانچہ شیخ شہاب الدین سہروردی اور خواجہ یوسف ہمدانی وغیرہما کئی آپ کے خلفاء فرماتے ہیں کہ ہم محفل میں حاضر تھے کہ آپ کے دل پر تجلی حقانی کے انوار کا نزول ہوا آپ نے بادۂ محبت خداوندی میں سرمست ہو کر فرمایا، قدمی هذه علی رقبه ولی اللہ (خزینہ الاصفیا فارسی، ص ۹۸) ورنہ سید الاولیاء شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز مقام عبدیت میں اس قدر محو تھے کہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کی پندرہ سال تک یہ معمول رہا کہ بعد عشاء پورا کلام مجید ختم فرماتے تھے۔ (کتاب "نجاتِ دارین" ص ۸۱، ۸۲ سے اقتباس)

دُرِ ثمین یعنی حضرت شاہ ولی اللہؒ

کی خوابی چہل حدیث

(نوٹ) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تعلیم و تعلم کا ایک ذریعہ خواب کو بھی قرار دیا ہے جس پر اپنی مشہور کتاب "الفوز الکبیر" میں مدلل بحث فرمائی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے آنحضرت ﷺ سے بالمشافہ اور عالم خواب میں احادیث سنیں بعض کی اصلاح فرمائی جن کو رسالہ کی صورت میں مرتب فرمایا اور اس کا نام در ثمین رکھا یہ اصل رسالہ ۱۳۰۸ھ کو حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی کے نواسے مولوی ظہیر الدین عرف سید احمد نے مدرسہ عزیزیہ سے شائع کیا تھا آج بھی کتب خانوں میں یہ رسالہ موجود ہے، اس میں تین قسم کی سندیں ہیں:۔

(۱) جن میں شاہ صاحب اور حضور انور ﷺ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

(۲) جن میں ایک واسطہ ہے۔

(۳) جن میں ایک واسطہ سے زیادہ واسطے ہیں۔

اس رسالہ کا ترجمہ اردو زبان میں مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری نے کیا تبرکاً ایک حدیث کو درج کیا جاتا ہے:۔

"شاہ صاحب بالسند شیخ محمد بن الرحمٰن شارح مختصر الخلیل کا قصہ بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم شیخ عارف باللہ تعالیٰ عبدالمعطی تونسی کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے

لئے چلے جب روضہ شریف کے قریب پہنچے تو شیخ عبد المعطی کو دیکھا کہ چند قدم چلتے پھر کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ حضور انور ﷺ کے روضہ انور کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کچھ ایسا کلام کیا جس کو ہم نہ سمجھے جب ہم واپس ہوئے تو ان سے دریافت کیا کہ آپ بار بار کیوں کھڑے ہوتے تھے ؟

جواب میں فرمایا کہ حضور انور ﷺ سے حاضری کی اجازت چاہتا تھا جب آپؐ فرماتے تھے تو میں کچھ آگے بڑھ کر رک جاتا تھا یہاں تک کہ آپؐ کے پاس پہنچ گیا، میں نے عرض کیا کہ حضورؐ امام بخاری جو کچھ اپنی صحیح (بخاری میں) آپ سے روایت کرتے ہیں کیا وہ سب صحیح ہے ؟ آپؐ نے فرمایا صحیح ہے، میں نے عرض کیا صحیح بخاری کو آپؐ سے روایت کروں آپؐ نے فرمایا مجھ سے روایت کرو۔"

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ شیخ عبد المعطیؒ نے شیخ محمد بن خطاب کو روایت بخاری کی اجازت دی اور اسی طرح ہر استاد نے اپنے شاگرد کو اجازت دی سید احمد بن عبد القادر نے شیخ نخلی کو اسی سند سے روایت کرنے کی اجازت دی سید احمد بن عبد القادر نے شیخ ابو طاہر کو اجازت دی اور انہوں نے مجھے اجازت دی (اس کے بعد شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ) میں نے اس حدیث شریف کو شیخ عبد الحقؒ صاحب دہلوی کے ہاتھ سے لکھا ہوا دیکھا ہے اس میں صحیح بخاری کے ساتھ صحیح مسلم کا بھی ذکر ہے یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں کی

اجازت رسول کریم ﷺ سے حاصل کی"۔

(ف) [1] یہ کتاب در ثمین اور فیوض الحرمین اکابر دیوبند کے ہاں معتبر اور مستند ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے ان کے حوالہ جات کو نقل فرمایا ہے
(حاشیہ کوکب دُرّی جلد دوم ص ۲۱۱)

(ف) [2] حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ نہ صرف برصغیر کے محسن عظیم ہیں بلکہ آپ کی علمی اور روحانی برکات کا دائرہ تمام ممالک اسلامیہ تک وسیع ہے، آپ نے سب سے پہلے قرآن حکیم کا فارسی زبان میں ترجمہ فرمایا، موطا امام مالکؒ کی دو شرحیں لکھیں اور "حجۃ اللہ البالغہ" جیسی پر از حکمت اسلامیہ کتاب تحریر فرمائی۔

مقام رشد و ہدایت

مقام رشد و ہدایت صرف مرد کے لئے ہے کیونکہ یہ روح نبوت کی خلافت ہے اور نبوت کسی عورت کو نہیں ملی عورت نیک بخت سعادت مند ہو سکتی ہے متقیہ صالحہ ہو سکتی ہے مگر کسی کو بیعت نہیں کر سکتی قطب الارشاد گنگوہیؒ نے فرمایا: "عورت بیعت نہیں لے سکتی اور متقدمین میں سے کسی نے عورت کو بیعت لینے کی اجازت نہیں، اگر کوئی شخص عورت کو خلافت بیعت دے خطی ہے اور یہ جائز ہے کہ عورت کسی کو کچھ وظیفہ، ذکر اذکار بتادیوے مگر مرید کرنا درست نہیں۔ (مکاتیب ص ۹۱)("نجات دارین" ص ۱۰۳ سے اقتباس)

حجۃ اللہ فی الارض الامام الشاہ ولی اللہ دہلویؒ

کے مشاہدات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جن کے متعلق حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلویؒ کا تاثر بالفاظ قطب عالم حضرت مدنی قدس سرہ العزیز یہ ہے کہ :۔

"مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی سیر مثل کف دست کرائی میں نے اپنے زمانے میں شاہ ولی اللہ جیسا کوئی نہیں دیکھا"۔

(الفرقان ولی اللہ نمبر)

یہی حضرت ولی اللہ فرماتے ہیں مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے یہ نعمت بھی عطا فرمائی کہ مجھے توفیق دی حج بیت اللہ اور زیارت رسول اللہ ﷺ کی ۱۱۴۳ھ میں اور اس سے بڑی نعمت ملی کہ میرا حج مشاہدہ کے ساتھ ہوا اور معرفت کے ساتھ۔" (مقدمہ فیوض الحرمین)"

اس کی تفصیل اپنے مشاہدہ نہم میں فرماتے ہیں :۔

"اور میں نے دیکھا آنحضرت ﷺ کو اکثر امور میں اسی صورت میں جس میں آپؐ تھے بار بار باوجودیکہ میری کمال آرزو تھی کہ روحانیت میں دیکھوں جسمانیت میں نہ دیکھوں آنحضرت ﷺ کو مجھ کو دریافت ہوا کہ آپؐ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم میں کرنا اور یہی بات جو فرمایا آپؐ نے کہ انبیاء کرام نہیں مرتے اور نماز پڑھا کرتے ہیں اپنی قبور میں

اور وہ زندہ ہیں اور جو جو فرمایا ہے اور جب میں نے آپؐ پر درود پڑھا تب ہی مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظاہر ہوئے اور یہ اس واسطے کہ آپؐ رحمتہ للعالمین ہیں"

(فیوض الحرمین)

یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ اپنے تمام علوم کو دربار سید دوعالم ﷺ کا ترتیب یافتہ تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا:۔

"مجھ کو سالک بنایا خود رسول اللہ ﷺ نے اور آپؐ نے تربیت فرمائی پس میں اویسی ہوں اور شاگرد ہوں حضرت ﷺ کا بلا کسی واسطہ کے" (مشاہدہ نمبر ۱۷)

(ف) "فیوض الحرمین" اکابر علمائے دیوبند کے ہاں مستند اور معتبر کتاب ہے، جیسا کہ قطب الارشاد والتکوین حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے حج بیت اللہ سے پہلے زیارت مدینہ منورہ کرنے کا مشورہ دیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "فیوض الحرمین" کا مطالعہ بھی کر ڈالئے۔ (مکاتیب ج ا ص ۱۲۹)

(سوال) اگر یہ مان لیا جائے کہ جناب رسول کریم ﷺ کی زیارت خواب اور بیداری میں ہو سکتی ہے تو اس سے بہت سے مفاسد کا دروازہ کھلنے کا امکان ہے، مثلاً کوئی فاسق فاجر یہ کہہ دے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے فرمایا ہے کہ تم نماز نہ پڑھو تو اب اس کا کیا جواب ہو گا؟

(جواب) جناب رسول اکرم ﷺ خداوند کریم کے مقرب خاص ہیں وہ تو نیند میں بھی نہ کوئی غیر موزوں فعل فرما سکتے اور نہ اس کا حکم فرماتے ہیں، صحیح احادیث میں ہے کہ آپؐ نے خواب میں دو بھائیوں کو دیکھا ان میں سے چھوٹے کو مسواک دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو ان کو فرمایا گیا کبر یعنی بڑے بھائی کو مسواک دے۔

یہ حدیث بخاری میں موجود ہے چہ جائیکہ وہ خود کسی کو غیر مشروع بات یا کام کا حکم ارشاد فرمادیں اس لئے ایسے آدمی کی بات کو تسلیم نہ کیا جائے گا بلکہ یہ اس کی سمجھ اور یادداشت کا قصور ہو گا۔

جیسا کہ محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے مندرجہ ذیل حکایت نقل فرمائی ہے۔

"شیخ علی متقی صاحبِ "کنز العمال" (م ۹۷۵ھ) کے زمانہ میں ایک آدمی نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ اس سے فرما رہے ہیں اشرب الخمر (شراب پیا کر) یہ خواب اس نے علی متقی کے سامنے پیش کر دیا، حضرت شیخ نے جواب میں فرمایا کہ آپ ﷺ نے دراصل یوں فرمایا ہے "لاتشرب الخمر" (شراب نہ پیا کر) مگر تجھے یہ خواب نیند کی وجہ سے یاد نہ رہا جیسا کہ دن میں بھی انسان بھول جاتا ہے، کیا تو شراب پیتا ہے؟ اس نے کہا ہاں میں شراب پیتا ہوں، تو شیخ نے فرمایا کہ تجھے رسول اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے" (فیض الباری جلد ا ص ۲۰۴)

نیز شرعی احکام کے لئے تو جناب رسول اکرم ﷺ کے ارشادات کا مجموعہ ہے اس لئے انہی پر عمل کیا جائے اور انہی کے مطابق تعبیر کی جائے گی۔

(سوال) آنحضرت ﷺ کا حلیہ مبارک مخصوص طور پر کسی کو پورا یاد نہیں رہتا اس لئے جب آپؐ کی زیارت کسی دوسری صورت میں ہو تو اس کو کس طرح سمجھا جائے گا کہ یہ آپ ﷺ ہی ہیں۔

(جواب) آنحضرت ﷺ مختلف اور متعدد صورتوں میں رونق افروز ہوتے ہیں

جب آپؐ نے فرمایا کہ میں "محمد" ﷺ ہوں یا دوسرے قرائن سے اس کا علم ہو گیا تو بس وہ آپ ہی ہیں

گیارہویں صدی ہجری کے محدث و شارح حدیث ملا علی قاری قدس سرہ العزیز نے فرمایا :۔

"صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زیارت کسی حالت میں بھی باطل اور غلط نہیں ہو سکتی اگرچہ آپؐ اپنی اصلی شکل انور کے بغیر کسی دوسری صورت میں نظر آویں اس لئے یہ شکل بھی منجانب اللہ بنائی جاتی ہے" (جمع الوسائل جلد نمبر ۲ ص ۲۹۸)

اور وہ انسان خوش نصیب ہے جس کی شکل میں حضور انور ﷺ ظہور فرماویں اس لئے کہ اس انسان کو بھی مٹی نہ کھا سکے گی۔

چنانچہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے فرمایا ہے کہ :۔

"ان کے والد ماجد ان کے جد امجد کے ۲۱ برس بعد فوت ہوئے، دفن کے بعد کچھ ایسا واقعہ ہوا کہ ان کے دادا صاحب ظاہر ہو گئے سب نے دیکھا کہ آپ کا جسم اسی طرح صحیح سلامت ہے امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں سنا کہ ایک آدمی فرما رہے ہیں کہ جو آدمی رسول اکرم ﷺ کی زیارت چاہتا ہو وہ آپؐ کی زیارت مدرسہ سیوفیہ میں شیخ نورالدین شوقی کے ہاں کر سکتا ہے، چنانچہ میں وہاں گیا تو میں نے مدرسہ کے پہلے دروازے پر حضرت ابو ہریرہؓ کو اور دوسرے پر حضرت مقدادؓ کو اور تیسرے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کھڑا پایا، میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ

سے پوچھا کہ جناب رسول کریم ﷺ کہاں ہیں؟ تو آپؒ نے فرمایا کہ آپؐ اس کمرہ میں تخت پر جلوہ افروز ہیں، میں نے جو جاکر دیکھا تو اس جگہ شیخ نورالدین کو بیٹھے ہوئے پایا ان سے میں نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کہاں ہیں تو وہ ہنس پڑے میں جناب رسول کریمؐ کو تلاش کرتا رہا تو جناب رسول کریم ﷺ کا چہرہ انور مجھ کو شیخ نورالدین میں ظاہر ہوا، پیشانی سے لے کر پاؤں کی انگلی تک نور ہی نور بن گیا اور شیخ کا اپنا چہرہ چھپ گیا میں نے آپؐ پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا۔ جب صبح نیند سے بیدار ہوا تو یہ خواب نورالدین شوقی کے سامنے بیان کیا آپ نے بے حد مسرت کا اظہار کیا اور یہ فرمایا کہ اگر آپ کی یہ خواب درست ہے تو میرا بدن میری موت کے بعد بھی نہ گلے گا، چنانچہ شیخ کی وفات کے ۳۱ برس بعد ان کی لاش کو دیکھا گیا تو اسی طرح صحیح و سلامت تھی"

(الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۱۳۶)

یہ عقیدہ واقعات کی روشنی میں

اگرچہ یہ عقیدہ تواتر سے ثابت ہے اور اس کی کئی مثالیں اور تاریخی واقعات موجود ہیں مگر رسالہ کے اختصار کے پیش نظر چند واقعات درج کئے جاتے ہیں :۔

(۱) دسویں صدی ہجری کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ ان کے پاس ایک فریادی آیا اور اس نے درخواست کی کہ آپ سلطان قایتبائی خان

کے پاس جاکر میری سفارش کریں آپ نے اس کو جواب میں کہا کہ اے میرے بھائی میں پچھتر دفعہ سید دوعالم ﷺ کی زیارت سے جاگتے اور نیند کی حالت میں بھی مشرف ہو چکا ہوں آپؐ سے بعض احادیث کی صحت کے متعلق پوچھ چکا ہوں، مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں آپ کے ساتھ سلطان کے پاس سفارشی ہو کر چلا جاؤں تو اس سے ہو سکتا ہے کہ زیارت پھر مجھے نصیب نہ ہو میں اس شرف اور بزرگی کو جو زیارت سید دوعالم ﷺ سے مجھ کو حاصل ہے اس شرف سلطانی پر ترجیح دیتا ہوں۔ (سعادت الدارین ص ۴۳۷)

(۲) امام اشعری کا پہلا مسلک اعتزال تھا آپ کو تین دفعہ خواب میں جناب رسول کریم ﷺ کی زیارت ہوئی اشعری کو فرمایا کہ اے ابوالحسن میری احادیث کی تائید کرو اس لئے کہ وہ صحیح ہیں چنانچہ ابوالحسن اشعری نے احادیث کا مطالعہ شروع کردیا اور بالآخر اعتزال سے تائب ہو کر اہل سنت کا مسلک اختیار فرمایا۔

(طبقات کبریٰ ج ۱)

(۳) نویں صدی ہجری کے مفسر قرآن عزیز شیخ علاؤالدین بن محمد رحمۃ اللہ علیہ جو کہ چھوٹی عمر میں تالیف اور تصنیف کا کام کرنے کی وجہ سے مصنفك (چھوٹا مصنف) کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے مصابیح کی شرح لکھی اور یہ فرمایا کہ یہ شرح میں نے سید دوعالم ﷺ کے حکم سے لکھی ہے۔ آپ سلطان روم کے ہاں بڑے معزز سمجھے جاتے تھے، ۸۷۵ھ میں وفات پائی اور قسطنطنیہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

(تذکرۃ المفسرین ص ۱۴۳)

علامہ نورالدین سمہودی م ۹۱۱ھ (جنہوں نے مدینہ منورہ کے حالات پر مفصل اور محققانہ تبصرہ فرمایا ہے اور جن کی تصویب اور توثیق خاتم المحدثین

مختاری ہند علامہ سید محمد انور شاہ صاحب نے بھی فرمائی ہے) نے کئی واقعات نقل فرمائے ہیں جن میں سے چند درج کئے جاتے ہیں۔

(۴) ابن الجلاء کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مدینہ منورہ آیا اور سخت بھوک لگی تو قبر انور کے پاس آکر درخواست کی کہ حضرت شہنشاہ کونین کا مہمان حاضر ہے اتنے میں مجھ کو نیند آئی خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ کو ایک چپاتی عنایت فرمائی ہے جو میں نے کھانی شروع کردی ابھی آدھی کھا چکا تھا کہ میں نیند سے بیدار ہو گیا جب میں جاگا تو اپنے ہاتھ میں آدھی روٹی کو موجود پایا۔

(۵) ابوالخیر اقطع کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا پانچ دن تک بھوکا رہا آخر پانچ یوم کے بعد دربار سید دوعالم ﷺ اور ابوبکرؓ و عمرؓ پر سلام پڑھ کر کہا کہ حضرت میں تو جناب کا مہمان ہوں یہ کہہ کر قبر انور کے پیچھے سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ دائیں ابوبکرؓ اور بائیں حضرت عمرؓ اور آپؐ کے آگے آگے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے انہوں نے مجھے ہلاتے ہوئے فرمایا کہ اٹھ جناب سردار دوجہاں ﷺ تشریف لا رہے ہیں، چنانچہ میں اٹھا اور حضور انور ﷺ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا حضور انور ﷺ نے مجھ کو ایک چپاتی دی جو میں نے کھانی ابھی آدھی کھائی تھی کہ جاگ پڑا اٹھا تو میرے ہاتھ میں چپاتی موجود تھی۔

(۶) محمد ابن ابی زرعہ شیرازی کا بیان ہے کہ میں اپنے باپ اور عبداللہ ابن حنیف کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا ہم سخت مفلس اور قلاش ہو گئے جب مدینہ منورہ پہنچے تو میں نے اپنے والد ماجد سے بھوک کی شکایت کی چونکہ میں ابھی بچہ تھا اس لئے میری بھوک سے سخت پریشانی دیکھ کر میرے والد ماجد دربار سید دوعالم ﷺ میں مراقب ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ہم سب آپؐ کے مہمان ہیں، تھوڑی دیر کے بعد میرے باپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ میرے والد

ماجد ہنس بھی رہے ہیں اور رو بھی رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ میں نے دیکھا آنحضرت ﷺ نے میرے ہاتھ میں کچھ نقدی دے دی ہے یہ کہہ کر میرے باپ نے مٹھی کھولی تو اس میں روپے موجود تھے اللہ کریم نے ان میں اس قدر برکت ڈالی کہ جب ہم شیراز واپس لوٹے تو وہی ہمارا سرمایہ رہا۔

(۷) علامہ نور الدین فرماتے ہیں کہ میں نے خود شیخ محمد لن ابی امان سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں محراب فاطمہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ شریف مکہ بعد زیارت روضۂ اطہر کے واپس لوٹ کر آیا اور وہ بڑا ہشاش بشاش تھا روضۂ اطہر کے خادم شمس الدین صواب نے اس سے پوچھا کہ کیوں ہنس رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے دربار سید دوعالم ﷺ میں اپنی بھوک کی شکایت کی تو آپؐ نے مجھ کو دودھ کا ایک پیالہ پلایا جس کو میں نے خوب سیر ہو کر پیا اور وہ ابھی تک میرے منہ میں موجود ہے چنانچہ انہوں نے اپنی ہتھیلی پر تھوک ڈالا تو وہ دودھ تھا۔

اسی طرح بہت سی حکایات علامہ نور الدین نے ذکر فرمائی ہیں :۔

(۸) قصیدہ بردہ جس کو عرف عام میں اسی نام سے پکارا جاتا ہے مگر اس کا صحیح نام جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے "برالداء" یعنی وہ قصیدہ جس کے پڑھنے سے بیماری سے شفاء ہوتی ہے، حضرت شیخ الہند کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علیؒ دیوبندی نے اس کی وجہ تالیف میں فرمایا ہے کہ :۔

"مصنف قصیدہ حضرت علامہ ابو عبداللہ شرف الدین محمد ابن سعید بوصیری نے فرمایا کہ مجھ پر فالج کا حملہ ہوا جس نے میرے بدن کے نچلے حصے کو بالکل شل کر دیا میں سخت معذور اور لاچار ہو گیا مجھے خواب میں یہ الہام کیا گیا کہ میں جناب سید دوعالم ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھوں اور اس کو

دربار خداوندی میں اپنی بیماری سے شفاء کی درخواست کا وسیلہ بنا کر دعا کروں چنانچہ میں نے یہ قصیدہ لکھا اور سو گیا خواب میں جناب سرور کائنات ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا آپؐ نے اپنے دست مبارک کو میرے بدن پر پھیرا میں اسی وقت تندرست ہو گیا جب میں خواب سے بیدار ہوا تو اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا جبکہ میں صبح گھر سے نکلا تو مجھ کو فقیر منش بزرگ نے یہ کہا کہ میں آپ سے اس قصیدہ کو سننا چاہتا ہوں جو آپ نے سرور کائنات ﷺ کی مدح میں لکھا ہے میں نے کہا کہ میں نے تو بہت سے قصائد لکھے ہیں آپ کون سے قصیدہ کے متعلق فرماتے ہیں؟ اس پر اس درویش نے فرمایا کہ وہ قصیدہ جس کا ابتدائی شعر یہ ہے۔ ع

امن تذکر جیران بذی سلم

مجھ کو یہ بات سن کر بڑا تعجب ہوا اس لئے کہ میں نے یہ قصیدہ کسی کو نہیں سنایا تھا اس درویش نے فرمایا کہ جب یہ قصیدہ پڑھا جا رہا تھا تو میں نے اس کو سنا اور میں نے دیکھا کہ جناب رسول اکرم ﷺ سرسبز ٹہنی کی طرح جھوم رہے تھے"۔

(عطر الوردہ ص ۳)

یہ بات اتنی مشہور ہے کہ تواتر تک پہنچ چکی ہے۔

(ف) دار العلوم دیوبند کے نصاب میں قصیدہ "برء الداء" کا پڑھانا بھی داخل ہے مگر اس لحاظ سے نہیں کہ یہ ایک بلند پایہ علمی اور ادبی کتاب ہے اور اس کے پڑھنے سے عربی زبان اور عربی ادب میں مہارت پیدا ہو سکتی ہے بلکہ جیسا کہ شا

محمد الیاس صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ :۔

"اس قصیدہ کا داخل نصاب فرمانا اس لئے ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ سے محبت زیادہ ہو" (ملفوظات)

(۹) شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ۲ مارچ ۱۹۵۲ء کو داہنا حصہ سن ہو گیا، ڈاکٹروں نے تشخیص کی کہ یہ فالج کا اثر ہے آپ کو بڑا صدمہ اور تکلیف ہوئی دوسرے یوم آپ نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ مجھ کو آپ کی زیارت ہوئی اور آپؐ نے داہنے ہاتھ پر دعا پڑھی اور دم کیا اور فرمایا کہ حسین احمد تشویش کی کوئی بات نہیں ہم صرف تمہاری عیادت کو آئے ہیں چنانچہ حضرت بفضلہ تعالیٰ تندرست ہو گئے۔

(الصدیق حوالہ مکتوبات شیخ الاسلام)

(۱۰) حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ صوفیائے امت اور اولیائے ملت میں سے گذرے ہیں ان کا واقعہ حضرت حکیم الامتؒ کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔

"وہ حضور اقدس ﷺ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور شدت شوق میں یہ اشعار پڑھے"۔

فی حالة البعد روحی ارسلها
تقبل الارض و هی نائبتی
فهذه دولة الاشباح قد حضرت
فامد دیمینك کی تخطی بهاشفتی

(ترجمہ) جب میں جناب سے دور تھا (وطن میں) تو اپنے روح کو بھیجدیا تھا اور وہ اس پاکیزہ زمین کو چوم لیا کرتی تھی اب تو میں اپنے بدن کے ساتھ حاضر ہوں اس لئے ازراہ کرم اپنا

ہاتھ مبارک ظاہر فرمادیں تاکہ میرے ہونٹ بھی بوسہ لے کر شرف حاصل کرسکیں۔

فوراً حضورؐ کا دست مبارک مزار مبارک سے ظاہر ہوا انہوں نے دوڑ کر بوسہ دیا اور بے ہوش ہو گئے، اس وقت حضور سرور کائنات ﷺ کے نور سے سورج بھی ماند ہو گیا تھا لکھا ہے کہ اس وقت نوے ہزار آدمیوں کا مجمع تھا جس میں بڑے بڑے قطب اور غوث ابدال اور بزرگ بھی موجود تھے۔ (بنیان المشید) (فضائل درود شریف و فضائل حج از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ص ۱۵۱)

(ف) حضرت سید احمد رفائی کبیر رحمۃ اللہ علیہ چھٹی صدی ہجری کے بڑے ولی ہوئے ہیں آپ نے تصوف میں ایک کتاب "البرھان الموئد" لکھی ہے جس کا ترجمہ اردو میں مولانا ظفر احمد عثمانی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ ٹنڈوالہ یار نے حضرت حکیم الامۃ کے حکم سے فرمایا ہے حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا یہ کتاب اس قابل ہے کہ سالکین بطور ورد کے اس کا مطالعہ کریں اب دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔ (دارالعلوم جون ۱۹۸۰ء)

(۱۱) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق مولانا تھانوی نے فرمایا ہے کہ :۔

> "بفضلہ تعالیٰ اس جوار پاک شہ لولاک میں پہنچے اور شرف جواب صلوٰۃ و سلام حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے" (امداد المشتاق ص ۱۲)

(۱۲) حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب صدر المدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی کا بیان ہے کہ ان سے :۔

"حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب مرحوم مفتی مالیر کوٹلہ نے بیان کیا کہ جب میں ایک بار مدینہ منورہ گیا تو مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ امسال روضۂ اطہر سے عجیب کرامات کا ظہور ہوا ہے ایک نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربار رسالت سے وعلیکم السلام کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا! سمجھے یہ ہندی نوجوان کون تھا؟ یہی تمہارے استاذ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ" (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)

(۱۳) امام الحرمین فرماتے ہیں کہ میں نے فلاسفہ، معتزلہ، اہلسنت کے دلائل کو باہم برابر پایا اور حیران تھا کہ کس طرف رجوع کروں، سید دوعالم ﷺ نے خواب میں فرمایا علیك باعتقاد الصابونی چنانچہ میں نے وہی مسلک اہل سنت اختیار کر لیا۔

(ف) یہ امام صابونی اسماعیل بن عبدالرحمٰن مشہور محدث اور مفسر ہیں جن کی وفات بروز جمعہ ۴ر محرم ۴۴۹ھ کو ہوئی۔ (بستان المحدثین فارسی ص ۸۶)

(۱۴) یحییٰ بن معین محدث جنہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں ۲۳۳ھ کو مدینہ منورہ کی حاضری کے بعد مکہ مکرمہ جانے لگے پہلی ہی منزل پر روح اقدس سید دوعالم ﷺ نے فرمایا ہمارے قرب کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو، واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے تین دن کے بعد رحلت فرما گئے۔

(۱۵) پانچویں صدی ہجری کے محقق عالم ابوالشکور السالمی نے فرمایا ہے:۔

"میں نے سید دوعالم ﷺ کی خواب میں زیارت کی سید دوعالم ﷺ کی نورانی چمک سے میں صرف چہرہ اقدس کی

سفیدی ہی دیکھ سکا میں نے سنا کہ آپؑ فرماتے ہیں جو آدمی ہر جمعہ کو دو سیر غلہ یا دو درہم (مجھے پورا یاد نہیں) صدقہ دے گا اللہ تعالیٰ اس کے ماں باپ دونوں کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا"۔

اس خواب کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابو الشکور السالمی نے فرمایا ہے کہ اس ارشاد میں بھی اس بات کی دلیل ہے کہ :۔

"قبر کا عذاب حق ہے اور زندہ لوگوں کے صدقات اور دعائیں مردوں کو نفع دیتی ہیں"

(تمہید ابو الشکور السالمی ص ۱۵۹)

(۱۶) حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں جب قحط پڑا تو بلال بن الحارث صحابیؓ امام الانبیاء ﷺ کی قبر پر حاضر ہوئے اور یوں عرض کیا :۔

یارسول اللہ استسق اللہ لامتك فانهم قد هلكوا

یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کیلئے پانی کی درخواست فرمائیں آپ کی امت قحط سے ہلاک ہو چکی ہے۔

"تو سید دو عالم ﷺ نے ان کو خواب میں آکر فرمایا کہ عمرؓ کو جا کر میرا اسلام کہہ دے اور یہ بھی کہہ دے کہ بارش ہو جائے گی،، چنانچہ جلد ہی بارش کا نزول ہوا۔

(فتح الباری شرح بخاری۔ رسائل کوثری ص ۳۸۱)

(۱۷) دسویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم عبد الوہاب شعرانی نے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں، اپنے متعلق ارشاد فرمایا کہ :۔

"اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات میں سے مجھ پر یہ بھی احسان

اور انعام ہے کہ سید دوعالم ﷺ کے دربار عالی کا حاضر باش ہوں اکثر اوقات یوں ہوتا ہے کہ میرے درمیان اور روضہ اقدس کے درمیان فاصلہ بہت ہی کم رہ جاتا ہے میں اپنے ہاتھ کو روضہ اطہر پر پاتا ہوں اور اسی طرح محبوب دو عالم ﷺ کے ساتھ کلام کرتا ہوں جس طرح اپنے پاس بیٹھے ہوئے کے ساتھ بات کی جاتی ہے" (المنن الکبریٰ مطبوعہ مصر ص ۱۴۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے نقل فرمایا ہے کہ :۔

(۱۸) تونس کے ایک عالم باعمل جن کا نام ایمن ابوالبرکات بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد (چودہ پشت کے اجداد کا نام محمد ہی تھا) نے مدینہ منورہ میں کافی زمانہ گذارا جب وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو سید دوعالم ﷺ نے خواب میں فرمایا "تو نے کس طرح ہماری جدائی کو پسند کر لیا" چنانچہ مدینہ منورہ سے جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنا نام عاشق النبی رکھا ۷۳۴ھ کو مدینہ منورہ ہی میں وصال فرمایا۔

(دُرَرِ کامنہ ج ۱ ص ۴۳۱)

علامہ شوکانی نے مزید لکھا ہے کہ تونس کے والی نے آپ سے وطن آنے کی درخواست کی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر مجھے مشرق و مغرب کی حکومت بھی دی جائے تو سید دوعالم ﷺ کا قرب نہ چھوڑوں گا۔

(البدر الطالع ج ۱ ص ۱۶۰)

(۱۹) تیسری صدی ہجری میں والی مصر احمد بن طولون نے جب جامع مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو خواب میں سید دوعالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو

آپؐ نے مسجد کا قبلہ اپنے دست مبارک سے لکیر کھینچ کر بنایا اور حکم دیا کہ اسی پر قبلہ کا رخ رکھا جائے صبح کو احمد بن طولون بیدار ہوتے ہی جب اس جگہ پہنچا تو زمین پر اسی طرح خط کشیدہ پایا اسی پر عمارت بنائی جس پر ایک لاکھ بیس ہزار دینار خرچ آئے اور وہ مصر کی عظیم مسجد ہے۔

(حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و قاہرہ ص ۱۸۱)

(۲۰) مولانا حبیب اللہ بیجاپوری کئی دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سید دوعالم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی ایک طویل قصیدہ میں فرمایا۔

اتانی رسول اللّٰہ فی عین یقظتی۔ وجالستی مستقبلا وھی قبلتی

(ترجمہ) سید دوعالم ﷺ کی زیارت میں نے بیداری میں کی اور آپ نے مجھے اپنے قریب بٹھانے کا شرف بخشا۔

مولانا کا انتقال ۱۰۴۱ھ کو ہوا۔ (نزہۃ الخواطر، ج ۵، ص ۱۲۷)

تاریخ مدینہ منورہ کے مستند مرتب "ابن النجار" نے ابراہیم بن بشارؒ سے بیان فرمایا ہے کہ میں حج کے بعد مدینہ منورہ آیا اور سید دوعالم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو حجرہ مطہرہ کیا ندر سے آواز آئی "وعلیک السلام" اور ایسا ہی جواب اولیاء کرام اور صلحاء امت کی ایک جماعت نے سنا ہے۔

(وفاالوفا، ج ۴، ص ۱۳۵۲)

(۲۱) علامہ بحر العلوم لکھنوی نے تاریخ کازرونی کے حوالہ سے مندرجہ ذیل واقعہ نقل فرمایا ہے کہ :۔

ایک کافر بدو سید دوعالم ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہوا اور آتے ہی فورا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور ساتھ ہی قسم کھا کر یہ کہا کہ میں نے آج سے پہلے نہ

اس سے مقدس اور بابرکت قبر کو دیکھا ہے اور نہ اس کی عظمت سنی ہے لیکن اس قبر عالی وقار کی عظمت اور محبت میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈال دی ہے، پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

مررت على القبر الشريف محمّد ، فكلمني والقبر غير مكلِم

وبالقبر آثار النبوةِ قائم ، تصدعُ فيه قلب كل مسلم

وان انالم اعهدك ياسيد الورىٰ ، فقبرك ينبئ ان فيه مكرّم

(ترجمہ)

(۱) میرا گذر محمد رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر ہوا تو قبر مبارک نے میرے ساتھ کلام کیا حالانکہ (عام طور پر) قبر بولا نہیں کرتی۔

(۲) آپ کی مزار سے نبوت کے آثار ایسے قائم ہیں جو ہر مسلمان کے دل میں اثر انداز ہوتے ہیں۔

(۳) اس سے پہلے اگرچہ میں جناب سے ناواقف تھا مگر جناب کی قبر نے مجھے اطلاع دی کہ میرا محبوب اس میں آرام فرما ہے۔ (ارکان اربعہ، ص ۲۸۰)

(۲۲) قراء سبعہ میں امام قراءت نافع مدنی بھی ہیں وہ جب تلاوت فرمایا کرتے تھے تو ان کے منہ سے خوشبو آیا کرتی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے خواب میں ان کے منہ میں قراءت فرمائی تھی، علامہ شاطبیؒ نے یوں فرمایا

فاما الكريم السرفى الطيب نافع

فذاك الذى اختار المدينة منزلا

(شاطبی شعر ۲۵)

(۲۳) امام محمد صنعانی ابن حسن فاروقی، آپ کی ولادت التمش کے زمانہ میں لاہور میں ہوئی طلب علم کے لئے حرمین شریفین گئے وہاں سے واپسی پر لاہور

آئے تو التمش کی بیٹی رضیہ سلطانہ تخت نشین تھی جس کو آپ نے پسند نہ فرمایااور پھر بغداد تشریف لے گئے مکہ مکرمہ میں ۹ شعبان ۶۵۰ھ کو وفات پائی آپ نے حدیث کی ایک کتاب لکھی جس کا نام مشارق الانوار ہے ہندوستان کے جلیل القدر عالم شیخ شمس الدین خواجگی کو سید دوعالم ﷺ کی زیارت کا خواب میں شرف حاصل ہوا آپ نے مشارق الانوار کی احادیث کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا احادیث مشارق کلھا صحیحة مشارق کی سب احادیث صحیح ہیں۔

(نزہۃ الخواطر ج ۳، ص ۶۵)

(۲۴) حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ سید دوعالم ﷺ کے سفر آخرت کے بعد حضرت بلالؓ فراق کے صدمہ کو برداشت نہ کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے شام کے ایک قصبہ جابیہ میں قیام پذیر ہو گئے سید دوعالم ﷺ کو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں خواب میں دیکھا کہ آپؐ نے فرمایا اتنی سنگدلی ؟ کیا تو میری زیارت کے لئے نہیں آتا ؟ بیدار ہوتے ہی رخت سفر باندھا اور مدینہ منورہ حاضر ہو گئے دربار اقدس میں صلوٰۃ و سلام پیش کیا لوگوں کو جب معلوم ہوا تو سب صحابہ کرام نے خصوصاً امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت بلالؓ سے اذان کہنے کا فرمایا آپ نے نماز کے وقت اسی جگہ کھڑے ہو کر اذان کہی جہاں سید دوعالم ﷺ کے سامنے کھڑے ہوا کرتے تھے، اللہ اکبر اللہ اکبر! سارا مدینہ منورہ کانپ گیا جب کلمہ شہادت پڑھا تو سارا مدینہ آہ و بکا کی لپیٹ میں آ گیا حتیٰ کہ پردہ نشین عورتیں پردہ سے باہر نکل آئیں اور یوں معلوم ہوا کہ سید دوعالم ﷺ روضہ اقدس سے باہر تشریف لے آئے ہیں، حضرت بلالؓ شدت فراق سے اذان بھی پوری نہ کر سکے۔ (وفاء الوفاء جلد ۳، ص ۳۵۶) اسے محدث ابن عساکرؒ نے پختہ سند کیساتھ روایت کیا ہے (آثار السنن از شوق نیموی ص ۱۲۶)

آئمہ مجتہدین کی دربار نبویؐ میں قبولیت

اکثر علماء کرام اور بزرگان دین کو دربار نبوت میں حاضر باشی کی سعادت حاصل رہی ہے اور وہ سید دو عالم ﷺ کی زیارت سے بیداری اور جاگتے ہوئے بھی شرف حاصل کر لیتے تھے۔ ائمہ مجتہدین امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کو یہ شرف بدرجہ کمال حاصل تھا (جس کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے) یہاں صرف ایک ایک واقعہ جس کا تعلق اس سعادت سے ہے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۲۵) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن کی عمر میں جبکہ آپ مکتب میں پڑھ رہے تھے سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی اور اس خواب کو اپنے استاذ کے سامنے بیان فرمایا تو استاذ محترم نے فرمایا کہ :۔

"اگر واقعی تو نے سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی ہے تو تیرا قدم آپؐ کی شریعت پر ثابت رہے گا اور تو آنحضرت ﷺ کی شریعت کی اشاعت کرے گا"

(تعبیر نامہ ابن سیرین صفحہ ۳۴)

(ف) ولی کامل حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ :۔

"میں ملک شام میں حضرت بلال حبشیؓ کے روضہ مبارک میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سید

دو عالم ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کے باب بنی شیبہ
سے تشریف لا رہے ہیں اور اپنی بغل مبارک میں ایک ایسے
بوڑھے کو اٹھایا ہوا ہے جیسے بچوں کو اٹھایا جاتا ہے میں نے قدم
مبارک کو بوسہ دیا اور دل میں یہ خیال گذرا کہ یہ کیسا خوش
بخت اور عجیب بچہ ہے کہ قد چھوٹا اور داڑھی موجود ہے
میرے اس خیال کو سید دو عالم ﷺ نے اپنی نورانی فراست
سے معلوم فرماتے ہوئے خود ہی ارشاد فرمایا کہ یہ خوش بخت
بچہ تیرا اور تیرے علاقہ کے لوگوں کا امام ہے یعنی امام ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ "(کشف المحجوب فارسی ص ۹۹، ۱۱۰)

(۲۶) ایک دفعہ امام شافعی نے خواب دیکھا کہ سید دو عالم ﷺ تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ اس نوجوان (احمد بن حنبل) کو خوشخبری دو کہ عنقریب اسے اللہ کے دین کے بارے میں آزمائشوں سے گزرنا ہوگا اس سے کہا جائے گا کہ قرآن کو مخلوق کہو پھر اس کے انکار پر اسے سخت سزائیں دی جائیں گی اور ان ہی سزاؤں کی جزاء میں اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے ذکر کو عام کردے گا۔

امام شافعیؒ نے مصر سے یہ خواب لکھ کر اپنے شاگرد رشید ربیع کو دے کر امام احمد بن حنبل کے پاس بغداد بھیجا، اس بشارت کو پڑھ کر امام احمد بن حنبلؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اپنے بدن سے ایک کپڑا اتار کر ربیع کو بطور انعام کے دے دیا (بحوالہ طبقات سبکی ج ۱ ص ۲۰۵)

(۲۷) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق دربار سید دو عالم ﷺ کے ساتھ کس قدر گہرا اور مضبوط رہا ہے اس کے لئے مندرجہ ذیل شہادت کافی ہے :۔

"جب سید دو عالم ﷺ کا اسم مبارک زبان پر آتا تو چہرہ کا

رنگ متغیر ہو جاتا، مسجد نبوی میں شور و غل ناپسند فرماتے کہ
یہ آستانہ نبوت سے گستاخی ہے کلام نبوی اس وقت تک زبان
پر نہ آتا جب تک وضو یا غسل فرما کر باادب بیٹھ نہ لیتے آپ
کے اصطبل میں کثرت سے گھوڑے اور خچر تھے مگر کبھی
مدینہ کی گلیوں میں سوار ہو کر نہ نکلے اور فرماتے کہ مجھے شرم
آتی ہے کہ جو سر زمین قدوم نبوی سے مشرف ہوئی اس کو
میں جانوروں کی سموں سے روندوں، کوئی شب ایسی نہ گذرتی
جس میں عالم رویا میں زیارت نبوی کا شرف حاصل نہ ہوتا"
(تذکرۃ المحدثین ج ا ص ۷۳)

(۲۸) ذی الحجہ ۶۳ھ میں جو مشہور واقعہ ہوا جس کو واقعۃ الحرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس واقعہ میں دس ہزار سے زیادہ اہل مدینہ شہید کر دیئے گئے اور مسجد نبوی بھی ان شامی بدبختوں سے محفوظ نہ رہ سکی لوگ گھروں میں نماز ادا کرتے تھے صرف ایک تابعی سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی میں رہے وہ فرماتے ہیں کہ :۔

"میں نے کئی راتیں مسجد نبوی میں اس طرح گذاریں کہ
سوائے میرے کوئی بھی انسان مسجد میں عبادت کے لئے نہ
آتا تھا جب شامی بدبخت مسجد میں بے ادبی کے لئے آتے تو
مجھے دیکھ کر کہتے اس بوڑھے پاگل کو دیکھو، جب نماز کا وقت
آتا تو روضۂ اقدس سے اذان کی آواز آتی اور پھر اقامت بھی
کہی جاتی میں اکیلے نماز ادا کر لیتا،، (وفاء الوفاء ج ا ص ۱۳۴)

(۲۹) قصہ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ :۔ مدینہ منورہ کے مستند مورخ

علامہ نورالدین سمہودی نے اپنی مرتبہ کتاب وفاء الوفاء میں تحریر فرمایا ہے کہ سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں سلطان نے تین رات نماز تہجد کے بعد لگاتار یہ دیکھا کہ سید دوعالم ﷺ دو بخت انسانوں کی طرف اشارہ فرما کر یہ حکم دے رہے ہیں کہ مجھے ان دو بدبختوں سے بچاؤ سلطان نے تیسرے دن اپنے سعادتمند وزیر جمال الدین موصلی سے یہ واقعہ بیان کیا اس نے مشورہ دیا کہ یہاں اب بیٹھنا نہیں چاہیے بلکہ خفیہ طور پر فوراً مدینہ منورہ پہنچ کر اس صورتحال سے نمٹا جائے چنانچہ اپنے بیس خاص خدام اور کافی مال ساتھ لے کر سولہ دن سفر طے کر کے سلطان مدینہ منورہ پہنچا اور حکم دیا کہ سب اہل مدینہ آئیں تاکہ ان کو انعام دیا جائے سب اہل مدینہ آئے مگر جن دو کی شکل خواب میں دکھائی گئی تھی وہ نہ آئے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ دو ایسے پردیسی یہاں قیام پذیر ہیں جو رات دن عبادت میں مصروف رہتے ہیں کسی کے ہاں نہیں جاتے آخر سلطان نے ان کو بلوایا تو وہی نکلے جو خواب میں سید دوعالم ﷺ نے دکھائے تھے سلطان ان کے حجرہ میں گیا تو ایک چٹائی کے نیچے ایک سرنگ کو پایا جو روضہ اطہر کے قریب پہنچ چکی تھی، سلطان کے استفسار پر انہوں نے راز کھول دیا کہ وہ اندلس کے عیسائی ہیں اور عیسائی حکومتوں نے ان کو اس لئے بھیجا ہے کہ جسد اطہر کو نکال کر لے آؤ اور وہ ساری کاروائی جو انہوں نے کی تھی بیان کر دی آخر سلطان نے ان کی گردن اڑا دی اور پھر ان کی لاشوں کو جلا دیا، اس کے بعد پانی تک زمین کھدوا کر سیسہ اور قلعی پگھلا کر دیوار بنا دی جو حجرۂ اطہر کے اندر ہے اور جالیوں سے نظر آتی ہے.....

اس واقعہ کو مورخ محمد اور مطری نے مدینہ منورہ کے علماء اور مشائخ سے نقل کیا اور زین مراغی خالد بن محمد بن نصر قیسرانی اور موفق الدین ابوالبقاء نے باسند نقل کیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد علامہ جمال الدین اسنوی م ۱۰ے ھ نے ایک

کتاب بہ نام الانتصارات الاسلامیہ لکھی ہے جس میں یہ تحریر کیا ہے کہ کسی حال میں بھی نصاریٰ کو خادم نہ رکھا جائے اور نہ ان پر اعتماد کیا جائے۔

(وفاء الوفاء جلد اول)

(۳۰) چوتھی صدی ہجری کے ولی کامل ابو بکر محمد کلا باذی حنفی م ۹۹۰ء، ۳۸۰ھ کی مرتبہ کتاب التعرف لمذہب اھل التصوف مطبوعہ قاہرہ سے چند واقعات نقل کئے جاتے ہیں،

(الف) ابو بکر محمد بن علی الکتانی نے کہا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سید دوعالم ﷺ کے ساتھ چار بزرگ انسان ہیں ان کا تعارف حضور انور ﷺ نے کراتے ہوئے فرمایا ابو بکر عمر عثمان، علی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم پھر حضرت علیؓ مجھے ساتھ لے کر صفا پہاڑی پر چڑھ گئے جب میں نیند سے بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو کوہ صفا پر پایا حالانکہ میں اپنے حجرے میں سویا تھا۔

(ب) امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بصرہ کی مسجد میں جا کر دیکھا کہ ہمارے چند ساتھی مسجد میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی غیبت کر رہے ہیں تو میں نے ان کو ارشادات سید دوعالم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات غیبت کی مذمت میں سنائے تو انہوں نے غیبت چھوڑ کر دوسری بات شروع کر دی اتنے میں وہ آدمی بھی آگیا تو وہ بھی اس سے ملے اور میں نے بھی ان کے ساتھ اس کی ملاقات کی اس کے بعد وہ بھی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور میں بھی اپنے گھر چلا گیا رات کو نیند میں دیکھا کہ ایک حبشی غلام میرے لئے ایک رکابی کھانے کے لئے لایا جس میں مرغن کھانا ہے اور اس پر خنزیر کے گوشت کا ایک ٹکڑا پڑا ہے اور مجھے اس کے کھانے کا کہا میں نے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ یہ تو خنزیر کا گوشت ہے، اس نے زور سے میرے جبڑے کھول کر اس کو میرے منہ

میں رکھ دیا میں اس کے ڈر کے مارے اس کو چباتا رہا اور باہر نہ پھینک سکا، اسی پریشانی کے عالم میں میری آنکھ کھل گئی اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس خواب کے بعد پورا ایک ماہ میری یہ حالت رہی جب کوئی چیز کھاتا یا پانی پیتا تو خنزیر کے گوشت کا ذائقہ منہ میں پاتا اور ناک میں اس کی بدبو پاتا۔ (ص ۱۵۳، ۱۵۴)

(۳۱) شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے اپنی خود نوشت سوانح حیات میں مندرجہ ذیل واقعہ تحریر فرمایا ہے :۔

ایک روز اشعار کی ایک کتاب دیکھ رہا تھا اس میں ایک مصرعہ تھا

ہاں اے حبیب رخ سے اٹھا دو حجاب کو

یہ اس وقت بہت بھلا معلوم ہوا میں مسجد شریف میں حاضر ہوا اور مواجہہ شریفہ میں بعد ادائے آداب و کلمات مشروعہ انہیں الفاظ کو پڑھنا اور شوق دیدار میں رونا شروع کیا دیر تک یہی حالت رہی جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ مجھ میں اور جناب رسول اللہ ﷺ میں کچھ حجاب دیواروں اور جالیوں وغیرہ کا حائل نہیں ہے اور آپ کرسی پر سامنے بیٹھے ہوئے ہیں آپ کا چہرہ مبارک سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔ (ج ۱، ص ۱۰۷)

(۳۲) خود دار العلوم دیوبند کی ابتدائی عمارت نودرہ کی بنیاد سید دو عالم ﷺ کے ارشاد عالی اور نشان زدہ خطوط پر رکھی گئی ہے جس کا مختصر سا تذکرہ یہ ہے کہ جب طلباء اور اساتذہ کی تعداد زیادہ ہو گئی تو بزمانہ مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ چند کمرے بنانے کے لئے کچھ نشانات لگا دیئے گئے مگر کام شروع کرنے سے پہلے سید دو عالم ﷺ نے خواب میں شاہ صاحبؒ سے ارشاد فرمایا کہ جو خطوط میں نے کھینچے ہیں ان پر عمارت بنائی جائے علی الصباح جب شاہ صاحب اس جگہ تشریف لائے تو واقعی نشانات جدیدہ موجود تھے انہی پر ۱۸۷۷ء ۱۲۹۲ ھج میں وہ عمارت

تیار ہوئی جو نودرہ کے نام سے مشہور ہے۔

آج بھی دارالعلوم دیوبند کے ترانہ میں یہ موجود ہے۔

یہ علم و عمل کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے۔

ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے
خود ساقی کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں
تاریخ مرتب کرتی ہے دیوانوں کی روداد یہاں

(۳۴) تحدیث بالنعمۃ کے طور پر عرض ہے کہ یہ گنہگار کئی مرتبہ زیارت سید دوعالم ﷺ سے مشرف ہوا جو ارشاد فرمایا وہ حرف بحرف صحیح نکلا۔ زیارت مدینہ منورہ کے وقت اپنا معمول یہ ہے کہ سید دوعالم ﷺ کے قدموں میں بیٹھتا ہوں جب کبھی یہ شرف ملا نماز عصر کے بعد مراقبہ میں جو ارشاد فرمایا وہ بالکل حرف بحرف صحیح نکلا۔

الحمدلله علی احسانه وعلی احسان رسوله الرؤف الرحيم۔

زمانہ تعلیم میں دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں زیارت کا شرف حاصل ہوا اور آپ کے نعلین مبارک اٹھانے کی سعادت ملی۔ اور حضرت مدنیؒ سے بیعت بھی حضور انور ﷺ کی ہدایت پر کی۔

۱۹۳۲ء میں احقر مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم کے دوران مدرسہ کے قریب مسجد محلہ تیلیانولی میں تھا ایک رات کو مندرجہ ذیل خواب دیکھا:۔

"سید دوعالم ﷺ ایک بڑی حویلی میں تشریف فرما ہیں اور لوگ جوق درجوق زیارت کے لئے جارہے ہیں میں بھی دروازہ پر پہنچا تو اندر سے آواز آئی کی جب فاطمہ بلائے گی تب تم آنا"۔

طالبعلمی کے زمانہ کی یہ خواب میں نے لکھ لی، آخر ۱۹۳۸ء میں میری محترمہ ہمشیرہ صاحبہ میرے بہنوئی مولانا الحاج حضرت الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کو تشریف لے گئیں حج سے واپسی کے کچھ دن بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بچی عطا فرمائی جس کا نام فاطمہ تجویز ہوا، ۱۹۳۹ء میں دوران اعتکاف سید دوعالم ﷺ کے مزار اقدس کی زیارت کا شرف ہوا، حضرت مدنی قدس سرہ نے اس کی تعبیر فرمائی کیا تعجب ہے حج وزیارت کی دولت نصیب ہو جائے، چنانچہ ظاہری اسباب و سامان نہ ہوتے ہوئے بھی بحمدہ تعالیٰ پہلی مرتبہ حج وزیارت کی سعادت جنوری ۱۹۳۹ء میں حاصل ہو گئی یعنی ۱۹۳۲ء کی خواب کی عملی تفسیر اور تعبیر سات سال بعد ظاہر ہو گئی۔ الحمد للہ

دور حاضر کے امام تصوف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ مہاجر مدنی نے اپنی مرتبہ کتاب "فضائل درود شریف" میں ایسے کئی واقعات کو باسند ذکر فرمایا ہے، اگرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کسی بات کا فرما دینا یا نقل کر دینا ہی سب سے بڑی دلیل ہے مگر پھر بھی دوسروں کے اطمینان کے لئے آپ نے باقاعدہ حوالہ جات دیئے ہیں اسی کتاب میں سے دو واقعے نقل کئے جاتے ہیں، آپ نے فرمایا:۔

(۳۴) ہمارے حضرت اقدس شیخ المشائخ مسند ہند امیر المومنین فی الحدیث حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے رسالہ "حرز ثمین فی مبشرات النبی الامین" جس میں انہوں نے چالیس خواب یا مکاشفات اپنے یا اپنے والد ماجد کے حضور اقدس ﷺ کی زیارت کے سلسلے میں تحریر فرمائے ہیں، اس میں نمبر ۱۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ وہ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے

بیٹے کیسی طبیعت ہے؟ اس کے بعد شفاء کی بشارت عطا فرمائی اور اپنی داڑھی مبارک سے دوبال مرحمت فرمائے مجھے اسی وقت صحت ہو گئی اور جب میری آنکھ کھلی تو وہ دونوں بال (مبارک) میرے ہاتھ میں تھے، حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان دو بالوں میں یہ ایک مجھے مرحمت فرمایا تھا۔(فضائل درود شریف ص ۱۴۳)

(ف) حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے ان دونوں بالوں کی خصوصیت یہ بھی فرمائی کہ :۔

"اولاً باہم پیچیدہ مے باشند چوں درود خوانده شود ہر یکے جدا می ایستند"(انفاس العارفین ص ۱۴ مطبوعہ ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء)

(ترجمہ) یہ دونوں مبارک بال آپس میں پیچیدہ ہوتے ہیں جب درود شریف پڑھا جاتا ہے تو علیحدہ علیحدہ ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ایسے واقعات مبارکہ پر اعتراض اور شک کرنے والوں کے لئے حضرت شیخ الحدیث نے اسی کتاب میں یہ فرمایا :۔

"ان قصوں میں کچھ تردد نہ کرنا چاہیے اس لئے کہ احادیث صومِ وصال میں انی یطعمنی ربی ویسقینی (مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے) میں ان چیزوں کا ماخذ دراصل موجود ہے اور حضور انور ﷺ کا فرمان انی لست کھیئتکم (کہ میں تم جیسا نہیں ہوں) عوام کے اعتبار سے ہے اگر کسی خوش نصیب کو یہ کرامت حاصل ہو جائے تو کوئی مانع نہیں اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ کرامات اولیا بر حق ہیں،

قرآن پاک میں حضرت مریم علیہا السلام کے قصہ میں کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقا (الایۃ) وارد ہے یعنی جب بھی زکریا علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے جاتے تو ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں پاتے اور ان سے دریافت فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آئیں وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے استحقاق رزق عطا فرما دیتے ہیں، "درمنثور" کی روایات میں اس رزق کی تفاصیل وارد ہوئی ہیں کہ بغیر موسم کے انگوروں کی زنبیل بھری ہوئی ہوتی تھی اور گرمی کے زمانے میں سردی کے پھل اور سردی کے زمانے میں گرمی کے پھل۔

یارب صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبك خیر الخلق کلهم

(کتاب مذکور ص ۱۴۵)

(ف) ایسے واقعات پر امام محمد بن موسیٰ بن النعمان (م ۶۳۴ھ) کی کتاب بہ نام مصباح الظلام فی المستیغثین بخیر الانام فی التیقظة والمنام ہے نیز شیخ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن موسیٰ بن نعمان مراکشی مالکی (م ۶۸۳ھ نے بھی اسی موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے) (کشف) اور یہ کتاب دار الکتب المصریہ میں قلمی محفوظ ہے۔ (رسائل کوثری ص ۳۹۷)

اس شرف کا احترام صحابہ کرام کے ہاں

مشہور تابعی ابو جمرہ ضبعی کہتے ہیں کہ میں نے[1] حج تمتع کا ارادہ کیا تو کچھ لوگوں نے مجھے اس سے روکا میں نے مزید تسلی کے لئے سید دوعالم ﷺ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تو تمتع ادا کر لے چنانچہ میں اسی تمتع کے ارادہ پر بیت اللہ شریف گیا وہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی نے آکر مجھے کہا عمرہ قبول اور حج بھی پاکیزہ قبول، یہ خواب دیکھ کر میں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے خوشی اور مسرت سے دو دفعہ اللہ اکبر فرما کر فرمایا کہ یہی سنت ہے سید دوعالم ﷺ کی یہ روایت بخاری اور مسلم میں موجود ہے، اور بخاری میں اس قدر زیادہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھے فرمایا کہ تو میرے پاس ہی اقامت اختیار کر لے میں تجھے اپنے مال سے کافی حصہ دے دوں گا، میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ اکرام اس خواب کی وجہ سے ہے جو تو نے دیکھا ہے۔ (التاج کتاب الحج ص ۱۴۴)

ارشادات نبوت کے استخفاف پر دنیاوی سزا

تاریخ اسلام میں ایسے کئی واقعات موجود ہیں کہ جب کسی بھی مسلمان نے ارشاد سید دوعالم ﷺ کو یقین و ایمان کی روشنی میں تسلیم نہیں کیا یا اس پر عمل سے پہلو تہی کیا تو وہ فوراً دنیاوی عذاب کا شکار ہو گیا یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سید دوعالم ﷺ کے ارشادات عالی کا رخ سمجھ کر فوراً عمل کر دیتے تھے جیسا کہ صحیح حدیث ہے:۔

---

[1] حج تمتع کا مطلب یہ ہے کہ حاجی پہلے عمرہ کر کے احرام کھول دے اور پھر حج کے وقت حج کا احرام باندھ کر حج کرے اسکو تمتع کہا جاتا ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ اپنے ایک غلام کو مار رہے تھے کہ پیچھے سے ایک آواز سنائی دی اے ابو مسعود اس اللہ تعالیٰ سے ڈر جو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جو تجھے اس غلام پر حاصل ہے۔ یہ سن کر جب ابو مسعود انصاریؓ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ تنبیہ کرنے والے رحمتِ دوعالم ﷺ تھے ،ابو مسعود انصاریؓ نے فوراً اعلان کر دیا اے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ یہ غلام ابھی اللہ تعالیٰ کیلئے آزاد ہے یہ سن کر سید دوعالم ﷺ نے فرمایا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّار (ترجمہ)اور اگر تو آزاد نہ کرتا تو تجھے آگ جلاڈالتی۔(مشکوٰۃ باب حق المملوک)

اس لئے جن لوگوں نے ارشاد نبوی کو وہ مقام نہیں دیا۔ جو یقین اور ایمان کا درجہ رکھتا ہے تو وہ دنیاوی سزا کا فوراً شکار ہو گئے یہاں صرف چند واقعات عبرت کے لئے لکھے جاتے ہیں :۔

(۱) ایک آدمی سید دوعالم ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا سید دوعالم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھا اس نے اس بات کو معمولی سمجھ کر یہ بہانہ بنایا کہ میرا دایاں ہاتھ منہ تک نہیں جاسکتا، سید دوعالم ﷺ نے فرمایا اللہ کرے کہ تیرا دایاں ہاتھ کبھی بھی اوپر کو نہ اٹھ سکے چنانچہ فوراً ہی اس کا دایاں ہاتھ شل ہو گیا۔(مشکوٰۃ باب فی المعجزات)

(۲) بخاری اور مسلم میں ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے فرمایا امام سے پہلے رکوع اور سجدہ میں نہ جاؤ جو آدمی امام سے پہلے رکوع میں جاتا ہے کیا وہ نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر میں تبدیل نہ کر دے۔(بخاری و مسلم)

اس حدیث کی شرح میں شراح حدیث نے بعض محدثین سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب وہ دمشق میں ایک مشہور استاذ سے پڑھنے کے لئے گئے تو وہ نقاب پہن کر درس دیا کرتے تھے یہ شاگرد کافی زمانہ ان سے اسی حالت میں علم

حاصل کرتا رہا آخر ایک دن اس محدث استاذ نے اپنے چہرہ سے نقاب اتار کر کہا اے میرے بیٹے خبردار امام سے آگے رکوع و سجدہ میں نہ جانا "میں نے اس تبدیلی کو محال سمجھا اور امام سے پہلے رکوع سجدہ کرنے میں کوئی گناہ نہ سمجھا آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سزا دے دی"

(ف) اگرچہ سید دوعالم ﷺ نے امت کے لئے جو دعائیں مانگی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے قبول بھی فرمایا ہے ان میں سے ایک دعا یہ ہے کہ میری امت کی شکل مسخ نہ ہو تو اس سے مراد یہ لیا گیا ہے کہ عمومی طور پر گناہوں کی پاداش میں پہلی امتوں کی طرح میری امت اس ذلت کی شکار نہ ہو اور کبھی کبھی اگر اس کا ظہور ہو جائے تو اس میں کچھ استبعاد نہیں۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۹۸)

اللہ تعالیٰ سب امت کو ایسے عذاب سے محفوظ رکھے اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۳) شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب العہود المحمدیہ میں مندرجہ ذیل چشم دید واقعہ ذکر فرمایا ہے :۔

"میں نے بہ چشم خود ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں سو رہا تھا اور نماز فجر کے لئے بھی نہ اٹھا جب کافی دیر بعد وہ جاگا تو اس کے ایک کان سے پیشاب بہہ رہا تھا تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ اس ارشاد نبوی کو نہیں مانتا تھا جس میں حضور انور ﷺ کے سامنے ایک ایسے مرد کا ذکر آیا جو نماز کے لئے نہ جاگا اور سویا ہی رہا تو سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے کان یا دونوں کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے" (یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے)

(دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۳۳)

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ.(بقرہ نمبر ۲۵۳)

(ترجمہ) یہ جتنے پیغمبر ہیں ہم نے ان میں سے بعض حضرات کو بعض پر فضیلت وبزرگی عطا فرمائی ہے، بعض ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند فرمائے۔

یعنی ہم نے ہی آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت دی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت اور رسالت میں تو سب کے برابر مگر اللہ تعالیٰ کے شرف مکالمہ میں دوسرے انبیاء سے ممتاز ہیں امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ انفرادی طور سے ہر ایک نبی سے اعلیٰ ہیں اسی طرح سب انبیاء علیہم السلام سے مجموعی طور پر بھی اشرف و افضل ہیں ساتویں صدی میں علامہ عبدالعزیز بن عبدالسلام دمشقی نے یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ :۔

رسول اکرم ﷺ انفرادی طور سے تو جملہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں مگر مجموعی طور پر ان سے افضل نہیں علمائے وقت نے ان کو متنبہ کیا تو وہ بروقت سنبھل گئے اور اس غلط عقیدہ سے محفوظ رہے، رحمہ اللہ تعالیٰ (طراز المجالس از شہاب خفاجی ص ۱۱۵)

تیسرا حق یہ ہے کہ سید دوعالم ﷺ کے تمام اقوال اور احوال نبوت کے ترجمان تھے آپؐ کی صرف ایک ہی حیثیت ہے کہ آپؐ ہر حال میں نبی اور رسول ہیں اس کی وضاحت یہ ہے کہ امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ کی حیات مبارکہ کا ہر طور اور ہر دور اور ہر عمل بیداری، نیند، گھر، مسجد، خلوت، جلوت ہر حیثیت امت کے لئے نہ صرف مشعل راہ ہے بلکہ اسی میں رضاء خداوندی ہے اور وہی

ہر جلوہ پرضیاء رخ انور کا نور ہے ، شانوں میں کیا بلند یہ شان حضور ہے
شافع ہیں روز حشر کے سب کے ہیں پیشوا، محبوب کبریا ہیں یہ شان حضور ہے
سب پہ حریص اور رؤف و رحیم ہیں ، سب میں عزیز ہیں یہ شان حضور ہے
منشاء ہیں خلق وامر کا مبداء ہیں منتہی ، منبع وجود کا ہیں یہ شان حضور ہے
مجھ سے سیاہ رو کی جو بخشش بھی ہو گئی ، یہ شان مغفرت ہے یہ شان حضور ہے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

خود محبت سے بلا کر جام کوثر دے دیا
تک رہا تھا میں بیچارہ میں تو اس قابل نہ تھا
مغفرت کے آسرے پر میں بھی حاضر ہو گیا
ایک عاصی اور بیچارہ میں تو اس قابل نہ تھا
جب قدم رکھا مدینہ میں تو فورا پھر گیا
میری گردش کا ستارہ میں تو اس قابل نہ تھا
مل گیا جس کو مدینہ اس کو سب کچھ مل گیا
مل گیا مجھ کو کنارہ میں تو اس قابل نہ تھا
دی جگہ اپنا بنا کر خود بقیع پاک میں
مضطرب تھا میں بیچارہ میں تو اس قابل نہ تھا
قبر میں مجھ سے جو پوچھیں تو بتا یہ کون ہیں
ہو تصور بس تمہارا میں تو اس قابل نہ تھا

دار لعلوم دیوبند کے جلیل القدر محدث اور مفسر مولانا محمد یعقوب نانوتوی قدس سرہ العزیز نے سید دو عالم ﷺ کے حضور جو خراج عقیدت عربی زبان میں نظماً پیش کیا ہے اس کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے۔

(۴) محمد بن جعفر نیشاپوری نے کہا کہ میں نے ایک دن بلا تحقیق یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ سے یہ منقول ہے کہ جو آدمی بدھ یا سنیچر کو فصد کرائے گا اس پر اگر اسے برص (کوڑھ) کا مرض لاحق ہو تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے یہ درست معلوم نہیں ہوتا چنانچہ میں نے اسی خیال سے بدھ کے دن فصد کرائی جس کے نتیجہ میں مجھ کو برص کا مرض لاحق ہو گیا میں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو اپنی بیماری کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا تو نے میری حدیث کی اہانت کیوں کی؟ میں نے دربار نبوت میں توبہ کی جب نیند سے بیدار ہوا تو اپنے آپ کو تندرست پایا۔ (الطرائف از حضرت تھانویؒ حصہ دوم ص ۱۳)

(۵) محی الدین ابن عربی نے مندرجہ ذیل واقعہ نقل فرمایا جس کی توثیق حضرت انور شاہ صاحبؒ نے بھی فرمائی کہ امام بخاریؒ اور امام احمدؒ کے ہمعصر جلیل القدر محدث بقی بن مخلد گذرے ہیں جنہوں نے اپنی ایک کتاب میں ۳۰ ہزار احادیث جمع کی ہیں انہوں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ حضور اقدسؐ نے ان کو دودھ کا پیالہ دیا اور انہوں نے پی لیا جب خواب سے بیدار ہوئے تو اس کو تجربہ کرنے کے لئے حلق میں انگلی ماری اور قے کر دی تو قے میں دودھ نکل گیا جس سے ان کو یہ تو یقین ہو گیا کہ وہ دودھ دینے والے واقعی حضور انور ﷺ ہی تھے۔ (فیض الباری جلد نمبر ا صفحہ ۱۷۹)

احقر مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ شاید اسی وجہ سے اتنے بڑے محدث کو وہ قبولیت حاصل نہ ہو سکی جو دوسرے محدثین کرام کو حاصل ہے۔

(۶) مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی نے فرمایا ہے کہ محمد بن حمزہ آخر عمر میں اندھا ہو

گیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اس بات کا مشاہدہ کرنے کے لیے کہ زمین علماٗ کے بدن کا گوشت نہیں کھاتی اپنے استاد کی قبر کو کھودا مگر ان کی میّت کو صحیح وسالم پایا اسی وقت سے اندھا ہو گیا۔ (الفوائد البہیۃ، ص ۱۶)

(۷) چھ محدثین نے حضور انور ﷺ سے یہ روایت کیا ہے کہ دین کا علم طلب کرنے والے کے پاؤں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اس پر ایک آدمی نے استہزاء کرتے ہوئے ایک طالب علم کے ساتھ جاتے جاتے اپنے پاؤں زمین پر مارے اور یوں کہا "فرشتوں کے پروں کو توڑتا ہوں" اسے یہ سزا ملی کہ اس کے پاؤں میں کینسر ہو گیا اور وہ اسی سے مرا۔ اسی طرح ایک اور واقعہ بھی ملا علی قاری نے نقل فرمایا ہے۔ (مرقاۃ ج ا ص ۲۷۹)

امام غزالیؒ نے وجود مثالی پر مفصل بحث فرمائی ہے جس کا کچھ حصہ ان کے رسائل الجواھر الغوالی میں مذکور ہے

یہی وجہ ہے کہ علماء راسخین نے نہ صرف وجود مثالی کو تسلیم فرمایا ہے بلکہ اس کو اسلامی تعلیمات کے دلائل کا بہت بڑا رکن قرار دیا ہے برصغیر کے عظیم داعی توحید شہید بالاکوٹ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عبقات میں ارشاد فرمایا ہے

الجاحد بالوجود المثالی لیس من اھل السنۃ بل فیہ شوب من الاعتزال لما انہ یضطرالی تاویل الف نص بل اکثر تاویلا بعیداً۔ (صفحہ نمبر ۲۲۰)

جو آدمی مثالی وجود کا انکار کرتا ہے وہ ہرگز اہل سنت میں سے نہیں بلکہ اس میں اعتزال کی بو ہے کیونکہ وجود مثالی کے انکار سے ایک ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ نصوص میں تاویل بعید

کرنی پڑ جائے گی

یعنی اگر وجود مثالی کو شرعاً معتبر نہ سمجھا جائے تو سید دو عالم ﷺ کے اکثر مشاہدات شب معراج، ملاقات انبیاء کرام علیہم السلام، جنت اور دوزخ کے مشاہدات، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے داخلہ کا مشاہدہ، حضرت بلالؓ کے جوتوں کی آواز کا جنت میں سننا، خود سید دو عالم ﷺ کا جنت میں آنا جانا اس دنیاوی حیات میں وغیرہا کئی احادیث کا انکار لازم آجائے گا یا تاویل بعید کرنی ہو گی جو کہ تحریف معنوی بن جاتی ہے۔

(ف) جو لوگ ایسے واقعات کی غلط تاویلیں کرتے ہیں ان کے لئے استاذ محترم مولانا بدر عالم خلد آشیاں جنت البقیع مدینہ منورہ کی تنبیہ درج کی جاتی ہے۔

"ہمیں اس کا کیا حق ہے اگر ہماری آنکھیں کچھ چیزوں کو نہیں دیکھتیں تو جو آنکھیں انہیں دیکھتی ہیں ہم ان کے لئے بھی تاویلیں تراشنے بیٹھ جائیں بعض لوگوں نے تو اسی مغالطہ میں تمام جگہ آپ کے چشم دیدہ حالات کو کشف کہہ دیا ہے حتی کہ معراج کو بھی ایک قسم کا کشف کہہ ڈالا"

(ترجمان السنۃ جلد ا ص ۴۳۷)

حقوقِ نبوت

حقوقِ نبوت میں سے چھ حق اس قدر اعلیٰ اور اشرف اور اس قدر ضروری ہیں کہ ان پر ایمان لائے بغیر رسالت پر ایمان نہیں رہ سکتا ان میں سے

پہلا حق نبوت کے ابدی ہونے پر ایمان لانا ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کے ایک سچے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ وہ آج بھی نبی ہیں قرآن کریم نے سب کو سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا حکم فرمایا:۔

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ۔(البقرہ)

اب اس وقت کے مسلمانوں کے لئے سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا اسی صورت درست ہو سکتا ہے کہ ان حضرات علیہم السلام کو نبوت سے موصوف یقین کیا جائے، چنانچہ علمائے عقائد اسلام نے فرمایا:۔

قال اهل السنّة والجماعة ان النبوّة لاتزول بالذنب ولا يجوز العزل عن النبوّة وقالت المتقشفة ان النبى يصير معزولا بالذنب وكذلك بالموت وهذا كفر ولان النوم يقوم مقام الموت كما قال النوم اخ الموت ثم اجمعنا على انهٗ لايصير معزولا ثم لو كانت النبوّة مما تزول بالموت مكان لايصح الا يمان بقول محمّد رسول الله ﷺ ويقتضى

ان یقول کان محمّد رسول اللہ ﷺ (التمہید،۸۰)

اہل سنت والجماعت کا یہ مذہب ہے کہ اگر بالفرض نبی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تب بھی اس سے نبوت کو نہیں چھینا جاتا اسی طرح جبکہ نبی علیہ السلام پر موت طاری ہو گی تو اس موت سے بھی نبوت پر اثر نہ پڑے گا بلکہ وہ اب بھی اسی طرح نبی ہے جس طرح اس جہان میں نبی تھا جیسا کہ نیند کے وقت بھی نبی ہی رہتا ہے موت کو بھی نیند کا بھائی کہا گیا ہے یعنی جس طرح نبی علیہ السلام کی نیند اور عام انسانوں کی نیند بظاہر نیند ہی ہے مگر عام لوگوں کا تو وضو تک ٹوٹ جاتا ہے مگر انبیا علیہم السلام پر نیند اثر انداز نہیں ہوتی اسلیئے وہ نیند کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں پاتے اسی طرح عام انسانوں اور انبیاء علیہم السلام پر موت آجاتی ہے سب انکو یوں سمجھ لیتے ہیں مگر عام انسانوں کے سب کمالات تو سلب ہو جاتے ہیں مگر نبی اسی طرح رہتا ہے (علیہ السلام) اسلیئے موت پر انبیاء علیہم السلام معزول سمجھ لینا فرقہ منکشفہ کا مذہب ہے اور یہ کفر ہے۔

تو اگر نبوت موت کی وجہ سے سلب ہو جاتی تو اب ہم کلمہ اسلام میں اقرار رسالت جو کر رہے ہیں یہ عقیدہ نہ ہو تا بلکہ ایک گذشتہ بات کی خبر ہوتی یعنی آج بھی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا معنیٰ "محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں" نہ ہو تا بلکہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول تھے" ہو تا (نعوذ باللہ منہ) امت موجود ہے اور نبی غیر موجود، اللہ تعالیٰ ایسے عقیدے سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

اسی طرح قیامت تک کے لئے نجات صرف اسی میں ہے کہ سید دوعالم ﷺ پر ایمان لایا جائے، خداوند قدوس نے آپ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا:۔

قل یاایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔

آپ اعلان فرما دیجئے اے انسانوں میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔(الاعراف نمبر ۱۵۸)

چنانچہ سید دوعالم ﷺ نے جو پہلا وعظ کوہ صفا پر فرمایا اس میں بھی یہی فرمایا

یاایھاالناس قولوا لاالہ الااللہ تفلحوا۔

اے لوگو! کلمہ طیبہ پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔

حضور انور ﷺ قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

(نوٹ) ابو نصر وائلی (م ۴۴۴ھ) نے یہ عقیدہ باطلہ شائع کرنے کی کوشش کی کہ جب کوئی نبی علیہ السلام دنیا سے سفر کر جاتا ہے تو اس کی نبوت بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی دعوت بھی ختم ہو جاتی ہے، دوسرے الفاظ میں اس لعین کا عقیدہ یہ تھا کہ سید دوعالم ﷺ اب نبی اور رسول نہیں رہے، اس لئے پانچویں صدی کے علماء کرام نے اس عقیدہ کی پرزور تردید کی امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سب بحث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:۔

"نبی اکرم ﷺ کا ابدی نبی ہونا اہل حق کا مذہب ہے جو اس کے خلاف دوسرا عقیدہ اختیار کرے یا اپنے غلط عقیدے کو علمائے حق کی طرف منسوب کرے فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین

(حاشیہ السیف الصقیل از علامہ کوثری مصری ص ۵۴)

اسی طرح مفسر القرآن علامہ عبدالرحیم بن علی حنفی المعروف بہ شیخ زادہ نے اپنی کتاب "نظم الفرائد" میں فریدہ نمبر ۳۳ میں مندرجہ ذیل عنوان سے تحریر فرمایا ہے۔

الفریده الثالثة والثلاثـون فی ان الرسل والانبیاء علیهم السلام بعد انتقالهم من هٰذه الدار رسل وانبیـاء حقیقـة او فی حکمهـا ۔ ذهب المشـائخنا الحنفیّه الٰی انهم رسل وانبیاء حقیقةً استدل مشائخ الحنفیّه بقوله تعالٰی لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍمِّنْ رُّسُلِه (الاٰیـة)حیث اطـلاقه علی الاتحـاد بین الـرسل فی وصف الـرسالـة فی عصـر النبی علیه الصلٰوة والسـلام وعـدم التفـاوت فی وصفها وهٰـذاینفی کون مـن مات منهـم فی حکم الـرسالـة والافیکون النبی علیه الصلوة والسلام فی حکمها وهوباطل (نظم الفرائد مطبوعہ مصر ۱۳۳۲ھ، ص ۶۶)

تینتیسواں بے بہا گوہر یکتا، اس عقیدہ کے بیان میں کہ تمام رسول اور نبی علیہم السلام جب اس گھر سے انتقال کر جاتے ہیں پھر بھی وہ حقیقۃً نبی اور رسول رہتے ہیں یا صرف حکمی طور پر ان کو رسول کہا جاتا ہے۔ ہمارے حنفی مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام اس جہان سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اسی طرح رسول اور نبی ہوتے ہیں (علیہم

اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور محبوب ہے اللہ تعالیٰ علمائے اسلام کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے سید دوعالم ﷺ کی تمام زندگی کے ہر پہلو کو محفوظ رکھ کر امت کے لئے بے نظیر مینارہءِ ہدایت پیش کر دیا ہے جس کی روشنی میں دونوں جہانوں کی سر فرازی یقینی ہے۔

جن علمائے کرام نے اس مقدس اور پاکیزہ عنوان پر لکھا ہے ان میں سے امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) علامہ ابن السنیؒ (م ۳۶۴ھ) امام منذریؒ (م ۶۴۵ھ) امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کی تصانیف قابل ذکر ہیں۔

تنبیہ :۔ یہ نظریہ اسلام کے سراسر خلاف ہے کہ آپؐ کے بعض کام تو ذاتی تھے اور بعض بطور نبوت کے تھے، اسی زندیقانہ عقیدہ کا امام الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ نے حیات مبارکہ میں دفاع کرتے ہوئے فرمایا تھا واللہ ماخرج منی الاحق (مفتاح الجنۃ از امام جلال الدین سیوطیؒ) (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میرے بدن اور زبان سے جو اعمال اور اقوال ظاہر ہوتے ہیں وہ سب حق ہیں یعنی شریعت ہیں۔

چوتھا حق یہ ہے کہ سید دوعالم ﷺ کو امام الانبیاء سمجھے اگرچہ آپ کا وجود اطہر اس جہان میں سب نبیوں سے آخر میں ظاہر ہوا کیونکہ پھل ہمیشہ آخر میں ظاہر ہوتا ہے مگر پودا لگاتے وقت اولین غرض یہ پھل ہوتا ہے اسی عنوان کی مناسبت سے اکابر علماء دیوبند کے کلام کا کچھ حصہ پیش کیا جاتا ہے :۔

استاذ العلماء حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :۔

"حضرت فخر عالم ﷺ افضل الرسل اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے کمالات کے مرجع ہیں کیونکہ آپؐ کے کمالات اور دیگر انبیاء (علیہم السلام) کے کمالات میں وہی نسبت ہے جو نور شمس

اور نور قمر میں تعلق ہے"(افادات محمود ص ۶۴)

(ف) چاند میں اپنا ذاتی نور نہیں وہ تو پتھر کی قسم کی ایک دھات کا ٹکڑا ہے جب اور جس قدر چاند سورج کے سامنے ہوتا ہے اسی قدر سورج کی روشنی سے روشنی حاصل کرتا ہے جیسا کہ علماء فلکیات نے کہا ہے نُوْرُالْقَمَرِ مُسْتَفَادٌمِّنْ نُوْرِ الشَّمْسِ ۔ یعنی چاند کا نور سورج کے نور سے حاصل کیا جاتا ہے۔

اسی کو علامہ بوصیری نے قصیدہ برءالداء میں یوں ارشاد فرمایا

وکلّھم من رسول اللّٰہ ملتمس
غرفاً من البحر او رشفاً من الدِّیم

(ترجمہ) اور تمام انبیاء علیہم السلام حضرت رسول اللہ ﷺ سے طالب ایک کف دست یعنی چلّو کے ہیں آپؐ کے دریائے معرفت سے یا بقدر ایک دفعہ کے چوسنے یعنی قطرہ کے آپؐ کے علم کے بارلنائے بسیار ہمیشہ برسنے والے سے۔

وکلّ اٰیٍ اتت الرسل الکرام بھا
فانما اتصلت من نورہٖ بھم

(ترجمہ) اور ہر معجزہ جس کو رسولان اکرام لائے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ ان کو صرف بدولت حضور پر نور پہنچا ہے۔

فانّہٗ شمس فضل ھم کواکبھا
یظھرن انوارھا للنّاس فی الظلم

(ترجمہ) وجہ اتصال یہ ہے کہ آپؐ آفتاب فضل و کمال ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار و کواکب ہیں پس جیسے

قمر بوقت غیوبت شمس استفادہ نور کا شمس سے کر کے شب
تاریک کو روشن کرتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام استفادہ
فیوض ظاہری و باطنی روح پر فتوح آنحضرت ﷺ سے کر
کے قبل ظہور وجود باجود خلق کی راہنمائی کرتے رہے اور جب
خود رونق بخش دنیا ہوئے تو سب چراغ پیش آفتاب ماند پڑ
گئے۔

اسی کو حضرت شیخ الہندؒ کے استاذ بانی دار العلوم دیوبند نے اپنے اردو کلام میں یوں ارشاد فرمایا۔

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی
تو نور دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

اسی کو حضرت شیخ الہندؒ کے گرامی قدر شاگرد محدث کبیر حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کلام میں یوں ارشاد فرمایا ہے

اے آنکہ ہمہ رحمت مہداۃ قدیری　　باراں صفت بحر سمت ابر مطیری
آدم بصف محشر و ذریت آدم　　در ظل لوایت کہ امامی و امیری
یکتا کہ بودہ مرکز ہر دائرہ یکتا　　تا مرکز عالم توئی بے مثل و نظیری

مندرجہ بالا اشعار ایک طویل نعت کے ہیں، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے ان فارسی اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ :۔

(۱) اے وہ ذات عالی جو کہ خدائے قدیر کی سراپا رحمت ہی
رحمت ہے جو اس نے اپنی مخلوق کو ہدیہ کے طور پر عطا فرمائی

ہے آپ کی رحمت عامہ بارش کی طرح سمندر کی مانند اور
برسنے والے ابر کی مثال ہے۔

(۲) حضرت آدم اور اولاد آدم (سب آدمی) محشر کے میدان
میں آپؐ کے جھنڈے کے تلے ہوں گے کیونکہ آپؐ ہی امام
اور آپؐ ہی امیر ہیں۔

(۳) ہر دائرہ کا ایک ہی مرکز ہوتا ہے اسی طرح آپؐ بھی تمام
جہان کے مرکز ہیں اور آپؐ کی ذات بے مثل و بے نظیر ہے۔

(ف) محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو جس سعادتمند نے درس حدیث دیتے ہوئے دیکھا ہے یا آپ کی کسی علمی مجلس میں شرکت کا موقع ملا ہے یا آپ کے نعتیہ کلام کو (جو بلیغ عربی اور فارسی کلام پر مشتمل ہے) پڑھا ہے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ سید دو عالم ﷺ کی نعت گوئی میں کس قدر رفیع مقام عشق رکھتے تھے گویا وہ حب نبوی میں محو اور مستغرق تھے، یہاں صرف چند اشعار درج کئے جاتے ہیں جن کا تعلق شفاعت کے عقیدہ کے ساتھ ہے۔ آپ نے ایک مربعہ نعتیہ کلام میں فرمایا۔

الغرض از جملہ عالم مصطفیٰ و مجتبیٰ
خاتم دور نبوت تا قیامت بے مرا
افضل واکمل زجملہ انبیاء نزد خدا
نعت اوصاف کمال او فزوں تراز عدید
تاصبا گلگشت گیہاں کردہ می باشد مدام
بوئے گل بردوش وے گرد بعالم صبح و شام
بادبروئے از خدائے وے درود وہم سلام

نیز اصحاب و آل و جملہ اخیار عبید
وزجناب وے رضا بر احقران مستہام
خاصہ آں احقر کہ افقر ہست از جملہ انام
مستغیث است الغیاث اے سرور عالیمقام
درصلہ از بارگاہت در نشید ایں قصید

دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے لامیۃ المعجزات نامی ایک کتاب عربی نظم میں تالیف فرمائی ہے جس کے ۲۵۴ اشعار ہیں اور ہر شعر کا آخری حرف لام ہے، اسی مناسبت سے اس کو لامیۃ المعجزات کا عنوان دیا، اس کی اردو شرح دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الادب مفتی اعظم مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے لکھی جو اصل کتاب کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ اعزازیہ سے شائع ہو چکی ہے، اس کے چند اشعار جن کا تعلق توسل اور عقیدہ شفاعت کے ساتھ ہے تبرکاً درج کئے جاتے ہیں

(۱) مَـالَـهٗ مِـنْ مَـلْجَا، اَوْمَـوْئِـلٍ ، غَیْربَاب السیّدالمولٰی الاجل

ایسے عاصی کا کوئی ٹھکانا اور جائے پناہ عظیم الشان سردار اور
آقائے نامدار کے دروازے کے سوا کہیں نہیں ہے۔

(۲)سَیِّدُ السَّادَاتِ فَخْرُالْاَنْبِیَا، ، مُکْمِلُ التَّـوْحِیْـدِ مَحَّاءُ الْمِلَلْ

وہ تمام سرداروں کے سردار تمام انبیاء کے لئے باعث فخر ہیں
توحید کو کامل کرنے والے اور تمام ادیان باطلہ کو مٹانے والے
ہیں

(۳)لُذْ بِبَابِ الْمُصْطَفٰی خَیْرَالْوَرٰی ، مَلْجَاءُ الْمَکْرُوْبِ مِفْتَاحُ الْعُضَل

اس برگزیدہ ذات کے دروازے کی پناہ پکڑ جو تمام مخلوق سے

بہتر ہیں، غمگین کے لئے جائے پناہ اور مشکلات کے حل
کرنے والے ہیں۔

(۴) وَاقْرَعِ الْبَابَ مُلِحّاً مُدْمِناً ، مَنْ اَدَمَ الْقَرْعِ لَا بُدَّ يَصِلُ

اور اگر تیری بداعمالیوں کی وجہ سے فتح باب میں تاخیر ہو تو
مایوس نہ ہو بلکہ اس دروازہ کو ہمیشہ بالحاح وزاری کھٹکھٹاتا رہ
کیونکہ جو شخص اس دروازے کو ہمیشہ کھٹکھٹائے جاتا ہے وہ
ضرور گھر میں پہنچ کر رہتا ہے۔

(۵) لُذْبِاِعْطَافِ الْمُرَجّٰى وَاعْتَصِمْ ، تَحْرَزِ النُّعْمٰى كَمَالاً ذَالْجَمَلِ

اس ذات کی پناہ پکڑ جو کہ ساری مخلوق کے لئے امید گاہ ہے
اور ایسی پناہ پکڑ جیسی کہ اونٹ نے پکڑی تھی اور انہیں کا
دامن پکڑ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تیرے گناہ معاف کر دیئے
جائیں گے۔

(ف) ایک اونٹ نے دربار سید دو عالم ﷺ میں آکر یہ شکایت کی کہ میں نے اپنے مالکوں کی چالیس سال خدمت کی ہے اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو انہوں نے میری خوراک کم کر دی اور کام زیادہ لینا شروع کر دیا ہے، اب یہاں ایک تقریب ہے تو اب مجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں، امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے اس کے مالکوں کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے اس کا اقرار کر لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے تم اس کو میرے لئے چھوڑ دو، چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا۔

استاذ محترم سید والا نسب مولانا بدر عالم مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز خلد آشیاں جنت البقیع کی داستان عشق کافی طویل ہے، آپ کی کتاب "شان حضور" (ﷺ) سے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں آپ نے فرمایا :-

السلام) ان کا استدلال قرآن حکیم کی آیت نمبر ۲۸۵ سورہ بقرہ سے ہے جس میں فرمایا لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ (ترجمہ) ہم فرق نہیں کرتے کسی ایک میں بھی اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے یہ آیت امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ پر نازل ہوئی جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام اس دور فانی سے جا چکے ہیں وہ آج بھی اسی طرح وصف رسالت اور نبوت سے موصوف ہیں جس طرح اپنے اپنے زمانہ میں تھے اگر یہ عقیدہ نہ رہا تو پھر سید دوعالم ﷺ کے متعلق بھی یہ کہا جا سکے گا کہ آپؐ اس دنیا سے تشریف لیجانے کے بعد حقیقتہً نبی اور رسول نہیں رہے بلکہ حکماً آپ کو رسول ماننا ضروری ہے۔

اس ارشاد کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جب سید دوعالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں یہ حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سب نبیوں پر ایمان لاؤ اور ان سے کسی ایک کی حیثیت یا حقیقت میں تفریق نہ کرو۔ تو اگر دنیا سے انتقال کے بعد سابقہ انبیا علیہم السلام حقیقتہً نبی نہ تھے کہ وہ مر گئے ہیں تو پھر ان پر ایمان لانے کا اور اس ایمان کو سب ایمان پر مساوی حیثیت سے تسلیم کرنے کا حکم بے سود ہے اور یہی بات تو پھر سید دوعالم ﷺ کے سفر آخرت کے بعد ان کے بارہ میں کہی جا سکے گی کہ آپؐ بھی ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کے بعد حقیقتہً نبی نہیں رہے حالانکہ یہ عقیدہ تو سراسر کفر ہے۔ اللھم احفظنا منہ

دوسرا حق یہ ہے کہ کمالات نبوت اور درجات نبوت کو بھی اس طرح وہبی یقین کرنا ہے ارشاد قرآنی ہے :۔

(۱) یَارَبِّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ یٰسٓ وَطٰهٰ ذِی الْمَکَارِمِ اَحْمَدٖ

(۲) بِاَبِیْ وَاُمِّیْ ذَالرَّسُوْلُ الْاَکْرَمُ نَفْسِی الْفِدَاءُ وَمَا مَلَکَتْ یَدِیْ

(۳) اَلْیَوْمَ یَا اَمَلِیْ وَیَاکُلَّ الْمُنٰی وَشَفَاعَتِیْ وَنِجَاحَ نَفْسِیْ فِی الْغَدِ

(۴) اَنْتَ الْکَرِیْمُ رَؤُفُنَاوَرَحِیْمُنَا یَا سَیِّدِیْ یَا سَیِّدِیْ یَا سَیِّدِیْ

(۵) فَبِحُبِّهٖ اَرْجُوا النَّعِیْمَ بِجَنَّةٍ وَحُظِّیْتُ فِی الدُّنْیَا بِعَیْشٍ اَرْغَدٖ

(۶) فِیْ فَرْحَةٍ مِنْ حُبِّهٖ وَمُسَرَّةٍ لَا زِلْتُ مُذْ اُدْعٰی بِاِسْمِ مُحَمَّدٖ

(تذکرہ مشائخ دیوبند، ص ۱۷۴)

(ترجمہ)

(۱) اے پروردگارِ عالم نبی کریم محمد و احمد و یٰس وطٰہٰ پر رحمتیں نازل فرما جو اخلاق کریمانہ میں بے نظیر ہیں (حضور انور ﷺ نے فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق)

(۲) اس رسول اکرم ﷺ پر میری جان، میرا سب مال اور میرے ماں باپ فدا ہوں

(۳) آج کے دن (اس دنیا میں) آپؐ ہی میری تمام امیدوں کا کامل سہارا ہیں اور قیامت میں میری جان کی خلاصی اور میری شفاعت کا مرکز بھی آپؐ ہی کی ذات عالی ہے۔

(۴) آپؐ ہی کریم ہیں اور آپؐ ہی ہم پر سب سے زیادہ شفیق اور سب سے زیادہ ہم پر رحم فرما ہیں اے میرے سردار، اے میرے سردار، اے میرے سردار۔

(۵) آپؐ ہی کی محبت کی برکت سے میں جنت کی نعمتوں کا امیدوار ہوں اور آپؐ ہی کی محبت کی برکت سے اس دنیا میں آرام کی زندگی مجھے عطا کی گئی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے مجھے جس طرح اس دنیا میں خوش و خرم رکھا ہے اسی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے سید دوعالم ﷺ کی محبت کی برکت سے ہمیشہ کے لئے خوش و خرم رکھے جب کہ مجھے محمد کے نام سے پکارا جائے (محمد یعقوب نام ہے جس کا عظیم جزء محمد ہے ﷺ)

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی دیوبند کے بہت بڑے عالم دین اور ادیب لبیب تھے انہوں نے قصیدہ بردہ کی شرح اردو زبان میں بہ نام عطر الوردہ لکھی ہے جو کہ نہایت ہی جامع اور عشق رسالت مآب سے لبریز ہے اس کے آخر میں آپ نے سید دوعالم ﷺ کی نعت شریف عربی مخمس کی طرز پر لکھی ہے جس کا پہلا اور آخری بند تبرکا اور استدلالاً درج کیا جاتا ہے، آپ نے فرمایا:۔

مامثل احمد فی الوجود کریما　کهف الوری بالمؤمنین رحیما
لنجا تنا یوم النشور زعیما　من قال فیه الهنا تعظیما
صلّوا علیه وسلموا تسلیما

قد ضاعت الاوقات ایۃ ضیعتی　یا خیبتے یا خیبتے یا خیبتے
اذضاق من کل الجوانب حیلتی　ماان اری غیر الحبیب وسیلتی
صلّوا علیه وسلموا تسلیما

(ترجمہ)

(۱) سید دوعالم ﷺ کی مانند اس کائنات میں کوئی بھی سخی اور کریم نہیں جو کہ ساری مخلوق کی جائے پناہ ہیں اور ایمان والوں پر بہت ہی زیادہ مہربان ہیں اور ہماری نجات کے لئے قیامت کے دن آپؐ کے لئے ہمارے معبود نے تعظیم کے طور پر یہ فرمایا ہے کہ آپؐ پر درود پڑھو اور کامل سلام بھیجو۔

(۴) میری ساری زندگی افسوس صد افسوس پوری طرح برباد ہو گئی اور جب کہ میری تمام کوششیں ہر طرف سے ناکام ہو گئیں تو اے میرے حبیب ﷺ جناب کے سوا میں کسی کو اپنا وسیلہ نجات نہیں سمجھتا، آپؐ پر درود پڑھو اور کامل سلام بھیجو۔

پانچواں حق، سید دو عالم ﷺ کا ادب اور احترام ہے اور یہ احترام دل کی گہرائی سے ہونا ضروری ہے، اگر آپ کے احترام قلبی میں ذرہ بھر بھی فرق آیا بلکہ اگر غیر ارادی طور پر بھی بے ادبی کا ظہور ہو گیا تو اس سے سب اعمال برباد ہو جائیں گے۔

قرآن عزیز نے سارے قرآن عزیز میں اجمالاً اور سورۃ الحجرات میں خصوصاً آداب نبوت کو سچے ایمان کی علامت قرار دیا ہے فرمایا۔

يَآيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوااَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْالَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِبَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُم وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْن O اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌO (آیت نمبر ۲ و ۳)

اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور نبی سے ایسے زور دار نہ بولو جیسا کہ آپس میں بولتے ہو کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے سب کام اور تم کو خبر بھی نہ ہو اور جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہی ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا ہے اللہ نے ادب کے واسطے ان

کے لئے معافی ہے اور بڑا ثواب ہے۔

اس ادب اور احترام کے واقعات حدیث، تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس کثرت سے مذکور ہیں کہ اس کتاب میں ان کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ اسی ادب کو برقرار رکھنے کے لیے راعنا کا کلمہ کہنے سے روک دیا گیا، اس کی مختصر سی کیفیت یہ ہے کہ :۔

"سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرام نے یہ عرض کیا کہ جناب ارشاد فرماتے وقت ہماری رعایت فرمایا کریں تاکہ ہم بات کو اچھی طرح سمجھ لیں اس کے لئے انہوں نے راعنا کا کلمہ عرض کیا جو کہ راع نا کا مجموعہ ہے یعنی آپ ہماری رعایت فرمایا کریں، مگر دربار نبوت کے گستاخ بے ایمان بھی اس کلمے کو لب و لہجہ بدلا کر دربار نبوت میں عرض کرتے تھے ان کا مطلب اس کلمہ سے یا تو راعینا کہنا تھا (یعنی تو ہمارا چرواہا ہے) اور یا راعن مراد تھی جس کا معنی بیوقوف ہے، بظاہر تو صحابہ کرام اور ان منافقوں گستاخوں کی کلام ایک ہی معلوم ہوتی ہے مگر دراصل وہ اس سے بے ادبی کا پہلو مراد لیتے تھے اس لئے خداوند قدوس نے جو دلوں کے رازوں کو جاننے والا ہے اور جس نے سید دو عالم ﷺ کی شان کو بے نظیر رفعت عطا فرمائی ہے مسلمانوں کو یہ کلمہ ہی بولنے سے منع فرما دیا ارشاد فرمایا :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ (البقرہ نمبر ۱۰۴)

اے ایمان والو! مت کہو راعنا کا کلمہ بلکہ کہو انظرنا اور نبی علیہ السلام کی بات کو سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے"

(ف) خطاب تو مسلمانوں کو فرمایا مگر آخر میں فرمایا کہ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے یعنی سید دوعالم ﷺ کی شان میں خبث باطن رکھنے والا کافر ہے اور ایسے کلمات سے یاد کرنے والا بھی کافر ہے جن سے بے ادبی ہو سکتی ہو۔

اس لئے علماء اسلام نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کتاب میں ایسی عبارت ہو جس سے حضور انور ﷺ کی بے ادبی کا شبہ ہو تو اس کا مٹانا ضروری ہے اگر طاقت ہو۔

چھٹا حق، سید دوعالم ﷺ کا، آپ کو اپنی جان، مال اور خود اپنی ذات سے محبوب سمجھنا ہے یہ محبت شرعاً فرض ہے اور یہ نجات کا عظیم وسیلہ ہے صحیح حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی! آپ نے فرمایا "کچھ اس کے لئے تیاری بھی کی ہے؟" اس نے عرض کیا "مجھے آپ سے محبت ہے" اس پر آپ نے فرمایا:۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی۔

آنحضرت ﷺ کی محبت ہی عین ایمان ہے، اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، یہاں صرف چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

رحمت دو عالم ﷺ کے ساتھ محبت

کے چند واقعات

جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے دور صحابہؓ کے بعد آنے والے مسلمانوں کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا ہے (شاید اسی خواہش کی بناء پر آپؐ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہوں) ایک حدیث پاک میں سید دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے :۔

مَنْ اَشَدُّاُمَّتِیْ لِیْ حُبًّانَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ رَاٰنِیْ بِاَھْلِہٖ وَمَالِہٖ۔(الشفاء، جلد ۲ص ۱۷)

میری امت میں سے میرے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ مسلمان ہیں جو اس بات کو دل سے پسند کریں گے کہ مال اور اولاد کے بدلے میں بھی میری زیارت کا شرف حاصل ہو سکے تو در گذر نہ کریں گے۔

(۱) حضرت بلالؓ کی موت کا جب وقت قریب آیا تو ان کی بیوی نے آہ و بکا کے ساتھ غم اور پریشانی کا اظہار کیا، آپ نے اس حالت میں فرمایا :۔

واطرباه غداً القیٰ الاحبة محمّدا و حزبه۔(ص ۱۸)

کتنی خوشی کی بات ہے کہ کل اپنے محبوب بندوں سے ملوں گا۔ یعنی سید دو عالم ﷺ اور صحابہ کرامؓ۔

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں ایک عورت آئی

اور درخواست کی کہ مجھے سید دوعالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی اجازت دی جائے چنانچہ جب اس نے آپ کا مزار پر انوار دیکھا تو اس قدر روئی کہ روح پرواز کر گئی۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۹)

(۳) اسلام کے ابتدائی دور میں جبکہ مکہ مکرمہ کے کافروں نے حضرت زید بن الدثنہؓ کو شہید کرنے کے لئے ارض حرم سے باہر نکالا تو ابو سفیان بن حرب نے ان سے کہا میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تیری جگہ آج محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا جاتا اور تو اپنے گھر بال بچوں میں آرام سے رہتا، حضرت زیدؓ نے فرمایا:۔

"یہ تو بہت بڑی بات ہے میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ سید دوعالم ﷺ کو کانٹا چبھے اور میں آرام سے بیٹھا رہوں"

اس پر ابو سفیان نے کہا میں نے ساری زندگی میں کسی کو کسی کیساتھ ایسی محبت کرنے والا نہیں دیکھا جیسا کہ محمد کے ساتھی محمد سے محبت کرتے ہیں۔ ﷺ (الشفاء ج ۲ ص ۱۹)

(۴) مشہور محدث ابو ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حدیث ہیں جب بھی سید دوعالم ﷺ کا اسم گرامی لیتے فرط عقیدت اور محبت سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب حضور انور ﷺ کا اسم گرامی لیا جاتا تو آپ کے چہرہ کی رنگت ادب اور احترام کی وجہ سے بدل جاتی۔ مدینہ منورہ کے سید القراء محمد بن المنکدر سے جب کوئی حدیث پوچھی جاتی تو آپ اس قدر روتے کہ دیکھنے والوں کو رحم اور ترس آجاتا۔ یہی حال مشہور محدث اور صوفی صفوان بن سلیم کا تھا وہ تو اس قدر روتے کہ لوگ ان سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ یہی حال اکثر محدثین اور عاشقان

سید دوعالم علیہ کا تھا۔ (اور اب بھی ہمارے اکابر درس حدیث میں باوضو اور نہایت خشوع کے ساتھ حدیث کا درس دیا کرتے تھے اور ان کی آنکھیں حب نبوی سے پر نم رہا کرتی تھیں)

(۵) سید دوعالم علیہ کے ساتھ محبت اور آپ کی معیت وخدمت کا ارادہ اور پر خلوص جذبہ صحابہ کرام کے بعد بھی باعث رحمت رہا ہے اور اب بھی ہے جیسا کہ الشفاء ہی میں ہے کہ ملک خراسان کے ایک بادشاہ صُفّار نامی کو ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھنے والے نے برزخ کے حالات پوچھے تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ایک مخلصانہ ارادے اور دلی تمنا کے اجر میں مجھے بخش دیا۔ میں نے ایک دن اپنے علاقہ کے ایک پہاڑ پر چڑھ کر اپنی فوج کو دیکھا تو میرا دل ان نوجوانوں اور مجاہدوں کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا، میں نے اس دلی خواہش کا اظہار کیا کہ کاش "اگر میں دور نبوت میں ہوتا تو اپنی ساری توانائی اور طاقت کو حضور انور رحمت دوعالم علیہ کے قدموں میں نثار کر کے دین کی خدمت کرتا"۔ اللہ تعالیٰ نے اس مخلصانہ تمنا کے اجر میں مجھے بخش دیا۔ (ج ۲ ص ۱۷)

(۶) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مرض الموت میں ایک دن پوچھا کہ آج کونسا دن ہے تو آپ کو بتایا گیا کہ آج سوموار کا دن ہے تو آپؓ نے فرمایا: ارجو افیما بینی و بین اللیل چنانچہ اسی رات کو رحلت فرما گئے اور منگل کے دن دفن کر دیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ

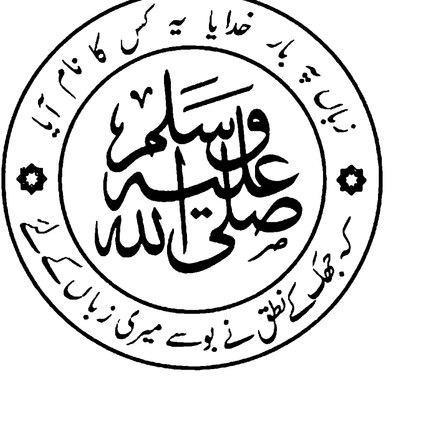
(ف) چونکہ سوموار کو سرکار دوعالم علیہ اس دار فانی سے تشریف لے گئے اسی لئے حضرت صدیقؓ نے تمنا فرمائی جو پوری ہوئی۔ امام بخاریؒ نے اس پر ایک باب باندھا ہے۔ (باب موت یوم الاثنین)

(۷) سلمہ بن الاکوعؓ ہمیشہ مسجد نبویؐ میں اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی

کوشش کرتے تھے جس کے پاس حضور انور ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ (باب الصلوٰۃ الی الاسطوانہ بخاری)

(۸) سالم بن عبداللہ بن عمرؓ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ان تمام جگہوں پر نوافل ادا کرتے تھے جہاں جہاں ان کے والد عبداللہ نے نماز ادا کی تھی کہ ان مقامات پر سید دوعالم ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی۔

(بخاری باب المساجد علی طریق المدینہ)



حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی ارشادات کی روشنی میں

سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امت کا تعلق دوامی رکھنے کے لئے امت کے گنہگاروں کو یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے کے لیے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہو کر آپؐ سے درخواست استغفار کیا کریں جب سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے دربار خداوندی سے مغفرت کی درخواست فرماویں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور رحم و کرم فرماوے گا، ارشاد فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝

(النساء، آیت نمبر ۶۴)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانا جائے اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ جب برا کیا تھا انہوں نے اپنے آپ کے لئے آتے جناب کے پاس پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو اللہ تعالیٰ کو ضرور معاف کرنے والا مہربان پاتے۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ سے جب بھی کوئی غیر ارادی لغزش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما کر ان کے لئے اپنی رضامندی کی سند عطا فرمادی اور یہی طریقہ

سید دوعالم ﷺ کے بعد بھی رہا اور اب تک اسی پر امت کا عمل ہے صرف دو واقعات درج کئے جاتے ہیں :۔

(۱) ابو صالح حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سید دوعالم ﷺ کے سفر آخرت کے تین دن بعد ایک دیہاتی مسلمان آیا اور سید دوعالم ﷺ کے مزار عالی کے ساتھ چمٹ کر اپنے سر پر اس مٹی کو ڈالتے ہوئے کہنے لگا یا رسول اللہ (ﷺ) آپؐ نے ہم کو اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا اور ہم نے سنا آپؐ نے یاد کرایا اور ہم نے اس کو یاد رکھا، اسی کلام الٰہی میں یہ بھی ہے کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ساری آیت اس نے پڑھ کر کہا کہ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا (گناہ سرزد ہو گیا) حاضر ہو گیا ہوں کہ آپؐ مجھے اللہ تعالیٰ سے بخشوا دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کو قبر مبارک کے اندر سے ندا آئی کہ تیری مغفرت ہو گئی۔

(تفسیر قرطبی سورۃ النساء ج ا ص ۲۶۵)

یہ واقعہ تو دور صحابہ کرام کا ہے اور اس کے راوی حضرت علیؓ ہیں اور اس کو نقل کرنے والے مشہور محدث اور مفسر علامہ قرطبی ہیں۔

(۲) علماء کرام کی ایک جماعت نے جن میں سے شیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب الشامل نامی میں علامہ عتبی سے ایک مشہور حکایت نقل فرمائی ہے کہ :۔

عتبی فرماتے ہیں کہ میں سید دوعالم ﷺ کے مزار اقدس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دیہاتی نے حاضر ہو کر کہا السلام علیک یارسول اللہ میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ولوانهم اذظلموا انفسهم (پوری آیت) سنی ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ خداوند قدوس سے حضور میری شفاعت فرما کر میرے گناہ بخشوا دیں اور یہ شعر پڑھا ۔

نفسي الفداء لقبر انت ساكنه فيه العفاف وفيه الجود والكرم

(ترجمہ) میری جان اس قبر پر قربان ہو جائے جس میں آپ آرام فرما ہیں کہ اس میں پاکدامنی ہے اور اس میں سخاوت اور بخشش ہے۔

اس کے بعد وہ دیہاتی مسلمان چلا گیا اور میری آنکھ لگ گئی تو میں سید دوعالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا آپ نے فرمایا اے عتبی اس اعرابی کو جا کر بشارت دے دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۰۱)

وكتاب المغنى جلد ٣، ص ٥٨٩، از علامه ابو محمد عبدالله بن محمد بن قدامه (م سنہ ٦٢٠ هج) وشرح كبيرج ٣ ،ص ٤٩٤، از شمس الدين عبدالرحمن بن قد امه المقدسى (م سنہ ٦٨٢ هج)

عقیدہ استشفاع سے انحراف

نفاق کی علامت ہے

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اپنے اعمال پر فیصلہ ہو گا کسی کی شفاعت کوئی فائدہ نہیں دے گی اور اس کے لئے ان آیات کو پیش کرتے ہیں جن میں کافروں کے لئے شفاعت کے غیر مفید ہونے کو فرمایا ہے حالانکہ ازروئے قرآن عزیز مسلمانوں کے لئے دربار خداوندی سے مغفرت کا طلب کرنا ثابت ہے جیسا کہ :-

(۱) حاملان عرش مجید اور دوسرے ملائکہ کے دو کام ارشاد فرمائے :-

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآءِ هِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۝

(المؤمن آیت نمبر ۷ تا ۹)

وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ فرشتے جو عرش

کے اردگرد ہیں وہ (ایک تو) اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے
ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور (دوسرے) اللہ تعالیٰ سے
مغفرت مانگتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے
(مسلمان ہوئے) یوں کہتے ہوئے تو نے گھیر رکھا ہے ہر چیز
کو اپنی رحمت اور علم میں پس بخش دے ان کو جو گناہوں سے
لوٹ آئے اور تیری راہ پر چلے اور ان کو آگ کے عذاب سے
بچالے اے ہمارے رب اور ان کو داخل کر دے ہمیشہ رہنے
والی ان جنتوں میں جن کا تو نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے اور
ان کو جنت میں داخل فرمادے جو نیک ہوں ان کے باپ
دادوں میں سے ان کی بیویوں خاوندوں میں سے اور ان کی
اولادوں میں سے بیشک تو غالب ہے اور بڑی حکمت والا ہے
اور ان کو بچالے بری حالت سے اور جس کو تو نے آج بچالیا
برائی سے تو نے اس پر رحم فرمادیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

(۲) خداوند قدوس نے جناب رسول اکرم ﷺ کو صحابہ کرامؓ کے لئے مغفرت طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے :۔

وَاسْتَغْفِرْلَهُمْ.(آل عمران آیت نمبر ۱۵۹)

اور ان کے لئے مجھ سے مغفرت طلب کریں۔

یہ آیت سورہ آل عمران کی ہے جس کا تعلق ان صحابہ کرام کے ساتھ ہے جنہوں نے اس درہ کو چھوڑ دیا تھا جہاں سید دو عالم ﷺ نے ان کو مقرر فرمایا تھا۔

(۳) فتح مکہ کے بعد بھی مشرف بہ اسلام ہونے والوں کے لئے ان کے سابقہ گناہوں کی مغفرت کے لئے خداوند قدوس نے آپ کو حکم فرمایا کہ ان کے لئے

بھی مجھ سے مغفرت طلب کریں۔

اِذَاجَآءَ نَصْرُاللهِ وَالْفَتْحُ٥ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ
فِیْ دِیْنِ اللهِ اَفْوَاجًا٥ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ
اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا٥ (سورۃ النصر)

جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی اور مکہ فتح ہو جائے گا اور تو دیکھے گا کہ لوگ جوق در جوق اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوں گے پس اپنے رب کی حمد و ثناء کہیں اور اس اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہ بخشوائیں بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اس سورۃ میں جو کہ آخر عمر میں نازل ہوئی سید دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد و ثنا کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ اب ان کے گناہ بخشوائیں۔
حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ علیہ نے موضح القرآن میں فرمایا :۔

"اب امت کے گناہ بخشوا کر درجہ شفاعت کا ملے"۔

تنبیه :۔ مودودی صاحب کا قلم یہاں بھی شان نبوت کو اجاگر کرنے کی بجائے بہت بڑی لغزش کر گیا، مودودی صاحب نے اس تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ :۔

"یعنی اپنے رب سے دعا مانگو کہ جو خدمت اس نے تمہارے سپرد کی تھی اس و انجام دینے میں تم سے جو بھول چوک یا کوتاہی بھی ہوئی ہے اس سے چشم پوشی اور درگذر فرمائے"
(تفہیم القرآن ج ٦، ص ٥١٧ سورۃ النصر)

(۴) اسی طرح سورۃ النور میں فرمایا :۔

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللهَ اِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیں بیشک اللہ تعالیٰ
بخشنے والا مہربان ہے۔(آیت نمبر ۶۲)

(۵) سورۃ الممتحنہ میں بیعت کرنے والی عورتوں کے بارہ میں ارشاد فرمایا :۔

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.(آیت نمبر ۱۲)

اور ان مسلمان عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں
بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان تمام آیات کو ملانے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سید دو عالم ﷺ کو مقام شفاعت عطا فرمایا گیا ہے تاکہ امت کے لئے طلب مغفرت فرماویں اور امت اس کو اپنے لئے باعث نجات اور وسیلہ فلاح سمجھے چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس شرف کو بھی حاصل کیا مگر منافقوں نے آپ کو استغفار کے لئے وسیلہ بنانے کو کفر سمجھا اور سر تابی کی، قرآن حکیم نے سورۃ المنافقون میں اس امر کا ذکر فرمایا کہ جب ان سے دربار سید دو عالم ﷺ کے حق میں گستاخانہ کلام نکلا اور ان کے دوسرے منصوبے بھی ناکام ثابت ہوئے جو اسلام اور سید دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام کے لئے مذموم ارادوں پر مشتمل تھے تو صحابہ کرام نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو یہ مشورہ دیا کہ دربار رحمت دو عالم میں حاضر ہو کر درخواست کرے تاکہ آنحضرت ﷺ اس کے لئے دربار خداوندی سے مغفرت طلب فرما لیں، تو اس نے جو کیا اس کو قرآن حکیم نے بیان فرمایا اور جو کہا اس کو حدیث و تفسیر میں بیان فرمایا، ارشاد قرآنی ہے :۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا
رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝
(المنٰفقون آیت نمبر ۵)

اور جب ان (منافقوں) سے کہا جاتا ہے کہ آؤ کہ تمارے لئے
اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے تو وہ اپنے
سروں کو مٹکاتے ہیں اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ اس بات سے
رک جاتے ہیں غرور اور تکبر کی حالت میں۔

اس کی تفسیر میں مفسرین کرام نے یہ فرمایا :۔

"جب بعض مسلمانوں نے عبداللہ بن ابی کو یہ مشورہ دیا کہ دربار سید دوعالم ﷺ میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کرے تاکہ حضور انور ﷺ تیرے لئے دست مغفرت پھیلائیں، تو اس نے کہا۔ تم لوگوں نے مجھے پہلے اسلام لانے کا مشورہ دیا جو میں نے قبول کر لیا اور اسلام لے آیا پھر تم نے مجھے زکوٰۃ ادا کرنے کا مشورہ دیا وہ بھی میں نے قبول کر کے زکوٰۃ ادا کر دی اب تمہارے لئے یہی بات باقی تھی کہ تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں محمد ﷺ کو سجدہ کروں"۔ چنانچہ سر مٹکاتے ہوئے چلا گیا۔ (روح المعانی)

یعنی منافق سید دوعالم ﷺ کے حضور استغفار کے لئے حاضری کو شرک سمجھتے تھے، چنانچہ رحمت دوعالم ﷺ کو یہ فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا خواہ آپ ان کے لئے رحمت للعالمین ہونے کی وجہ سے بخشش طلب فرمادیں جیسا کہ اسی سورت کی آیت نمبر ۶ میں ہے، اور سورۃ توبہ میں بھی ارشاد فرمایا :۔

اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ
اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی مغفرت طلب فرمادیں تب

بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہر گز نہ بخشے گا۔ (آیت، ۸۰)

(ف) اور اب بھی زائرین سید دوعالم ﷺ کو فقہ حنفی کا یہی حکم ہے کہ دربار سید دوعالم ﷺ میں حاضری کے وقت یہ حالت ہو کہ :۔

ویمثل صورته الکریم البهیته صلی الله علیه واله واصحابه وسلم کانهٗ نائم فی لحده یسمع کلامه ثم یقف عند راسه ﷺ ویقول اللّهم انك قلت وقولك الحق ولوانهم اذظلموا انفسهم (الآیة) وقد جئنك سامعین قولك طائعین امرك مستشفعین بِنَبِیّكَ اِلَیْكَ۔

(طحطاوی شرح در مختار۔ ج ۱ ص ۸۹۹)

سید دوعالم ﷺ کی مبارک صورت کا اس طرح تصور کرے گویا آپ اپنی لحد مبارک میں سوئے ہوئے ہیں اور اس کی بات سن رہے ہیں پھر سید دوعالم ﷺ کے سر مبارک کے پاس آکر یہ عرض کریں، یا اللہ تو نے فرمایا ہے اور تیرا فرمانا بالکل سچ اور صحیح ہے (یہ کہ) جب یہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے (پوری آیت پڑھ لے) تو ہم آپ کے ارشاد کو سن کر تیرے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے تیرے نبی ﷺ کو تیرے دربار میں وسیلہ شفاعت پیش کرتے ہیں۔

شارح ہدایہ علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :۔

ثم یسئال النبی ﷺ الشفاعة فیقول یارسول الله اسئلك الشفاعة واتوسل بك الی الله فی ان اموت

مسلماً علی ملتك وسنتك۔ (فتح القدیر، ج ۲ص ۳۳۷)

صلوٰۃ وسلام کے بعد سید دوعالم ﷺ سے شفاعت کا سوال کرے اور یوں کہے یارسول اللہ ﷺ میں جناب سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کا وسیلہ پکڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری موت آپؐ کی ملت اور آپؐ کی سنت پر فرمائے۔

علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مسلک اور یہی طرز عمل ہے جیسا کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے اپنی کتاب زبدۃ المناسك میں (جو کہ حج اور زیارت کے احکام اور اعمال پر مشتمل ہے) فرمایا ہے۔

"جب سید دوعالم ﷺ کے دربار عالی میں زیارت کا شرف حاصل ہو تو سلام عرض کر کے اپنی شفاعت کی درخواست کرے اور اگر کسی دوسرے آدمی نے سلام اور شفا کی درخواست کا کہا ہو تو یوں کہے :۔

السلام علیك یا رسول اللّٰہ ﷺ من فلان بن فلان یستشفع بك الی ربك۔

یارسول اللہ ﷺ آپ پر فلاں کے بیٹے فلاں کی طرف سے سلام ہو وہ جناب سے درخواست کرتا ہے کہ آپؐ اس کی مغفرت کا وسیلہ بن کر دربار خداوندی میں شفاعت کریں"

بلکہ حضرت گنگوہیؒ نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروقؓ پر بھی سلام کہہ کر یہ درخواست کرے کہ آپ دونوں بھی سید دوعالم ﷺ کے دربار میں میری شفاعت کے سوال کا وسیلہ بنیں۔

عرض اعمال بحضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

بعض روایات میں یہ بات ثابت ہے کہ زندہ انسانوں کے اعمال ان کے واقف کار مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں اور وہ اپنے پسماندگان کے اچھے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے برے اعمال سے غمناک ہوتے ہیں جیسا کہ سید دو عالم ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابو الدرداءؓ فرمایا کرتے تھے اِنَّ اَعْمَالَکُمْ تُعْرَضُ عَلٰی مَوْتَاکُمْ فَیُسِرُّوْنَ وَیَسَآءُ وْنَ

(ضمیمہ کتاب الزہد، از ابن مبارک، ص ۴۲)

اور اسی روایت میں حضرت ابو الدرداءؓ نے یوں بھی فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :۔

"یا اللہ مجھے ایسے اعمال سے بچا جب میری اپنے ماموں عبد اللہ بن رواحہؓ کے ساتھ ملاقات ہو تو وہ مجھ پر غصہ سے ہوں"

ایک روایت میں یوں بھی ارشاد نبی کریم ﷺ ہے کہ تم ایسے اعمال نہ کرو جس سے تمہاری اموات کو دکھ اور رسوائی ہو۔ (روح المعانی سورۃ النحل)

اکثر ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں کہ بعض اموات کسی اچھے کام پر خواب میں آکر تحسین کرتے ہیں اور کسی برے کام پر سرزنش کر جاتے ہیں، اور سید دو عالم ﷺ پر امت کے اعمال کا پیش ہونا کئی احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ :۔

"حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور انور ﷺ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں آپؐ اعمال خیر کو دیکھ

نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں"

(تفسیر عثمانی سورۃ النحل آیت نمبر ۸۹)

الغرض ان تمام امور سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ سید دوعالم ﷺ روضہ اقدس میں حیات ہیں اور یہی عقیدہ مذاہب اربعہ اور اہلحدیث حضرات کا ہے۔

مذاہبِ اربعہ کا عقیدہ دربارہ حیات النبی ﷺ

یہ عقیدہ ہر چہار مذاہب کے ہاں ضروری ہے ہر مسلک کے جلیل القدر علماء اور اولیاء کو یہ شرف عظیم حاصل ہوا ہے اور اس پر انہوں نے مدلل کتابیں لکھی ہیں جیسا کہ احناف میں سے ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہم، حنابلہ میں سے سید الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مالکیہ میں سے مفسر القرآن امام قرطبی، ابن الحاج، حافظ ابن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہم، شوافع میں سے امام غزالی، علامہ بارزی، علامہ السبکی رحمۃ اللہ علیہم نے اس عقیدہ پر مفصل کتابیں شائع کی ہیں۔

اکابر علماء اہل حدیث کا عقیدہ

حیات قبر اور حیات النبی ﷺ کے متعلق

(۱) اہل حدیث کے امام اور اہل سنت والجماعت کے واجب الاحترام علامہ محمد ابن علی شوکانی یمنی (م ۱۲۵۰ھ) نے اپنی مستند اور مقبول کتاب "نیل الاوطار" میں حیات النبی ﷺ کے بارے میں جملہ احادیث نقل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل فیصلہ فرمایا ہے :-

وعن اوس بن اوس رواه الخمسة الا الترمذی الحديث الاوّل اخرجهٗ ايضاً ابن حبان فی صحيحهٖ والحاكم فی مستدركهٖ وقال صحيح علی شرط البخاری ولم يخرجاه وذكرابن ابی حاتم فی العلل والاحاديث فيها مشروعية الاكثار من الصّلٰوة علی النبی ﷺ يوم الجمعةوانها تعرض عليهﷺوانّهٗ حیٌّ فی قبرهٖ وقداخرج ابن ماجه باسنادجيّدانهٗ ﷺ قال لابی الدرداءؓ ان اللّٰه عزّوجل حرم علی الارض ان تاكل اجسادالانبياء وفی رواية للطبرانی ليس من عبديصلی علیّ الا بلغنی صلوٰتهٗ قلناوبعد وفاتك قال وبعد وفاتی ان اللّٰهعزّوجلّ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء وقد ذهب جماعة من المحققين الی ان رسول اللّٰهﷺحیّ بعدوفاتهٗ وانه يسر بطاعات امّته كماوردالنص فی كتاب اللّٰه فی حق الشهدأ انهم احيأ يرزقون وان الحيات فيهم متعلقة بالجسدفكيف بالانبيأ والمرسلين ۔

اور احادیث میں ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ پر جمعہ کے دن درود شریف زیادہ پڑھا جائے اور یہ بھی احادیث میں ہے کہ آپؐ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، ابن ماجہ نے صحیح سند

کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ کریم نے زمین پر
انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ کھانے حرام کر دیئے ہیں، اور
طبرانی کی روایت میں ہے کہ جب کوئی بندہ مجھ پر درود پڑھتا
ہے تو وہ مجھ کو پہنچتا ہے ہم (صحابہؓ) نے عرض کیا کہ حضرتؐ
آپؐ کی وفات کے بعد بھی پہنچے گا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں
میرے اس دنیا سے ظاہر چلے جانے کے بعد بھی، اس لئے
کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے
اجسام کو کھائے اس لئے محققین علماء کی جماعت کا مذہب یہ
ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور وہ اپنی
امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں جب قرآن کریم میں
شہداء کے متعلق ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور
ان کی زندگی جسم کے ساتھ ہے تو پھر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والتسلیم اور مرسلین کے لئے اس کا انکار کس طرح کیا جا سکتا
ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۲۴)

(نوٹ) یہی علامہ شوکانی اپنی مشہور کتاب "تحفۃ الذاکرین، ص ۳۴" میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ روح سے مراد نطق کا لوٹانا ہے اس لئے کہ حضور انور ﷺ کا روح تو قبر میں بھی آپؐ سے جدا نہیں ہوتا، امام شوکانیؒ نے "حصن حصین" کی شرح "تحفۃ الذاکرین" میں فرمایا ہے :۔

"وقد تقدم الجمع بين الاحاديث الدالة على انَّ
الانبيأ احياء فى قبورهم والاحاديث مصرحة بان
الله يَرُدُّ عليه روحهٗ عند سلام من سلّم عليه

......روح کاایک معنی یہ بھی ہے کہ ،قیل والمراد برد الروح النطق لانہ ﷺ حیّ فی قبرہ وروحہ لاتفارقہٗ. جس کی تشریح گذر چکی ہے۔

(نوٹ) رسالہ امام شوکانیؒ (مولفہ مولانا محمد حنیف بھوجیانی مصدقہ مولانا محمد اسمٰعیلؒ گوجرانوالہ) میں اس کتاب "تحفۃ الذاکرین" کو امام شوکانی کی تصنیف تسلیم کیا گیا ہے جس کا نمبر ۹ ہے۔

(۲) علامہ ابن قیم نے فرمایا؎

فکانہ فی القبر حیّ ناطق فالواقفون نواکس الاذقان

جماعت اہلحدیث ہندیہ کے امام اور محدث اعظم حضرت میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اعلی اللہ مقامہ وقدس سرہ العزیز فرماتے ہیں :۔

"اور حضرات انبیاء کرام (علیہم السلام) اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے، چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے لیکن کیفیت حیات کی ان کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اوروں کو یہ کیفیت بخوبی معلوم نہیں" (ضمیمہ فتاویٰ نذیریہ ص ۵۵)

(۳) قابل احترام بزرگ محدث و مفسر نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں چنانچہ آپ نے اپنی کتاب "التنکیت فی شرح ابیات التثبیت" میں فرمایا ہے :۔

"احادیث متواتر اند برانکہ عود می کند روح بسوئے بدن وقت سوال وایں تعلق ہمیشہ ے ماند اگرچہ جسد جان دریدہ و

متفرق و منقسم گردد و سوال بدن بلا روح قول طائفہ است و
جمہور انکارش کردند و دیگر در بر ابر ایشاں گویند کہ سوال روح
رلبلابدن است و ایں غلط فاحش است ورنہ قبر رلبدان
اختصاص نہ باشد،،(ص ۲۳، ۲۴، ۲۵ مطبوعہ ۱۲۹۲ھ)

کتاب کے شروع میں حضرت عمرؓ کو آپ کا یہ فرمانا کہ قبر میں شعور اور ادراک تمہارے ساتھ رہے گا گذر چکا ہے اس روایت کی توثیق اور تائید نواب صاحب نے کرتے ہوئے اپنی کتاب "حضرات التجلی" کے ص ۴۷ میں نقل فرمایا ہے۔قال البیھقی والانبیاء علیھم السلام بعد ماقبضوا ردّت الیھم ارواحھم فھم احیاءٌ عند ربھم۔

نواب صاحب اپنے سفر نامہ حج "رحلۃ الصدیق" میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ اردو میں یہ ہے کہ :۔

"حضور نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ قریب سے صلوٰۃ
وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے فرشتے پہنچاتے ہیں جیسا کہ
صحابہ کرامؓ کا معمول تھا"(رحلۃ الصدیق ص ۸۰)

متذکرہ بالا حوالہ جات سے یہ بات ظاہر ہے کہ :۔

(الف) موت کے بعد بھی روح کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے۔
(ب) عذاب اور ثواب اسی قبر میں ہے جہاں بندہ دفن کیا جاتا ہے۔
(ج) بدن گل جائے یا سڑ جائے تب بھی روح کا تعلق رہتا ہے۔
(د) اسی بدن یا اس کے ذرات کے ساتھ ادراک اور شعور باقی رہتا ہے۔
(ر) جناب رسول اکرم ﷺ قریب سے صلوٰۃ و سلام کو خود سنتے ہیں۔
(س) صحابہ کرامؓ کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ دربار نبوت میں سلام پیش کیا کرتے تھے

(۴) ابوداؤد کے شارح علامہ شرف الحق عظیم آبادی نے ابوداؤد کی شرح "عون المعبود" میں علامہ جلال الدین سیوطی کے رسالہ "انباہ الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء" اور محدث کبیر علامہ بیہقی کے رسالہ "حیاۃ الانبیاء" اور "کتاب الاعتقاد" سے استناد کرتے ہوئے انبیاء کرام اور سید دوعالم ﷺ کی حیات مبارکہ کے متعلق ارشاد فرمایا وَ هُوَ حَیٌّ دَائِماً (آپ ﷺ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں)

معلوم ہوا کہ اہل سنت والجماعۃ کے سب فرقے حیات النبی ﷺ کے عقیدہ پر متفق ہیں یہ عقیدہ کسی کا بھی نہیں کہ جسد اطہر روضۂ انور میں سلامت تو ہے مگر روح کا تعلق نہیں ہے۔

مشہور محدث اور مفسر علامہ محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ (م ۹۰۲ ھ) نے رسول اللہ ﷺ کے حی علی الدوام پر بادلیل بحث فرمائی ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ ونحن نومن و نصدق بانہ ﷺ حی یرزق فی قبرہ ومن جسدہ الشریف لاتاکلہ الارض والا جماع علی ھذا۔

(القول البدیع ص ۱۷۱، ۱۷۲)

تنبیہ :۔ حیات بعد الموت کے منکرین ان کتابوں کی تخفیف کرتے ہیں جن میں اس زندگی کا ذکر ہے اس لئے ایسے لوگوں کے لئے علامہ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت درج کی جاتی ہے جو آپ نے اپنی کتاب "حضرات التجلی من نفحات التخلی" (مطبوعہ ۱۲۹۸ھ) میں فرمائی ہے :۔

"میں نے "ابیات تثبیت" کی ایک مفصل شرح لکھی ہے جس
میں حیات قبر اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کو ثابت کیا ہے،
امام سیوطیؒ نے بھی اسی موضوع پر ایک مدلل کتاب لکھی ہے
جس کا نام "شرح الصدور" ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ان کتب کا مطالعہ کرے اور ان سے نصیحت حاصل کرے مگر میں دیکھتا ہوں کہ آج عالم اور جاہل اکثر دنیاوی خواہشات کے لئے سرگرم عمل ہیں اور ان کتابوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں"

(ص ۴۷)

نواب صدیق حسن خان مرحوم خود دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور شرف سلام سے مشرف ہوئے اسی سفر کے حالات کو اپنی مشہور کتاب "رحلة الصدیق" میں ذکر فرمایا۔

مرحوم علامہ عبدالحمید الخطیب شیخ الحرم و سابق رکن مجلس شوریٰ حکومت سعودیہ فرماتے ہیں کہ :۔

"جب میں مسجد حرام میں مدرس تھا تو مجھ سے شام کے حاجی نے آکر شکایت کی کہ میں بیت اللہ شریف کے مطاف میں الصلوٰة والسلام علیك یا رسول الله کہہ رہا تھا کہ ایک عالم نے جو اپنے آپ کو نجدی ظاہر کرتا ہے روک دیا میں نے جناب شیخ لبن مانع اور جناب شیخ عبدالظاہر امام مسجد حرام سے پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا کہ اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، مگر جس نے روکا ہے وہ ان کے خلاف برا بھلا کہہ رہا ہے یہ بات اور اس قسم کی دوسری باتیں لوگوں کی نظر میں وہابیہ نجدیہ کی حقارت کا باعث بنی ہوئی ہیں کیا واقعی علمائے نجدیہ وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ الصلوٰة والسّلام علیك یا رسول الله کہنا حرام ہے تو میں نے اس کو جواب دیا کہ تمام

اسلاف وہابیہ اس سلام کو جائز قرار دیتے ہیں، بعض لوگ خواہ مخواہ اپنے غلط عقائد کو وہابیہ کے ساتھ خلط ملط کر کے وہابیہ کو بدنام کر رہے ہیں جیسا کہ انڈونیشیا میں ایک جماعت اور نیز وہابیہ کے خلاف ہیں تو اس سے متاثر ہو کر میں نے یہ قصیدہ لکھا اور اس کو اجلہ علمائے نجد کے سامنے پیش کیا سب نے تصویب فرمائی" (دیباچہ ص ۴، ۶)

کچھ دنوں کے بعد میں مدینہ منورہ سردار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جب میں مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گیا تو مجھ کو ایک صالح اور متقی انسان ملا جس نے کہا کہ میرا نام شیخ احمد ہے اور میں دربار پر انوار کا خادم ہوں مجھے جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو قصیدہ تو نے حضور ﷺ کی نعت میں لکھا ہے اسے روضہ اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھیں، چنانچہ خطیب صاحب نے بیان کیا کہ وہ قصیدہ میں نے روضہ اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھا، اس قصیدہ کا نام "تحیة للحبیب" ہے اور وہ مصر میں طبع ہو چکا ہے جیسا کہ خطیب صاحب نے اپنی کتاب "اسمی الرسالات ص ۲۱۸" میں کہا ہے۔

اس قصیدہ مبارکہ کے چند اشعار تبرکاً درج کرتا ہوں

(۱)

رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا مَنْ قَدْ حَبَاهُ   اِلٰهُ الْعَرْشِ بِالنِّعَمِ الْجَسَام
وَسَوَّدَهُ عَلٰی کُلِّ الْبَرَایَا   وَرَفَعَهُ اِلٰی اَعْلَی الْمَقَام
لِهٰذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ   اَتَیْتُ مُقَدِّمًا کُلَّ اِحْتِرَام
وَحَسْبِیْ اَنْ تَرُدَّ عَلَیَّ سَلَامِیْ   بِنَفْسِكَ یَا حَبِیْبِیْ بِالسَّلَام
فَقَدْ بَشَّرْتَنَا قِدْمًا بِهٰذَا   وَاَنْتَ الْیَوْمَ اَسْمَعُ لِلْکَلَام

(۲)

عَلَیْكَ سَلَامُ اللّٰهِ یَاسَیِّدُ الْوَرٰیٰ
وَمَنْ قَدْ رُهٗ عِنْدَ ا لْاِلٰهِ عَظِیْمُ
وَمَنْ خَصَّهُ الْمَوْلٰی بِاِسْرَاءِ جِسْمِهٖ
اِلٰی سِدْ رَ ةٍ فَوْقَ السَّمَاءِ تُقِیْمُ
وَفِیْ مَسْجِدِیْ یَاقَوْمُ صَلُّوْا وَسَلِّمُوْا
عَلَیَّ فَاِنِّیْ بِا لسَّلَامِ عَلِیْمُ
اَرُدُّعَلَیْكُمْ بِا لسَّلَامِ فَخَا لِقِیْ
یَرُدُّ اِلَیَّ الرُّ وْ حَ وَهُوَ حَكِیْمُ
وَاَعْرِفُ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ بِمَسْجِدِیْ
وَیُكْرِمُهُمْ عِنْدَ لِقَاءِ كَرِیْمُ
وَكَانَ ابْنُ فَارُوْق یَجِیْئُ اِذَا اَتٰی
اِلَیْهِ مِنَ الْاَسْفَارِ وَهُوَ یَهِیْمُ
وَلَمْ یَعْتَرِضْ یَوْمًا عَلَیْهِ صَحَابُهٗ
وَهٰذَا دَ لِیْلُ لِلْجَوَازِ قَوِیْمُ
وَقَدْ جَاءَ فِی الْاَخْبَارِ اَنَّ شَهَادَةً
مِنَ الْحَجَرِ الْمَعْلُوْمِ حِیْنَ یَقُوْمُ
تَقَدَّمُ بِا لتَّقْبِیْلِ لِلّٰهِ خَالِصاً
سَتَنْفَعُ وَالْمَوْلٰی بِذٰكَ عَلِیْمُ

مندرجہ بالا اشعار میں مندرجہ ذیل امور واضح ہیں۔

(۱) الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰه دور سے کہنے میں کوئی

حرج نہیں جیسا کہ اس رسالہ کا مقصد مصنف نے بیان کیا ہے علمائے دیوبند کے ہاں بھی شوق و محبت صلوٰۃ و سلام کی صورت میں اس کا پڑھنا درست ہے۔

(الشہاب)

اور حسب ارشاد مولانا شفیع صاحبؒ مفتی اعظم "خود اجلہ علماء کا معمول ہے" (ماہنامہ المفتی دیوبند) اتنا ضروری ہے کہ حضور انور ﷺ کو حاضر ناظر نہ سمجھے کہ یہ خاصہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(۲) رسول کریم ﷺ کی محبت نماز کی طرح فرض عین ہے۔

(۳) آپؐ کی قبر مبارک کے پاس سلام عرض کرنے والے کا سلام حضور انور ﷺ خود سنتے ہیں اور اس کو پہچانتے بھی ہیں۔

(۴) اور یہ بات بدعت نہیں بلکہ عبداللہ بن عمر جیسے صحابی جب سفر سے واپس آتے تو سلام عرض کرتے اور صحابہؓ نے یہ کام دیکھا مگر انکار نہ کیا اس لئے اس امر پر اجماع صحابہ کرامؓ ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ زندہ تشریف فرما ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

(۵) جب ایک پتھر (حجر اسود) کو سلام کیا جاتا ہے کہ وہ قیامت میں شفاعت کرے گا تو آنحضرت ﷺ سے یہ امید کیوں نہیں رکھی جاسکتی۔

اس عقیدہ کی اہمیت

یہ عقیدہ حیات النبی ﷺ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے یہی وجہ ہے کہ :۔

(۱) اسلام کے چودہ سو سالہ دور میں مسلمانوں کا عمل اس عقیدہ پر رہا ہے کہ جس نے حج کیا اس نے مدینہ منورہ کی زیارت ضرور کی تاکہ سید دوعالم ﷺ کی خدمت میں تحفہ سلام پیش کرے، حج کے علاوہ بھی کئی سعادتمند

محض زیارت نبوی کے لئے مدینہ منورہ آتے اور آرہے ہیں اور انشاء اللہ آتے رہیں گے، مسلمانوں کا یہ عمل امت محمدیہ کا عظیم اجماع ہے کہ دور صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔ اَلحَمدُ لِلّٰہ

(۲) ہر دور اور قرن میں علماء کرام نے اس عقیدہ اور شرف زیارۃ نبوی اور عظمت مدینہ منورہ پر کئی کتابیں لکھی ہیں، ایک فہرست درج کی جاتی ہے :۔

صدی	شخصیات اور اہم کتب اور واقعات
پہلی صدی	حضرت انس بن مالک، اوس بن اوس، ابو مسعود انصاری، ابو امامہ، عبداللہ بن عباس وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔
دوسری صدی	ثابت بنانی، ابو الملیح، سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہم امام دار الہجرہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ۔
تیسری صدی	امام شافعی، امام احمد بن حنبل، بقی بن مخلد، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم۔
چوتھی صدی	حافظ الحدیث امام عبدالرحمٰن بن شعیب نسائیؒ
پانچویں صدی	امام کبیر محدث امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ مولف رسالہ حیاۃ الانبیاء۔
چھٹی صدی	محی الدین بن عربی، امام غزالی، سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم، احمد رفاعی کبیرؒ کا واقعہ
ساتویں صدی	علامہ ابن النجارؒ۔
آٹھویں صدی	حافظ ابن حجر عسقلانی اور واقعہ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ۔

شخصیات اور اہم کتب اور واقعات	صدی
علامہ ابن القیمؒ محمد سلیمانؒ مرتب دلائل الخیرات	نویں صدی
ملا علی قاریؒ، جلال الدین سیوطیؒ شہاب الدین قسطلانیؒ نور الدین سمہودیؒ کتاب فی عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام۔	دسویں صدی
شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ مولف جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب (ﷺ)	گیارہویں صدی
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مولف فیوض الحرمین و مرتب الدر الثمین، (چہل حدیث منامی) مخدوم محمد ہاشم سندھی۔	بارہویں صدی
نواب قطب الدین خانؒ مولف شرح مشکوۃ بہ نام مظاہر حق بانی دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مولف آب حیات۔	تیرہویں صدی
مولانا عبد الحی لکھنویؒ مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ شارح ابی داؤد، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ شارح بخاری، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مولف الشہاب، حکیم الامتہ مولانا اشرف علی تھانویؒ مولف التکشف فی مہمات التصوف، مولانا سید محمد بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہم، محتاج شفاعت (قاضی) محمد زاہد الحسینی مولف رحمت کائنات، علامہ خالد	چودہویں صدی

محمود صاحب مولف مقام حیات، مولانا سر فراز
خان صفدر صاحب مولف تسکین الصدور، مولانا
سید میرک شاہ صاحب مولف عقیدۃ المحدثین،
مولانا سید نور الحسن بخاریؒ مولف حیات الاموات

آب حیات کی وجہ تالیف

بعض عرفاء کو کسی دینی فتنے کے ظہور سے پہلے نسبت فاروقی کے پیش نظر منجانب اللہ القاء ہو جاتا ہے اور وہ خود بھی اور اس فتنے کا دفاع کرنے والے احباب کو اس طرف متوجہ فرما دیتے ہیں، چنانچہ :۔

مرشد العلماء حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ نے اپنے مسترشد خاص، بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو آج سے تقریباً ایک سو بیس سال قبل عقیدہ حیات النبی ﷺ پر ایک مدلل کتاب لکھنے کا ارشاد فرمایا جس کی تعمیل میں آپ نے ۱۲۹۴ھ میں یہ کتاب اس طرح تحریر فرمائی کہ بقول آپ کے :۔

"دل میں یہ ٹھان کر قلم اٹھایا اور ٹھہرائی کہ شروع تو خدا کے گھر سے کیجئے اور بن پڑے تو بوسہ گاہ عالم سرور عالم ﷺ پر اختتام کو پہنچا دیجئے تا کہ ابتداء اور انتہاء دونوں مبارک ہوں ورنہ جس قدر بن پڑے غنیمت ہے کیونکہ اس وسیلہ سے اس ظلوم وجہول کو امید صحت اور ظن حسن قبول ہے"۔

(سوانح قاسمی جلد ۳ ص ۱۲)

چنانچہ متوسط تقطیع والی یہ کتاب ۲۵۸ صفحات پر ختم ہوئی اور طبع ہو کر مقبول عام و خواص ہوئی، اور بقول حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب

صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

"دارالعلوم دیوبند میں حضرت نانوتویؒ کی تصانیف کو درساً درساً پڑھنے پڑھانے کا اہتمام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے کروایا تھا جس کے بارہ میں حضرت مدنیؒ کا ارشاد ہے "ہمارے حضرات بڑے زور شور سے اس (حیات جسمانی برزخی) پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں رسالہ "آب حیات" نہایت مبسوط رسالہ ہے جو خاص اسی مسئلہ کے لیے لکھا گیا ہے"(نقش حیات جلد ا ص ۱۲۰)

منکرین حیات نے اس کتاب کو ناقابل فہم اور حضرت نانوتویؒ کا تفرد کہہ کر اکابر علماء دیوبند کے مسلک پر جرح کی تو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل بیان میں اس کی تردید فرمائی جو ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند میں شائع ہوا۔ یہاں اس بیان کا خلاصہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔

"بہر حال اس واقعہ سے کتاب کے ناممکن الفہم ہونے یا اس میں بیان شدہ مسئلہ حیات النبی (ﷺ) کے مشکوک یا مشتبہ ہونے پر استدلال کیا جانا قطعاً بے معنی ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ اور دیوبند کے تمام اکابر و علماء کا مسلک اس بارہ میں صاف رہا ہے اور ہے کہ نبی کریم ﷺ برزخ میں حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ ناکارہ خدام اکابر بھی ان ہی اکابر ممدوحین کے اس مسلک کا پابند اور من و عن متبع ہے"۔

(محمد طیب غفرلہ، مدیر دارالعلوم دیوبند، ۱۸ شعبان ۱۳۸۰ھ)

انکار حیات

سید دو عالم ﷺ

اور

اس کے اثرات

دین اسلام کے خلاف

جس قدر فتنے پہلے زمانے میں اٹھے یا اب اٹھ رہے ہیں ان سب کی مذموم جدوجہد کا مدعا سید دوعالم ﷺ کی شان رفیع کو گھٹانا ہوتا ہے، خواہ وہ فتنہ بظاہر صحابہ کرام پر تنقید کی شکل میں ہو یا علمائے سلف کے خلاف بدمانی چھیلنے کا لبادہ لوڑھے ہوئے ہو یا ختم نبوت کے خلاف ہو یا شان رسالت کی بشری اور نبوی تقسیم اور تفریق کی صورت میں۔ یہ سب کے سب فتنے دراصل شان سید دوعالم ﷺ کی شان رفیع کو گھٹانے کی مذموم سعی کرتے ہیں۔ جس ذات عالی کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا سے فرمائے اور جس نے نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا تاج رفیع مخصوص فرمائے اس کی شان کو کوئی نہیں گھٹا سکتا البتہ ایسے بدبخت دونوں جہانوں میں ذلت کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں کئے ہوئے نیک اعمال ان کے ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔

ایسے بدبختوں کی کئی علامات ہیں مگر بڑی علامت یہ ہے کہ ان کی زبان، ان کے قلم، ان کا ذہن وفکر ایسے مواد کی تلاش میں رہتا ہے جس سے شان رفیع میں کمی پیدا کی جا سکے، وہ قرآنی آیات کی تاویلات باطلہ بلکہ تحریف معنوی سے بھی نہیں رکتے، وہ اپنی جہری نمازوں میں صرف ان آیات اور سورتوں کی قرأت کرتے ہیں جن سے رفعت شان محمد ﷺ آشکارا نہ ہو ان کو صرف اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ہی یاد ہوتا ہے بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ پڑھنے سے ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں، وہ عَبَسَ وَتَوَلّٰی تو لہجہ دار طرز سے پڑھتے ہیں مگر ان کی زبان پر سورۃ اَلْبَيِّنَة نہیں آتی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں یہ شکایت کی گئی کہ ایک امام جہری نماز میں سورہ عبس کی قرأت زیادہ کرتا ہے تو آپ نے اس کو سخت سزا دی۔

یہ واقعہ صحیح مسلم کے شارح اور ہدایہ کے شارح امام تقی الدین ابو بکر بن محمد الحصنی (م ۸۲۹ھ) نے اپنی کتاب قمع النفوس و رقیۃ المایوس میں نقل کیا ہے۔

محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے :۔

"ان امور سے جن کی بناء پر فقہاء نے حجاج بن یوسف پر کفر کا فتویٰ دیا تھا ایک بڑا جرم یہ بھی ہے کہ حجاج جب مدینہ منورہ آیا اور زائرین حرم اطہر کو دیکھا کہ وہ پروانہ وار روضۂ اطہر کے اردگرد جمع ہو رہے ہیں تو اس نے کہا کہ تم لوگ لکڑیوں اور گلی سڑی ہڈیوں کا طواف کر رہے ہو، اس پر علماء حرم نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا"

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ :۔

"حجاج کے اس کہنے میں سید دو عالم ﷺ کے اس ارشاد کی تکذیب ہے جو بہ سند صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے" اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت فرمایا ہے، اور ابو جعفر داؤدی نے اس حدیث میں یہ بھی زیادہ روایت کیا ہے کہ اسی طرح شہداء اور علماء اور مؤذنوں کے بدن بھی مٹی پر حرام کر دیئے گئے ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ

نے فرمایا کہ علماء (جرح و تعدیل) نے فرمایا کہ ابو جعفر داؤدی
ان علماء میں سے ہیں جو فقہ کے ساتھ موصوف ہیں،،
(خزائن الاسرار از حضرت شاہ صاحب شائع کردہ مجلس علمی
ڈابھیل ص ۱۷)

(ف) حجاج بن یوسف نے عراق پر بیس سال حکومت کی، اس کے ظلم و ستم کا نشانہ ایک لاکھ بیس ہزار انسان بنے اور جیل خانوں میں پچاس ہزار مرد اور عورتیں شہید ہوئے مفسر القرآن حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کو ۹۵ ھ میں شہید کر دیا مگر یہ بدبخت بھی چین سے نہ بیٹھ سکا، حضرت سعید بن جبیر کی شہادت کے فوراً بعد پاگل ہو کر دنیا سے رخصت ہوا۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (معالم الخلافه ص ۱۳۷)

حجاج بن یوسف کی اس گستاخی اور کفریہ حرکت کے بعد بھی یہ عقیدہ اہل اسلام میں بنیادی طور پر مسلم رہا اگرچہ بعض اوقات بعض بے دینوں نے اپنے بغض نبوی کا اظہار کیا جیسا کہ ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن المعروف بہ علامہ قشیری (م ۴۶۵ھ) نے ارشاد فرمایا:۔

”کسی کرامی نے (خدا اس کی قبر کو آگ سے بھر دے اور مجھے
یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کر بھی دیا ہوگا) ہمارے کسی
ساتھی کو الزام دیتے ہوئے یہ کہا کہ جب تمہارے نزدیک
کسی میت کو مردہ ہونے کی حالت میں نہ حس ہوتا ہے اور نہ
علم تو اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

---

[1] ابو عبداللہ محمد بن کرام سیستانی (م ۲۵۵ھ) کی طرف اس فرقہ کی نسبت ہے اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہے وغیرہ ذالک (شرح مواقف ص ۷۱۱، ملل ص ۵۲، ۵۳)

قبر میں حیات نہیں (الخ) اس الزام کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہمارے نزدیک تو آنحضرت ﷺ زندہ ہیں اور انہیں حس بھی ہے اور علم بھی اور آپ کے سامنے آپ کی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امت کا سلام اور درود ہمیشہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے" الخ

(ترجمہ رسالہ قشیریہ ص ۱۸، ۱۹)

فرقہ کرامیہ کے دیگر غلط اور غیر اسلامی عقائد کے علاوہ یہ عقیدہ بھی قرآن وحدیث کے خلاف تھا، شاید اسی لئے محدث کبیر علامہ بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے ایک کتاب بہ نام حیاۃ الانبیاء تحریر فرمائی جو اس عقیدہ کے اثبات کے لئے کافی اور وافی ہے۔

اسی طرح فرقہ متقشفہ کا عقیدہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو موت کے بعد نبوت سے معزول کر دیا جاتا ہے، یعنی سید دو عالم ﷺ نے جس وقت اس دنیا سے سفر فرمایا ہے اسی دن سے آپ نبی نہیں رہے، حالانکہ اس عقیدہ کے ماننے والا کافر ہوتا ہے سید دو عالم ﷺ آج بھی اسی طرح رسول اور نبی ہیں جس طرح اس دنیا میں موجود ہوتے ہوئے نبی اور رسول تھے (ﷺ) یہی حکم سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا ہے۔

اگر نبی موت سے نبی نہیں رہتا (جس طرح کہ عام انسان سے موت پر اس کے اعزازات اور حقوق سلب ہو جاتے ہیں) تو پھر قرآن عزیز کا اہل اسلام کو یہ حکم دینا کہ آپ سے پہلے تشریف لانے والے سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاؤ درست نہیں حالانکہ اسلام کا حکم یہ ہے کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ آج بھی روضۂ اطہر میں اسی طرح رسول اور نبی ہیں (علیہ السلام) جس طرح اس عالم

ناسوت میں تشریف فرما ہوتے ہوئے نبی اور رسول تھے آج بھی کلمہ توحید، کلمہ شہادت اور اذان کے کلمات اسی عقیدہ کی ترجمانی کرتے ہیں کہ آج بھی سید دو عالم ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (کتاب التمہید از ابو الشکور سالمی ص ۸۰)

اس کے بعد ابن تیمیہ نے اپنا زور علم اس امر پر صرف کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام عموماً اور امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کی خصوصاً قبر پر بار ادہ جانا درست نہیں، اور آج تک منکرین حیات ابن تیمیہ، ہی کا پس خوردہ کھا رہے ہیں بلکہ اس سے ایک قدم آگے ہیں حالانکہ ابن تیمیہ کا قول یہ ہے کہ اگر کسی طرح مدینہ منورہ چلا گیا تو دربار سید الانبیاء ﷺ میں سلام عرض کرے اور حضور انور ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت بھی کرے جو کہ قریب رہتا ہو"

(الوصية الكبرىٰ ج ص ۲۹۱)

اسی طرح ابن تیمیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ پر اور دونوں صحابہ (ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہما) پر بھی سلام کہے کیونکہ سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتے ہیں تا آنکہ میں اس کو جواب کہہ سکوں، اس حدیث کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

(الكلام فى مناسك الحج از ابن تيميه ص ۳۹۰)

(ف) حافظ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید علامہ ابن القیم نے فرمایا ہے

مِنْ اَفْضَلِ الْاَعْمَالِ هَاتِيْكَ الزِّيَارَة

وَهِيَ يَوْمَ الْحَشْرِ فِى الْمِيْزَانِ

ترجمہ: " سب اعمال سے بہتر عمل تیرے لئے سید دو عالم ﷺ کی زیارت ہے اور یہ عمل قیامت کے دن

میزان میں رکھا جائے گا" (قصیدہ نونیہ)

(ف) ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد بن احمد المقدسی (م ۶۴۳ھ) نے اپنی مرتبہ کتاب " فضائل الاعمال" میں فضل زیارۃ قبر المصطفی علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے عنوان سے ایک مستقل باب میں عبداللہ بن عمر حاطب، ابوہریرہؓ سے چار روایات نقل فرمائی ہیں۔

یہ کتاب دوسری بار ۱۴۰۶ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

بعض حلقوں میں کشف و کرامات کو ہی علامتِ مرشد سمجھا جاتا ہے جس کسی بزرگ کی کرامات ہوں اسی کو دستگیری کا مستحق سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ بات بھی قابل عمل نہیں، کرامات کا صدور ولی سے ہو سکنا اپنی جگہ ممکن ہے، اہل السنۃ والجماعت اور تصوف کے تمام مکاتیبِ فکر اسکے قائل ہیں، مگر کرامات کو معیارِ رشد و ہدایت بنا لینا بنیادی حیثیت نہیں رکھتا، چنانچہ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز کا ارشاد گرامی ہے "راستی میں فتور نہ ہونا چاہئے کمالِ طریقت و شریعت یہی ہے ورنہ کشف، کرامات، خرقِ عادات خلافِ شرع کے ساتھ کچھ وقع (وقعت) نہیں رکھتے"

(مکاتیبِ رشیدیہ، ص ۱۷)

(اقتباس، از کتاب "نجاتِ دارین" ص ۷۷)

مرتبہ قطبِ عالم حضرت مولانا زاہد الحسینیؒ

حافظ ابن تیمیہؒ اور اس کا مسلک

دوبارۂ حیات نبی کریم ﷺ اور اس پر تنقید

امام ابن تیمیہؒ کا ان علماء کرام میں شمار ہوتا ہے جن کو علوم نبوت کے ساتھ کافی تعلق تھا تفسیر، حدیث علم کلام اور دوسرے علوم منقولات میں ابن تیمیہؒ کو اپنے زمانہ کا ممتاز فرد مانا جاتا ہے اور یہ بات اس حد تک صحیح ہے مگر بعض اہم عقائد اور مسائل میں ابن تیمیہؒ نے جمہور علماء سے اختلاف کیا ہے جیسا کہ شارح بخاری حضرت مولانا سید محمد بدر عالم مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے :۔

واما الحافظ بن تيمية فلاريب انه بحر مواج لاساحل لهٗ لكن شذّ فى مسائل من الاصول والفروع جمهور الامة المحمديه والحق مع الجمهور۔

(فیض الباری، ج ۱ص ۱۶۴)

حافظ ابن تیمیہ کے بارہ میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ناپیدا کنار سمندر ہے لیکن کئی اصولی اور فروعی مسائل میں امت محمدیہ کے جمہور علماء کرام سے علیحدہ راہ اختیار کی ہے مگر حق جمہور ہی کے ساتھ ہے۔

ابن تیمیہؒ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۶۶۱ھ کو ہوئی اور وفات حالت اسارت ۲۰ ذیقعدہ ۷۲۸ھ کو ہوئی، آپ کے ہمعصر علماء میں سے ابوالحسن علی

بن عبداللہ السبکی الکبیر م ۷۵۶ھ نے ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن القیم کے نظریات پر سیر حاصل تبصرہ اپنی کتاب السیف الصقیل میں کیا ہے، دیگر علماء نے بھی آپ کے نظریات کی تردید کی ہے مگر موضوع کتاب کی مناسبت سے صرف عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق ابن تیمیہؒ کی عبارات نقل کی جاتی ہیں (مندرجہ ذیل عبارات رسالہ نمبر ۱۶ مناسک الحج سے نقل کی جاتی ہیں)

بل الاحاديث المذكورة فى هذاالباب مثل قوله من زارنى وزارابى ابراهيم فى عام واحدٍ ضمنت له على الله الجنَة وقوله من زارنى بعد مماتى فقد زارنى فى حياتى ومن زارنى بعد مماتى حلت عليه شفاعتى ونحوذلك كلها احاديث ضعيفه بل موضوعة ليس فى شئ من دوا دين الاسلام التى يعتمد عليها ولانقلها امام من ائمة المسلمين لا الائمة الاربعةولانحوهم لكن روى بعضها البزار والدار قطنى ونحوهما باسانيد ضعيفةٍ۔

(ص، ۳۹۲،۳۹۳)

اور وہ احادیث جو کہ زیارت نبوی کے بارہ میں نقل کی جاتی ہیں جیسا کہ جس نے میری زیارت کی اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ایک ہی سال میں کی اس کے لئے میں دربار خداوندی سے جنت کے عطیہ کا ذمہ اٹھاتا ہوں اسی طرح حضور انور کا یہ ارشاد جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی پس وہ یوں سمجھ لے کہ اس نے میری

زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت لازم ہو گئی وغیرہا یہ سب احادیث ضعیف نہیں بلکہ موضوع ہیں (یعنی جھوٹی ہیں) ان کا اسلام کی اصولی کتابوں میں ذکر نہیں جن پر اعتماد کیا جاتا ہو نہ ہی انکو مسلمانوں کے کسی امام اور نہ ہی ائمہ اربعہ یا مثل ان کے روایت اور نقل کیا ہے بلکہ بعض روایات تو بزاز نے نقل کی ہیں اور بعض دار قطنی وغیرہ نے کمزور اسانید کے ساتھ نقل کی ہیں۔

حالانکہ اس مضمون کی سترہ احادیث حضرت عمر، ابن عمر، حاطب بن بلتعہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، حضرت علی، حضرت بکر بن عبداللہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ سے مروی ہیں۔ (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ) اسی طرح علامہ دمشقیؒ نے اپنی مستند کتاب "دفع من شبّه من شبه و تمرد" میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

من حج ولم یزرنی فقد جفانی روی ھذا الحدیث غیر واحدمن الائمة منھم الحافظ ابو عبداللّٰہ النجار فی کتابه ومنھم الحافظ ابو سعد عبد المالك النیشابوری خرجه فی کتابه "شرف المصطفیٰ" وھذا الکتاب فی ثمان مجلدات توفی بھی نیشابور ٤٠٦ھج ورواہ ابن عساکر من طرق۔(ص،۹٦)

سید دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی جس کا ترجمہ یہ ہے "جس

نے حج تو کر لیا مگر میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر زیادتی کی" اس حدیث کو ائمہ حدیث میں سے کئی اماموں نے روایت کیا ہے جن میں سے حافظ الحدیث ابو عبد اللہ النجار نے اپنی کتاب میں اور حافظ الحدیث ابو سعید عبد المالک نیشاپوری نے اپنی کتاب شرف المصطفیٰ میں روایت کیا ہے یہ کتاب آٹھ جلدوں میں اسی مبارک اور پاکیزہ موضوع پر ہے اور محدث ابن عساکر نے کئی طرق اور اسانید سے اس کو روایت کیا ہے۔

اسی طرح محدث بزاز اور امام دارقطنی پر ابن تیمیہ کا الزام محض الزام ہی ہے کیونکہ یہ ائمہ حدیث درجہ استناد کے امام ہیں، ان کا مختصر سا تذکرہ درج ذیل ہے :۔

محدث بزاز کا نام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق ہے بصرہ کے مشہور علماء میں سے ہیں آپ کو حافظ الحدیث کا مقام حاصل تھا، دو کتابیں حدیث میں مسند کی طرز پر تالیف فرمائی ہیں، رملہ میں ۲۹۲ھ کو وفات ہوئی۔

امام دارقطنی کا نام ابو الحسن علی بن عمر بن عبد الخالق ہے بغداد کے بڑے محلہ دار قطن میں پیدا ہوئے آپ کو اپنے زمانہ میں امیر المومنین فی الحدیث مانا گیا حدیث میں کئی کتابیں لکھی ہیں، بغداد میں ۳۸۵ھ کو وفات ہوئی۔

(الرسالة المستطرفه)

ابن تیمیہ کے اسی رسالہ کے صفحہ ۳۹۵ پر یہ تحریر ہے کہ :۔

و من اشبهم مثل قصد البقعة بغيرالعبادات التى امرالله بها فانهٗ ليس من الذين ولهذا كان الائمة

العلماء يعدون من جملة البدع المنكرة السفر لزيارة قبور الانبياء والصالحين وهذا فى اصح القولين غير مشروع حتى صرح بعض من قال ذلك ان من سافر هذا السفر لايقصر الصلوة لانهٗ سفرِ معصيةٍ.

اور ان ہی عیسائیوں کی طرح یہ بھی ہے کہ ان عبادات کے بغیر جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس خطہ زمین (روضہ اقدس سید دوعالم ﷺ) کا سفر کیا جائے کیونکہ یہ بات دین میں سے نہیں اسی لئے علماء نے قبور انبیاء (علیہم السلام) اور صلحاء امت کی قبور کی زیارت کیلئے سفر کرنے کو بدعات منکرہ میں شمار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں میں سے زیادہ صحیح قول کے لحاظ سے غیر مشروع ہے یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ زیارۃ قبور انبیاء علیہم السلام کیلئے سفر کرنا گناہ کا سفر ہے اسلئے نماز میں قصر کی رخصت نہ دی جائے۔

اگر ابن تیمیہؒ ان ائمہ کے نام بھی ظاہر کر دیتے تو بہتر ہوتا تاکہ ان کے علمی مقام سے واقفیت ہو سکتی کہ جمہور علماء کے مقابلہ میں ان کی حیثیت کیا ہے ؟

(ف) ابن تیمیہ نے بعض علماء کے حوالہ سے اس سفر کو سفر معصیت کہا ہے اس لئے نماز کی قصر کی رخصت نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے تین منازل (۵۰ میل) کے مسافر کو فرضی روزہ نہ رکھنے اور چار رکعت والی نماز کو دو رکعت میں ادا کرنے کی رخصت عطا فرمائی ہے، ہمارے احناف علماء کرام کے

ہاں یہ رخصت ہر مسافر کو ہے خواہ وہ سفر نیکی کے کام کے لئے کرے مثلاً رزق حلال کی تلاش کے لئے یا گناہ کے ارادہ پر کرے مثلاً چوری کرنے کے لئے کم از کم ۵۰ میل کے سفر پر جائے چونکہ وہ مسافر ہے اس لئے اس کو قصر کی رخصت ہے اگر گناہ کیا تو اس کی سزا ملے گی، مگر بعض ائمہ کے ہاں گناہ کے لئے سفر کرنے والے کو یہ رخصت نہیں وہ چار رکعت ہی پڑھے گا، تو ابن تیمیہ نے بعض علماء کے حوالہ سے اس پاکیزہ اور مقدس سفر کو سفر معصیت میں شمار کر کے ایک عظیم اعتقادی معصیت کا ارتکاب کیا ہے جس کا ہم پلہ دوسری معصیت نہیں ہو سکتی۔

(ف) ابن تیمیہ نے ائمۃ العلماء کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے حالانکہ ائمہ اربعہ نے زیارۃ قبر نبوی کو افضل المندوبات قرار دیا ہے ابن ہبیرہ نے کتاب "اتفاق الائمہ" میں تصریح فرمائی ہے :۔

اتفق مالك والشافعي وابو حنيفه واحمد على ان زيارة قبرالنبي ﷺ من افضل المندوبات

یعنی امام مالک امام شافعی امام ابو حنیفہ اور امام احمد کا اس پر اتفاق ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت سب سے زیادہ بہتر کاموں میں سے ہے۔

(حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام ج۱ ص۱۲۹)

اسی طرح امام بیہقی (م ۴۵۸ ھ) نے ایک مستقل رسالہ حیاۃ الانبیاء پر تحریر فرمایا ہے نامعلوم ابن تیمیہ کو یہ رسالہ ملا ہے یا نہیں۔

یہ تو ابن تیمیہ حنبلی کا عقیدہ تھا اب ہمارے اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ بھی پڑھ لیجئے :۔

قال الشيخ ابن الهمام ان زيارة قبره ﷺ مستحبة

وقريب من الواجب ولعله قال قريباً من الواجب نظراً الى هذا النزاع وهوالحق عندى فان آلاف الالوف من السلف كانوايشيدون رحالهم لزيارة النبى ﷺ ويزعمونها من اعظم القربات۔

(فیض الباری شرح بخاری از علامہ انور شاہ صاحبؒ ، ج ۲ ص ۴۳۳)

امام عصر محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا :۔ کہ شیخ ابن ھمام نے یہ کہا ہے کہ سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارۃ مستحب نہیں بلکہ واجب کے قریب ہے اور یہی عقیدہ میرے نزدیک حق ہے کیونکہ لاکھوں علماء سلف اور بزرگان دین دور دراز سے سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے آتے رہے اور اس کو قرب دربار خداوندی اور قرب دربار رسالت کا سب سے بڑا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے رہے۔ (اور آج تک یہی عقیدہ اور عمل ہے)

امام عصر محدث کبیر کے شاگرد رشید شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ العزیز نے اس عقیدہ اور عمل پر ترمذی شریف کی شرح میں بحث کرتے ہوئے جو فرمایا ہے اس کا اقتباس درج ذیل ہے :۔

"جمہور ائمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت اعظم القربات میں سے ہے اور اس کے لئے سفر کرنا مستحب اور باعث اجر ہے حنفی علماء تو اس کو واجب کے قریب کہتے ہیں اسی طرح مالکی حنبلی اور شافعی علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے، علامہ سبکی نے ائمہ مذاہب کے اقوال نقل کر کے یہ بتایا ہے کہ یہ

زیارت دربار سید دوعالم ﷺ کے قرب کا ذریعہ ہے جس کو کتاب اللہ، سنت اور اجماع امت سے ثابت کیا ہے۔ خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ ابن تیمیہ اور اس کے پیر وکار اس مسئلہ میں اسی طرح جمہور امت کے خلاف ہیں جس طرح بعض دیگر مسائل میں ہیں۔ ابن تیمیہ سے پہلے جن دو تین علماء نے اس عقیدہ کا اظہار کیا تھا اور پھر وہ جمہور امت کے مقابلہ میں دب گئے تھے ابن تیمیہ نے امت میں پھر فتنہ کا نیا دروازہ کھول دیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر محققین علماء امت نے کہا ہے کہ سید دوعالم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری کے لئے سفر کرنے پر امت کا اجماع ہو چکا ہے، تو اس لحاظ سے ابن تیمیہ ہی وہ پہلا شخص ہوا جس نے اس اجماع امت سے خروج کیا ہے۔ کئی مفید اور جامع کتب اس خاص موضوع پر لکھی گئی ہیں جن میں سے شیخ ابن حجر ہیثمی (م ۹۷۳ھ) کی کتاب الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر المکرم مطبوعہ ہے، ابن تیمیہ کا استدلال اس حدیث سے ہے جس میں ارشاد فرمایا کہ :۔

> "تین مسجدوں کیلئے سفر کے بغیر اور کسی کے لئے سفر نہ کیا جائے مسجد حرام، اور میری اس مسجد کے لئے اور مسجد اقصیٰ کے لئے"۔

اس سے ابن تیمیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ روضہ اطہر کی زیارت کے لئے سفر نہ کیا جائے اس استدلال کا جواب محدثین حافظ بدرالدین عینی حنفی نے بخاری کی شرح عمدۃ القاری ج ۳، ص ۶۸۲، ۶۸۳ میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے فتح الباری جلد ۳، ص ۵۳، میں یہ دیا ہے کہ اس حدیث سے صرف مساجد کے لئے سفر کرنے کا ارشاد فرمایا (اور یہی اقویٰ ہے کہ سب علماء حدیث نے اس روایت کو ابواب المساجد میں ذکر فرمایا ہے) اس سے مطلق سفر سے نہیں

روکا ورنہ اس سے تو سارے علمی دینی اور دنیاوی سفر ممنوع قرار دیئے جائیں گے (جن کا تو ابن تیمیہؒ بھی قائل نہیں) اس سے مراد صرف یہ ہے کہ کسی مسجد میں زیادہ اجر و ثواب کی نیت سے سفر کر کے نہ جائے، صرف تین مسجدوں میں زیادہ اجر و ثواب حاصل کرنے کیلئے جا سکتا ہے۔ مسجد حرام (مکہ مکرمہ) مسجد سید دوعالم ﷺ (مدینہ منورہ) اور مسجد اقصیٰ (فلسطین) باقی دیگر علمی، دینی اور روحانی فوائد کے لیے مقامات مقدسہ مزارات وغیرہ کے لئے سفر کر سکتا ہے، خصوصاً روضۂ اطہر کی زیارت کیلئے جانا یہ تو امت کا معمول رہا ہے اور اب بھی ہے، اور اس پر قولی اور عملی اجماع علماء امت نے نقل کیا ہے جس کا جواب ابن تیمیہؒ اور اس کے پیروکار نہیں دے سکے۔

اگر مدینہ منورہ کا سفر اس لیے تسلیم کیا جائے کہ مسجد نبوی میں نمازوں کے زیادہ ثواب حاصل کرنے کا مکان اور محل ہے تو پھر وہ کون سا آدمی ہے جو مکہ مکرمہ کی مسجد حرام کو چھوڑ کر جائے گا جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے یہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں، جو عشاق اور شمع نبوت کے پروانے مکہ مکرمہ میں حج کے بعد یا پہلے مدینہ منورہ جاتے ہیں وہ تو صرف روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے جاتے ہیں"(معارف السنن، ج ۳، ص ۳۲۹ تا ۳۳۴)

اس بحث کو ذکر فرمانے کے بعد شیخ الاسلام علامہ بنوری قدس سرہ نے عربی قصائد میں سے دو کا اقتباس نقل فرمایا ہے جن کے ایک ایک لفظ سے عقیدت اور عشق و محبت کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ (جزاہ الله احسن الجزاء و تغمدہٗ بغفرانہ)

اب اس حدیث کا صحیح معنی اور مراد کو سمجھ لیا جائے جس سے ابن تیمیہ اور اس کے پیروکار استدلال کرتے ہیں۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "شیخ ابن ہمامؒ نے زیارت قبر نبی اکرم ﷺ کو قریب واجب لکھا ہے اور میں بھی اس کو حق سمجھتا ہوں۔ اور فرماتے تھے میرے نزدیک اس حدیث کا بہترین جواب یہ ہے کہ حدیث شدِّ رحال کا تعلق صرف مساجد سے ہے قبور وغیرہ سے نہیں، کیونکہ مسند احمد اور موطا امام مالک میں یہ روایت یوں لا تشد الرحال الی مسجد یصلی فیه الاالی ثلاثة مساجد مروی ہے"

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا امام مالک کی دونوں شروح مصفی اور مسوّیٰ میں فرمایا ہے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حج کے بعد واپس نہ آئے بلکہ سید دو عالم ﷺ کی قبر کی زیارت کرے۔

یہی بات حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہما نے ارشاد فرمائی ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ساری امت کے علماء صلحاء اور عوام ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک بہ نیت زیارت سفر کرتے اور اس کو افضل اعمال سمجھتے ہیں، اس سے علمی تواتر بھی ثابت ہوتا ہے

(انوار الباری جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۲۵)

احقر مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ :۔

(۱) سید دو عالم ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت برکات عظیمہ کے حصول کا ایک قوی ذریعہ ہے۔

(۲) روضۂ اطہر پر سلام پیش کرنے والا جواب سے مشرف ہو جاتا ہے جس کی تفصیل اسی کتاب میں ہے۔

(۳) اس مبارک جگہ کو دیکھ لیتا ہے نماز پڑھ لیتا ہے جس کو سید دو عالم ﷺ

نے رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ فرمایا یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(۴) اس جگہ کی زیارت کر لیتا ہے جہاں حوض کوثر پر سید دو عالم ﷺ کا منبر رکھا ہوا ہے جس کے متعلق ارشاد عالی ہے وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

(۵) احد پہاڑ کو دیکھ لیتا ہے جس کے بارہ میں ارشاد فرمایا هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(۶) اس پاکیزہ زمین اور اس کی پاکیزہ تر مٹی اور غبار سے وہ برکات حاصل کر لیتا ہے جس کے بارہ میں ارشاد سید دو عالم ﷺ ہے والذی نفسی بیدہ ان فی غبارها شفاء من کل داء

(وفاء الوفاء ج ا ص ۶۷)

(ترجمہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، مدینہ کی گرد و غبار میں ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔

یہ تو ظاہری برکات کا کچھ حصہ ہے جو ہم جیسے گنہگاروں کو حاصل ہو سکتی ہیں باقی باطنی اور روحانی برکات جو عشاق حاصل کرتے ہیں وہ تو ان ہی سے پوچھا جائے، اللہ تعالیٰ سب اہل ایمان کو ان سے مشرف فرمائے، آمین

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے ان جیسے عقائد کے جواب میں مشہور کتاب شہاب المدنین معروف بہ الشہاب تحریر فرمائی جس میں احمد رضا خان بریلوی کے عائد کردہ الزامات اور اتہامات کے دندان

شکن جواب دیئے ہیں۔ ان الزامات اور اتہامات سے علمائے دیوبند بالکل بری اور پاک دامن ہیں البتہ ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں کے ایسے نظریات ہیں جو بعض بد عقیدہ لوگ علمائے دیوبند سے منسوب کر کے ان کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے :۔

"حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مسلک حضوریٔ مدینہ منورہ کے بارہ میں مرجوح بلکہ غلط مسلک ہے، مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت کی غرض سے اور آپؐ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیے آپؐ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے آپؐ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانہ میں تھا بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہئے محبوب حقیقی (خداوند قدوس) تک وصال اور اس کی رضا صرف آپؐ ہی کے ذریعہ سے اور وسیلہ سے ہو سکتی ہے، اس وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہئے اور آپ کے توسل سے نعمت قبولیت حج و عمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے مسجد کی نیت خواہ ضمناً کرلی جائے مگر اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی نیت کی جائے تاکہ لا یعلمہ الا زیارتی والی روایت پر عمل ہو جائے"

(مکتوبات شیخ الاسلام، جلد اول ص ۱۲۹، ۱۳۰)

سید دوعالم ﷺ جہاں تشریف فرما ہیں اس مقدس جگہ کا مرتبہ اور مقام ساری کائنات بلکہ عرش عظیم سے بھی بالاتر ہے بلکہ ہر وہ جگہ جس کو سید دوعالم ﷺ کے ساتھ نسبت ہے اس کا احترام اور ادب بھی ہمارے اکابر کے ہاں محبوب اور باعث اجر و ثواب ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ

علیہ نے ۱۳۴۴ھ میں سلطان ابن سعود کی طرف سے بلائی گئی موتمر عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں جو جامع اور مدلل خطاب فرمایا تھا اس میں ارشاد فرمایا :۔

"حدیث اسراء میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ آپؐ کو جبریل نے چار جگہ اتارا اور نماز پڑھوائی اور بتلایا کہ یہ یثرب یا طیبہ ہے والیہ المهاجره، یہ طور سینا ہے حیث کلم الله موسیٰ تکلیما (جس جگہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا) یہ مدین ہے حیث ورد موسیٰ وسکن شعیب (جس جگہ موسیٰ علیہ السلام آئے اور شعیب علیہ السلام سکونت پذیر رہے) یہ بیت اللحم ہے حیث ولد مسیح علیہ السلام (جس جگہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے) پس اگر طور پر آپؐ سے اس لئے نماز پڑھوائی گئی کہ وہاں حقتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا تو جبل حراء پر جانے اور نماز پڑھنے سے ہم کیوں روکے جائیں؟ جہاں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام لے کر جبریل علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کے پاس آئے جبکہ مولد مسیح علیہ السلام پر حضورؐ سے دو رکعتیں پڑھوائی گئیں تو کیا غضب ہے کہ امت محمد (ﷺ) مولد النبی (نبی کریم کی جائے پیدائش) میں دو رکعت نہ پڑھ سکے، مدین میں شعیب علیہ السلام رہتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کچھ عرصہ ٹھہرے تھے پھر مسکن خدیجہؓ جہاں حضور انور ﷺ ۲۸ برس رہے، اور جس کو طبرانی نے افضل البقاع بعد المسجد الحرام مكة (مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے افضل جگہ ہے) لکھا ہے کیوں اس قابل نہیں کہ وہاں دو رکعت پڑھ لی جائیں یا جبل نور جہاں آپ تین روز مختفی رہے اس پر نماز کیوں نہ پڑھی جائے، یہ حدیث تبرک بہ آثار الصالحین (بزرگوں کے نشانات سے برکت حاصل کرنے) میں اصل اصیل ہے"

(تجلیات عثمانی از پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب ص ۶۷۳)

اسی طرح آٹھویں صدی ہجری کے مفسر اور وقت کے مفتی اعظم ھبۃ اللہ بن عبدالرحیم جو کہ شرف الدین البارزی کے نام سے مشہور تھے آپ سے حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کے متعلق استفتاء کیا گیا تو آپ نے مندرجہ ذیل جواب دیا۔

فاجاب انہٗ ﷺ حیٌّ قال الاستاذ ابو منصور عبدالقادر بن طاهر البغدادی الفقیه الاصولی شیخ الشا فعیه قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حیٌّ بعد وفاتہٖ وانه یبشر بطاعات امته ویحزن بمعاصی العصاة منهم وَاَنَّهٗ تبلغهٗ صلوٰة من یصلی علیه من امته وقال ان الانبیاء لایبلون ولا تا کل الارض منهم شیئاً قدمات موسیٰؑ فی زمانہٖ واخبرنبینا ﷺ انه راه فی قبرہٖ مصلیاً وذکر فی حدیث المعراج انهٗ راه فی السماء الرابعة وانهٗ رای اٰدمؑ فی السماء الدنیا ورای ابراهیمؑ وقال لهٗ مرحباً بالابن الصالح لهٰذا الاصل قلنا نبیناﷺ قد صار حیاً بعد وفاتهٗ وهو علیٰ نبوّتہٖ۔ (اختیار الاذکیا، ص ۸)

علامہ نے جواب دیا کہ جناب رسول کریم ﷺ زندہ ہیں استاذ ابو منصور بغدادیؒ نے جو کہ تمام شوافع کے شیخ اور استاذ ہیں فرمایا ہے کہ ہمارے سب محقق علماء کا فیصلہ ہے کہ ہمارے رسول اکرم ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور وہ

امت کے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں اور امت کے برے اعمال سے غمناک ہوتے ہیں اور آپ کے دربار میں امت کا وہ درود پیش کیا جاتا ہے جو کوئی بھی پڑھتا ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا جسم نہیں گلتا اور زمین ان کے بدن سے کچھ بھی نہیں کھاتی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں رحلت فرما چکے ہیں مگر ہمارے رسول اکرم ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے زمانہ میں قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور معراج کی رات آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا اور آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو آپ نے آپ کو خوش آمدید کہتے ہوئے مرحبا بابن الصالح و النبی الصالح فرمایا جبکہ یہ عقیدہ بادلیل صحیح طور پر ثابت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بھی وفات کے بعد زندہ ہو گئے اور اب بھی آپ ﷺ زندہ تشریف فرما ہیں۔

(فـ۱) علامہ بارزیؒ کا فتویٰ اپنے علاقہ میں آخری فتویٰ سمجھا جاتا تھا آپ نے قرآن حکیم کی ایک تفسیر بھی بہ نام "روضات الجنان فی تفسیر القرآن" لکھی ہے جو دس جلدوں میں ہے، آپ کی وفات ۷۳۸ھ کو ہوئی۔ (تذکرۃ المفسرین)

(ف) معلوم ہوتا ہے کہ ابن تیمیہؒ کے غلط عقیدہ کی اشاعت پر لوگوں نے آپ سے استفتاء کیا ہوگا جس کے جواب میں یہ فتویٰ دیا کیونکہ ابن تیمیہؒ کی وفات ۷۲۸ھ کو ہوئی ہے۔

(فـ۳) ابن تیمیہ کے معتقدین نے ان احادیث کو جن میں زیارت سید

دوعالم ﷺ کی فضیلت آتی ہے ضعیف قرار دیا ہے مگر ان سب اعتراضات کا جواب علامہ تقی الدین سبکیؒ نے اپنی بےنظیر کتاب "شفاء السقام" میں دیا ہے جس کے جواب میں ابن تیمیہ کے شاگرد ابن عبدالہادی الحنبلی نے کتاب "الصارم المنکی" لکھی پھر الصارم المنکی کا جواب علامہ ابن علان نے اپنی کتاب "المبرد المبکی" میں لکھا، بر صغیر کے جلیل القدر محقق عالم مولانا عبدالحی لکھنوی قدس سرہ العزیز نے اپنی بہترین کتاب "السعی المشکور" میں ان تمام دلائل کا بطریق احسن جواب دیا ہے جو ابن تیمیہؒ کی تائید میں دی گئی ہیں۔

(فتح) وقال الامام ابوبکربن عمربن ابو عاصم النبیل من المتقدمین فی مناسك له التزم فیها الثبوت وکان عمربن عبدالعزیز یبعث بالرسول قاصداً مِنَ الشّام الی المدینة لیقرء النّبی ﷺ السّلام ثم یرجع قلت ان رحیل البرید ھٰذا لم یکن للصّلوٰة فی المسجدالنّبی ﷺ ولافرق بین تبلیغ السلام وبین خطاب بالسّلام بنفسه بل الثانی اقرب الی الضرورة لانه عمل لنفسه وقدفعله التابعی الجلیل ولم ینکرعلیه فهو حجة علیٰ ابن تیمیه (الظرائف والطرائف حصہ دوم ص ۲۳ شائع شدہ در حیات حضرت تھانویؒ)

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ جاکر امام الانبیاء ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے اور یہ بھیجنا نماز کے لئے نہیں تھا بلکہ صرف صلوٰۃ وسلام کے لئے اور یہ ایک جلیل القدر تابعی کا فعل ہے جس پر کسی نے نکیر نہیں کی پس یہ حجت ہے ابن تمیہ پر۔فللّٰہ الحمد

امام ابن تمیہؒ کے متعلق شیخ وقت کا ارشاد :۔

"حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث و مجاور الحرم النبوی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم کا اصل مذہب حنبلی ہے مگر اس قدر مستقل الرائے ہیں کہ اکثر جگہ تقلید چھوڑ دیتے ہیں انکے بارے میں سلف کے اقوال بھی مختلف ہیں، بعض لوگوں نے ان کی توصیف کی ہے اور بعض نے ان کو نا قابل اعتبار بتایا ہے حتیٰ کہ تکفیر بھی کی ہے، ہمارے اکابر و مشائخ کا طرز عمل ان کے ساتھ یہ ہے کہ ان کو محققین میں سمجھتے ہیں مگر جن مسائل میں انہوں نے سلف کا خلاف کیا ہے ان کو نا قابل اعتماد سمجھتے ہیں"

(مکتوبات علیہ از شیخ الحدیثؒ ص ۱۳۷)

مخدوم محمد ہاشم سندھی مہاجر مدنی (م ۱۱۷۴ھ) نے ایک کتاب بہ نام حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب فارسی زبان میں تحریر فرمائی تھی جس کو حسب مشورہ فاضل مناسک حضرت شاہ شیر محمد سندھی قدس سرہم العزیز کے پاکستان کے سابق مفتی اعظم (مفتی دار العلوم دیوبند) نے اپنے اہتمام سے اپنے ادارہ

"ادارۃ المعارف" سے شائع کرایا ہے، اس کتاب میں زیارت سید دو عالم ﷺ کے متعلق مندرجہ ذیل ارشادات ہیں :۔

باب چہاردہم در بیان زیارت حضرت سید المرسلین ﷺ ومایتعلق بہاو ایں مشتمل است بر چہاردہ فصل، فصل اول در کیفیت زیارت آں حضرت ﷺ مع رعایت آداب و مستحبات آں۔

"بدانکہ اجماع کردہ اند مسلمانان بر آنکہ زیارت حضرت پیغمبر ﷺ از اعظم قربات وافضل طاعات واکد سنن و مندوبات است بلکہ تصریح کردہ است در بعض کتب بوجوب آں بدلیل قوی آنحضرت ﷺ من حج ولم یزرنی فقد جفانی رواہ ابن عدی بسند جید حسن ونیز مروی است از آنحضرت ﷺ کہ فرمود من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔ رواہ الدارقطنی والطبرانی والبزار وصححہ عبدالحق ونیز فرمود او ﷺ من زار قبری بعد موتی کمن زارنی فی حیاتی۔ رواہ ابو سعید بن منصور والدارقطنی وارد شدہ اند در فضل زیارت احادیث و آثار بسیار کہ اکتفا کردہ میشود از آنہا بریں مقدار طلبا للاختصار و ترک کردن زیارت آں حضرت ﷺ مع الامکان غفلتے است عظیمہ و شناعتے قبیحہ" (حیات القلوب ص ۲۹۸)

مطلب اس ارشاد کا یہ ہے کہ سب مسلمانوں کا اس امر پر اجماع اور اتفاق ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کو بعض کتب میں واجب لکھا ہے اگرچہ اس عبادت کی فضیلت اور اجر و ثواب میں بہت سی روایات اور آثار آتے ہیں مگر اختصار کرتے ہوئے صرف تین کا ذکر کر دیا ہے اور طاقت کے باوجود زیارت نہ کرنا بہت بڑی غفلت اور بہت ہی بد نصیبی ہے۔

برصغیر کے ایک بہت بڑے محدث محمد بن علی نیموی (م ۱۳۲۳ھ) گذرے ہیں جنہوں نے فقہی ترتیب پر ان احادیث کو جمع فرمایا ہے جن سے فقہ حنفی میں استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ زیدی نے الجواہر اللطیفہ نامی کتاب لکھی ہے، اس کتاب کا نام آثار السنن رکھا ہے، یہ دو جلدوں میں ۱۳۱۷ھ میں طبع ہو چکی ہے، اس کتاب کی دونوں جلدوں کے آخر میں محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ العزیز کے مرتبہ عربی قصائد ہیں جو آپ نے علامہ نیموی کی مدح میں اس وقت ارشاد فرمائے ہیں جبکہ آپ مدرسہ امینیہ دہلی میں صدر مدرس تھے، اسی کتاب آثار السنن میں ایک باب بیان فرمایا ہے :۔

باب فی زیارة قبر النبی ﷺ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ من زار قبری وجبت لہٗ شفاعتی. رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ والدار قطنی والبیہقی وآخرون واسنادہ حسن.

(ج ۲، ص ۱۲۶)

یہ باب نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے بیان میں ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سید دوعالم ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور دار قطنی اور دوسرے محدثین نے بھی، اور اس کی اسناد حسن ہیں۔

شارح ابی داؤد مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی قدس سرہ نے فرمایا :۔

اعلم ان زیارة سید المرسلین ﷺ باجماع

المسلمين من غير عبرة بماذكره بعض المخا لفين من اعظم القربات وافضل الطاعات وانجح المساعي لنيل الدرجات قريبة من درجة الواجبات بل قيل انها من الواجبات لمن له سقه وتركها غفلة عظيمة وجفوة كبيره وفيه اشارة الى حديث استدل به على وجوب الزيارة وهو قوله ﷺ من حج ولم يزرني فقد جفا ني . رواه ابن عدى بسندٍ حسنٍ وجزم بعض المالكية بان المشي الى المدينة افضل من الكعبة وبيت المقدس۔(بذل المجہود،ج ۳ص ۲۰۳مطبوعہ ملتان)

اور جان لے کہ سب رسولوں کے سردار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت تمام طاعات سے افضل ہے اور دربار نبوت سے قریب ہونے والے تمام وسیلوں سے بڑا وسیلہ ہے اور درجات آخر کے حاصل کرنے کی کامیاب کوشش ہے اور واجب کے قریب ہے بلکہ بعض علماء نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ جس آدمی کی طاقت ہو اس کے لئے تو واجب ہے اور اس کا چھوڑنا بڑی غفلت اور اپنے آپ پر بڑا ظلم ہے اور اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس سے زیارت کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حج تو کر لیا مگر میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ پر ظلم کیا، اس روایت کو ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے

اور بعض مالکی علماء نے تو اس پر یقین کر لیا ہے کہ مدینہ منورہ کو جانا بیت اللہ اور بیت المقدس کے لیے سفر کرنے سے بہتر ہے۔

فقہ حنفی میں روضۂ اقدس سید دوعالم ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب کے قریب ہے، آخری دور کے عظیم حنفی فقیہ علامہ شامیؒ نے فرمایا ہے۔

انها قريبة من الوجوب لمن له سعة.(ج ا ص ۲۷۹)

مدینہ منورہ کی زیارت ہر اس مسلمان کے لئے واجب کے قریب ہے جس کے پاس زادراہ کی وسعت ہو۔

علامہ شامیؒ نے ابن ہمام اور عارف ملا جامی رحمۃ اللہ علیہم سے یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ :۔

"صرف سید دوعالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرے وہاں پہنچ کر مسجد کی زیارت بھی خود بخود ہو جائے گی"

(صفحہ مذکور)

مجتہد مطلق علامہ کمال ابن ہمامؒ نے تو اس پاکیزہ مسئلہ پر طویل بحث کی ہے اور اسی میں یہ بھی فرمایا ہے کہ :۔

"جب اللہ تعالیٰ یہ نعمت عظمیٰ عطا فرماویں تو اللہ تعالیٰ کے حضور شکریہ کا سجدہ کرے اور حضور ﷺ کی خدمت میں سلام اور درخواست شفاعت پیش کرے اور جس نے سلام پیش کرنے کا کہا ہو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر اس کا سلام پیش کرے" الخ (فتح القدیر جلد دوم ص ۳۳۶)

علمائے کرام نے دربار نبوت میں حاضری کا طریقہ اور طرز تک تعلیم فرما دیا ہے جس سے ادبِ شانِ رسالت اور حیاتِ سید دو عالم ﷺ اور طلب شفاعت جیسے اہم عقائد ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :۔

ویقف کمایقف فی الصلوۃ ویمثل صورته الکریمة البھیة کانه فائم فی لحده عالم بی یسمع کلامه کذفی الاختیار شرح المختار ثم یقول ......ویبلغه سلام من اوصاہ فیقول السلام علیك یارسول اللہ من فلاں بن فلاں یستشفع بك الی ربك فاشفع له ولجمیع المسلمین۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں سلام کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے سید دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام اور درخواستِ شفاعت پیش کرے اور پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں سلام عرض کرتے وقت یوں کہے جئناکمانتوسل بکماالی رسول اللہ ﷺ یشفع لنا یعنی ان ہر دو یارانِ نبی کو وسیلہ بنا کر شفاعت کی درخواست کرے، اور پھر سید دو عالم ﷺ کے حضور میں آکر یوں درخواست کرے اَللّٰھم انك قلت وقولك الحق وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآؤُكَ (الایة) وقد جئناك سامعین قولك طائعین امرك مستشفعین نبیّك الیك (ج۱ص۲۱۰)

(ف) فتاویٰ عالمگیری وہ کتاب ہے جسے اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں جلیل القدر فقہاء کرام کی ایک جماعت سے حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہم کی زیر نگرانی مرتب کرلیا یہ کتاب

تمام عالم اسلام میں مقبول اور مستند سمجھی جاتی ہے، دیار عرب میں اس کا نام فتاویٰ ہندیہ ہے

سید دو عالم ﷺ نے اپنی امت کا تعلق اور دینی روحانی لگاؤ اپنی ذات عالی کے ساتھ رکھنے کیلئے جس طرح درود شریف پڑھنے کی ترغیب دی ہے، اسی طرح اور کئی ارشادات بھی فرمائے ہیں، جیسا کہ اذان کی قولی اجابت کے بعد حضور انور ﷺ نے مندرجہ ذیل دعا مانگنے والے کو یہ بشارت دی ہے کہ۔

فَمَنْ سَالَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِی يَوْمَ الْقِيمَةِ (مشکوٰۃ حوالہ مسلم وبخاری)(ورواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی)(مرقاۃ)

توجو آدمی میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مقام وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت لازم ہو جائے گی، اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن لازم ہو جائے گی۔

(ف) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ارشاد سے یہ استنباط بھی فرمایا ہے کہ اس آدمی کا خاتمہ علی الایمان ہو گا۔

اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ :۔

لانہٗ ﷺ اوجب علٰی نفسہٖ مکافاۃ من احسن الیہ فلو احسن الیہ بالدعاء فانہٗ یحسن الیہ بالشفاعۃ لامحالہ ۔(کوکب، ج۱، ص ۱۱۳)

اس لئے کہ سید دو عالم ﷺ نے اپنے آپ پر (رحمت اور شفقت کے ساتھ) ہر اس آدمی کے لئے بہترین صلہ لازم کیا

ہوا تھا جو آپ ؐ کے ساتھ احسان کرے تو جب یہ دعا کرنے والے نے آپ ؐ کے ساتھ اخلاص کا برتاؤ کیا تو آپ ؐ اس کے ساتھ اخلاص اور احسان کا برتاؤ کرتے ہوئے اس کی شفاعت فرماویں گے۔

حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے سید دوعالم ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی، تو آپ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا :۔

اَشْرَكْنَا يَا اُخَیَّ فِیْ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا فِیْ دُعَائِكَ.

(رواه ابوداؤد والترمذی) (مشکوٰۃ کتاب الدعوات)

اے میرے چھوٹے بھائی ہم سب کو بھی اپنی دعاؤں میں شریک کر لینا اور ہم کو اپنی دعا میں نہ بھلانا۔

ظاہر ہے کہ سید دوعالم ﷺ امام الانبیاء والمرسلین ہیں ساری کائنات ان کی رحمت کی دستِ نگر اور محتاج ہے مگر آپ ؐ نے بھی حضرت عمر ؓ کو حکم دیا کہ آپ ؐ کے لئے اور سب امت کیلئے دعا مانگیں۔ چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :۔

فيه طلب الفاضل من دعاء المفضول . (کوکب ج ۲ ص ۳۰۶)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ کبھی کبھی اعلیٰ اور افضل ہستی بھی اپنے سے ادنیٰ سے دعا کرا لیتی ہے۔

صحابہ کرام ؓ اور علماء اسلام کا معمول رہا ہے اور آج تک ہے کہ امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ کے حضور اپنی عبادات کو پیش کرتے رہتے ہیں جیسا کہ :۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سید دوعالم ﷺ کی طرف سے عمرہ کرتے رہتے تھے، مشہور محقق عالم دین ابن السراج سید دوعالم ﷺ کی طرف سے

قربانی دے دیا کرتے تھے آپ ہی نے سید دوعالم ﷺ کے حضور پیش کرنے کے لیے دس ہزار ختم قرآن مجید کے کئے تھے، کامل ولی اللہ ابن الموفق نے سید دوعالم ﷺ کی طرف سے ستر حج کئے ہر حج کے احرام پر یوں کہا کرتے تھے لَبَّیْکَ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ (شامی جلد ۱، ص ۶۶۶)

شیخ وقت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ :۔

ابن موفق کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کی طرف سے متعدد حج کیے ایک مرتبہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابن الموفق تو نے میری طرف سے حج کئے ؟ میں نے عرض کیا کہ جی حضرت! حضور ﷺ نے فرمایا تو نے میری طرف سے لبیک کہا؟ میں نے عرض کیا جی حضرت! حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اس کا بدلہ دونگا کہ حشر کے میدان میں تیرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دوں گا اور لوگ اپنا حساب کتاب کرتے رہیں گے۔ (فضائل حج ص ۵۱ مطبوعہ کراچی)

تنبیه :۔ افسوسناک تعجب ہے کہ یہاں بھی ابن تیمیہ نے منفردانہ حیثیت سے ایصال ثواب کے لیے ان عبادات کو منع قرار دیا ہے صرف اس عبادت کی اجازت دی ہے جن کا خود ﷺ نے ارشاد فرمایا جیسا کہ :۔

"درود شریف اور دعاء وسیلہ بعد از اذان"

علامہ شامیؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

"ذکر ابن حجر فی الفتاوی الفقیهة ان الحافظ ابن تیمیه منع اهداء ثواب القرأة للنبی ﷺ لان جنابه الرفیع لا یتجرّء علیه الا بما اذن فیه وهو

الصلٰوۃ علیہ وسوال الوسیلۃ لہٗ"

(شامی ج۱، ص ۶۶۲)

علامہ سبکی وغیرہ نے اس کی تردید میں لکھا ہے کہ :۔

"جب سید دوعالم ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو دعا کرنے کا فرمایا تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ایصال ثواب بہ دربار سید دوعالم ﷺ نہ صرف جائز ہے بلکہ محبوب اور مرغوب ہے"۔

احقر مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ اگر ابن تیمیہؒ کا نظریہ مان لیا جائے تو پھر عبادات بدنیہ اور مالیہ سید دوعالم ﷺ سے ساقط اور معاف ہو جانی چاہئیں حالانکہ معاملہ برعکس ہے، اس میں ذرہ بھر بھی شک کرنا کفر ہے کہ سید دوعالم ﷺ اس مقام رفیع کے مالک ہیں جو کسی کو عطا نہ ہوا، مگر پھر بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ مجھے بھی اجر و ثواب اسی طرح پسند اور مطلوب ہے جس طرح تم کو مطلوب اور محبوب ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے :۔

عن عبد الله بن مسعودؓ قال کنا یوم بدرٍ کلّ ثلاثة علٰی بعیر فکان ابو لبابة وعلی بن ابی طالب رضی الله عنهما زمیلی رسول الله ﷺ قال فکانت اذاجائت عقبة رسول الله ﷺ قال نحن نمشی عنك قال ماانتما با قوی منّی ومانا باغنی عن الاجر منکما ۔(مشکوٰۃ باب آداب السفر)

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ غزوہ بدر کے دن ہر تین صحابہ کے لیے ایک اونٹ تھا کہ باری باری اس پر سواری کرتے تھے

سید دوعالم ﷺ کے ساتھ حضرت علیؓ اور حضرت ابو نبابہؓ
شریک تھے جب امام الانبیاء ﷺ کے پیدل چلنے کا وقت آتا
تو یہ دونوں خادم عرض کرتے کہ آپؐ نہ اتریں ہم آپؐ کی
جگہ بھی پیدل چلتے ہیں مگر آپؐ نے فرمایا کہ نہ تو تم دونوں مجھ
سے زیادہ طاقتور ہو اور نہ ہی میں اجر و ثواب سے بے نیاز
ہوں۔

اس ارشاد عالی میں سید دوعالم ﷺ نے ایک تو یہ فرمایا کہ میں تم دونوں سے زیادہ طاقتور ہوں اس لئے میں بھی چل سکتا ہوں اور چونکہ جہاد کے لئے پیدل جانا زیادہ کار ثواب ہے اس لئے میں بھی اس کو حاصل کروں گا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مفسر القرآن والحدیث علامہ طیبی حنفی کے حوالہ سے اس کی تشریح میں فرمایا ہے :۔

فیه الافتقار الی اللّٰہ تعالیٰ یعنی حضور انور ﷺ بھی اللہ
تعالیٰ کی مزید رحمتوں کے طالب ہیں۔

مدینہ منورہ کی فضیلت

ساری زمین پر صرف ایک ہی ایسی بستی ہے جس کی طرف کرۂ ارض پر رہنے والے مسلمانوں کے دل ہر وقت مشتاق رہتے ہیں، ان کا دل ہر وقت اس بستی کی زیارت کے لئے بے تاب رہتا ہے، وہ مالی اور بدنی تکالیف اٹھا کر بھی اس کی زیارت کے لیے آنا سعادت اور بڑی برکت سمجھتے ہیں، اور وہ مدینہ منورہ ہے۔ جہاں سید دوعالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت فرمائی اور اسی مبارک بستی میں قرآن عزیز کا اکثر حصہ نازل ہوا، وہیں سے جان نثاروں نے ہر قسم کی قربانی دے کر پرچم اسلام کو بلند کیا ہے، اسی بستی سے قرآنی معارف اور انوار احادیث کے ہمیشہ جاری رہنے والے چشمے پھوٹے، اسی بستی کے لیے سید دوعالم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے بھی دوچند برکتوں کے نزول کی دعا مستجاب فرمائی ہے۔

اس بستی کی برکات اور فضائل اس قدر زیادہ ہیں کہ مجھ جیسا گنہگار ان کا عشر عشیر بھی بیان نہیں کر سکتا۔ حصولِ برکت کے لیے اپنی مولفہ کتاب تذکرہ دیار حبیب سے جو کہ علامہ نور الدین سمہودی قدس سرہ (م ۹۱۱ ھ) کی مرتبہ مستند تاریخ مدینہ منورہ وفاء الوفاء کا سلیس اردو ترجمہ ہے چند برکات درج کی جاتی ہیں :۔

(۱) سید دوعالم ﷺ کا جسد عنصری اسی مدینہ منورہ کے جوہر سے بنایا گیا اور پھر اسی پاکیزہ قطعہ میں آپ کا روضۂ اقدس بنایا گیا۔

(۲) اس شہر کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دین کا مددگار (انصار) فرمایا۔

(۳) دوسرے شہر تو تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ منورہ قرآنی آیات کی

برکات سے فتح ہوا۔

(۴) اس شہر میں وہ قبرستان ہے جس میں تقریباً دوسو صحابہ کرام اور کئی تابعین اور آج تک بھی کئی علماء، صلحاء، اولیاء مدفون ہیں کہ حضور انورؐ نے فرمایا۔

"جس کی موت مدینہ منورہ میں آئے گی میں قیامت کے دن اس کے لیے شفیع اور اس کے مومن ہونے کی شہادت دوں گا"

(۵) اس بستی میں وہ ہستی آرام فرما ہے جسے سید دو عالم ﷺ نے سید الشہداء (سب شہیدوں کا سردار) فرمایا۔ (حمزہؓ)

(۶) اس میں وہ مسجد ہے جس کو سید دو عالم ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے بنایا اور اس کی تعمیر میں سارے انسانوں سے افضل ترین انسان (انبیاء علیہم السلام کے بعد) شریک تعمیر تھے۔

(۷) اس شہر میں وہ مسجد ہے جس میں کم از کم چالیس نمازیں پڑھنے والا نفاق اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

(۸) اس شہر میں وہ مسجد (قباء) ہے جس کی زیارت کے لیے آنے والے کو عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

(۹) حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مدینہ منورہ کے قبرستان سے ستر ہزار انسان چاند کی طرح چمکتی ہوئی شکل کے ساتھ اٹھیں گے اور جنت میں بلا حساب داخل ہو جائیں گے۔

(۱۰) یہاں کے رہنے والوں کو حضور انور ﷺ نے اپنا پڑوسی فرمایا۔

(۱۱) بعض عشاق کو مدینہ منورہ آنے کا حکم دیا جیسا کہ حضرت بلالؓ کو شام سے مدینہ کی حاضری کا حکم دیا۔

(۱۲) یہ شہر طاعون اور دجال سے محفوظ رہے گا۔

(۱۳) اس شہر کا ایک نام طابہ، طیبہ، طیّبہ، طائبہ بھی ہے جس کے در و دیوار سے آج بھی ایمان والے خوشبو کو محسوس کرتے ہیں۔

(۱۴) اس شہر کا نام (طابہ) خود اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

(مشکوٰۃ باب حرم المدینہ)

ان تمام اسماء مبارکہ کی تشریح علماء کرام نے یہ فرمائی ہے کہ :۔

"وہب بن منبہ تابعی نے جو ابو ہریرہؓ کے شاگرد رشید ہیں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم تورات میں مدینہ منورہ کا نام طیبہ اور طابہ اور مطابہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ابن بطال نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والے اس کی دیواروں اور اس کی مٹی سے بہترین خوشبو محسوس کرتے ہیں اشبیلی نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ سے ایسی خوشبو آتی ہے جو دنیا کی خوشبو سے ممتاز ہے۔ یاقوت نے کہا ہے کہ اس کی ہوا خوشبو والی ہے، برسات میں اس مٹی سے ایسی خوشبو نمودار ہوتی ہے جو دوسری بستیوں کی مٹی سے نہیں ہوتی۔

ابو عبید اللہ عطارؒ نے ایک شعر فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :۔

"حضور انور ﷺ کی خوشبو سے سارا مدینہ معطر ہو گیا، جس کے سامنے کستوری، کافور اور عنبر وغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں ایک باب کا عنوان باب المدینہ طابہ رکھا ہے جس میں اس خوشبو کے بارہ میں روایات نقل فرمائی ہیں

(منقول از تذکرہ دیار حبیب ﷺ جلد اول)

گنبد خضراء کا مقام قاسم العلوم کی نظر میں

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے شجرہ عالیہ میں گنبد خضرا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا

حق آنکہ او جان جہان است — فدائے روضہ اش ہفت آسماں است
حق آنکہ محبوبش گرفتی — برائے خویش مطلوبش گرفتی
پسندیدی زجملہ عالم آں را — ہما بجزا شتی باقی جہاں را
گزیدی از ہمہ گلہا تو او را — نمودی صرف اوہر رنگ وبو را
ہمہ نعمت بنامِ او نمودی — دو عالم رابہ کام او نمودی
بآں کو رحمۃ للعالمین است — بدر گاہت شفیع المذنبین است

حق سرور عالم محمدؐ
حق برتر عالم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

(ترجمہ)

(۱) اس کے طفیل جو تمام کائنات کا روح ہے اور جس کے روضہ پر نثار سات آسمان ہیں۔۔۔

(۲) اس ذات کے طفیل جسے تو نے محبوب بنایا اور اس ذات کو اپنے لئے مطلوب بنایا۔

(۳) اس ذات کو آپ نے سب جہاں میں سے پسند فرمالیا اور ہمارے لئے باقی جہاں رہنے دیا۔

(۴) تمام پھولوں سے اس نے آپ کو چن لیا اور تمام نقش و

نگار اور خوشبو کو اس پر صرف کر دیا۔

(۵) تمام نعمتوں کا انتساب اسی کے نام سے فرمایا اور دونوں جہانوں کو اسی کے لئے تو نے بنایا۔

(۶) اس ذات عالی کے طفیل جو سب جہانوں کے لئے رحمت ہے آپ کے حضور گنہگاروں کی شفاعت کرنیوالے ہیں۔

(۷) تمام جہانوں کے سردار محمد ﷺ کے طفیل اور تمام جہاں سے افضل محمد ﷺ کے طفیل اس بے چارہ قاسم پر رحم وکرم فرما۔

عربی زبان کا محاورہ ہے شرافة المکان بالمکین کسی مکان کی عزت اس میں رہنے والے کی شرافت سے ہوتی ہے، اینٹ اور پتھر، گارا اور مٹی بذات خود عزت اور شرافت کی حامل نہیں لیکن جونہی کسی اشرف اور افضل ذات کا وہاں بسیرا ہو گیا تو وہ اب مشرف اور معظم بن جاتی ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا:۔

"اے پتھر میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے مگر تجھے سید دوعالم ﷺ نے چوما اس لئے میں بھی تجھے چومتا ہوں،،

چنانچہ مدینہ کو منورہ کرنے والی ذات بلکہ یثرب کو مدینہ کا ممتاز مقام عطا کرنے والی ذات سید دوعالم رحمت دوعالم ﷺ ہی ہے۔

امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ مدینہ منورہ میں آرام فرما رہے ہیں اس لئے چند سطور اس مبارک بستی کے متعلق لکھی جاتی ہیں۔

مدینہ کا نام سید دوعالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے یَثْرَبْ تھا جیسا کہ قرآن عزیز میں سورہ احزاب کی آیت نمبر ۱۳ میں منافقوں کا یہ قول موجود ہے

یَااَهْلَ یَثْرِبَ مگر جب سید دوعالم ﷺ تشریف لائے تو اس بستی کا نام مدینۃ النبی ہو گیا، جیسا کہ حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس دمشق میں ایک طالبعلم نے حاضر ہو کر کہا :۔

انی جئتك من مدینۃ رسول الله ﷺ (مشکوٰۃ)

میں تیرے پاس سید دوعالم ﷺ کے شہر سے آیا ہوں۔

پھر کثرت استعمال سے صرف مدینہ رہ گیا جس کو مدینہ منورہ کہہ کر مخلص مسلمان اپنی محبت نبوی کا اظہار کرتا ہے، مدینہ منورہ کے فضائل پر مستقل کئی کتابیں لکھی گئی ہیں یہاں اختصار کے ساتھ اس کے فضائل کو درج کیا جاتا ہے :۔

مدینہ منورہ کے فضائل اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے لئے کئی مجلدات بھی ناکافی ہیں علامہ نور الدین سمہودیؒ نے وفاء الوفاء میں اور قاضی عیاض نے الشفاء میں کافی ارشادات نبی کریم ﷺ کو جمع فرمادیا ہے، اس مقدس ترین بستی کا ذکر خیر اور فضائل مدینہ کا باب حدیث کی ہر کتاب اور سیرت کی ہر کتاب میں موجود ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ سید دوعالم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے جونہی مدینہ منورہ کی دیواریں نظر آتیں اپنی سواری کو تیزی سے دوڑاتے تاکہ مدینہ منورہ جلدی پہنچ جائیں۔

امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے "احد پہاڑ" کے متعلق فرمایا یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں

مدینہ منورہ کے باغات سے جب پہلا پھل نکلتا تو صحابہ کرامؓ حضور انور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتے آپؐ اس کو آنکھوں کے ساتھ لگاتے اور

دعا کے بعد مدینہ منورہ کے بچوں کو عنایت فرمادیتے۔

حضور انور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اس کی (مدینہ منورہ) گرد و غبار میں ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔

امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے خود مختار کے ایک بیمار کو صعیب نامی جگہ کی مٹی لے کر استعمال کرنے کا حکم دیا جس پر اسے مختار نے چھوڑ دیا، علامہ نور الدین سمہودی م ۹۱۱ھ نے فرمایا ہے کہ وہ گڑھا آج تک موجود ہے اور تمام علماء سلف و خلف اس سے مٹی لے کر استعمال کرتے ہیں اور باہر بھی بھیجتے ہیں۔

(وفاء الوفاء ج ۱ ص ۶۸)

احقر مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ :۔

"سعودی عرب کی اقتصادی حالت بہت بہتر ہونے سے پہلے خاک شفاء غلاف کعبہ اور دوسرے تبرکات حجاج اور زوار کو مہیا کئے جاتے تھے مگر اب یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب فضل المدینہ میں سید دوعالم ﷺ کا یہ ارشاد روایت فرمایا ہے یقولون یثرب وھی المدینۃ ، حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ :۔

"بعض منافق مدینہ منورہ کو یثرب کہا کرتے تھے جیسا کہ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۱۳ میں ہے حضور انور ﷺ نے اس سے منع فرمایا، اور جو قرآن حکیم میں یثرب کا کلمہ آیا ہے یہ منافقوں کی بات کو نقل فرمایا ہے مسلمان مدینہ منورہ ہی کہا کرتے تھے، اور مالکیہ کے مشہور عالم عیسیٰ بن دینار نے کہا ہے کہ جو مدینہ کو یثرب کہے گا اس پر ایک گناہ لکھا جائے گا"۔

سید دو عالم ﷺ نے اب اس بستی کو یثرب کے نام سے یاد کرنے سے منع فرمایا ہے، ایک ارشاد میں یوں فرمایا کہ جس نے مدینہ کو یثرب کے نام سے پکارا اسے اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی بخشش مانگنی چاہیے ایک اور روایت میں یوں فرمایا کہ اگر ایک مرتبہ منہ سے یثرب کا لفظ نکل گیا تو اس کے کفارہ کے لیے دس مرتبہ مدینہ کہنا چاہیے۔

امام الانبیاء حضور پر نور سید دو عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے بھی اس بستی کی حفاظت کی گئی تھی جیسا کہ جب یمن کے ایک بادشاہ نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو اس وقت وہاں یہودی آباد تھے ان کے چند علماء نے اس بادشاہ کو یہ کہا کہ :۔

> "اے بادشاہ! اس بستی کی حفاظت منجانب اللہ کی جارہی ہے ہم نے اپنی کتاب (توراۃ) میں اس کا نام طابہ[1] لکھا ہوا پایا ہے اور یہاں حرم مکہ سے ایک عظیم نبی جو اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے ہوگا ہجرت کر کے آئے گا اور پھر یہیں اقامت اختیار کریگا"

چنانچہ تبع نے اپنا ارادہ منسوخ کر دیا اور اسی تبع اول نے (جس کا نام تبان اسعد بن کلیکرب تھا) ایک مکان تیار کیا کہ جب بھی وہ سید دو عالم ﷺ تشریف لائیں تو اسی مکان میں قیام فرمادیں اور اس یہودی عالم کو ایک خط لکھ کر دیا جس میں اپنے اسلام لانے کا یوں اقرار کیا ہے۔

---

[1] بخاری نے باب المدینہ طابہ کے عنوان سے ایک باب باندھا ہے اور اس حدیث کی شرح میں حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ کو طابہ اور طیبہ اس لئے فرمایا کہ اس کی مٹی اور ہوا میں وہ خوشبو ہے جو دوسری کسی جگہ نہیں پائی جاتی اور بخاری کے محشی ابو علی الصدفی سے یہ نقل فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنے والا اس خوشبو اور دل پسند مفرح فضاء کو محسوس کرتا ہے جو دوسری جگہوں میں نہیں آسکتی (فتح الباری جلد نمبر ۴ ص ۶۷)

شهدت على احمد انه رسولٌ من الله بارى النعم

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد ﷺ خالق کائنات کے رسول ہیں

فلومد عمرى الىٰ عمره لكنت وزيرا له وابن عم

اگر میری عمر لمبی ہو گئی تو میں ان کا بوجھ اٹھانے والا اور چچازاد

بھائی بن جاؤں گا

اور یہ خط اس عالم کو دے دیا جو ان کے پاس رہا اور اس مکان میں وہ رہائش پذیر رہے یہاں تک وہ مبارک وقت تقریباً سات سو سال بعد آگیا کہ سید دوعالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسی مکان کے سامنے آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی جس میں اس وقت ابو ایوب انصاریؓ قیام پذیر تھے اور اسی عالم کی اولاد میں سے تھے جس کو شاہ یمن نے مکان بنوا کر دیا تھا، چنانچہ سید دوعالم ﷺ نے اسی تبع کے متعلق فرمایا کہ :۔

لاتسبوا تبعا فانه كان مومنا

(ترجمہ) تبع کو برا نہ کہو وہ تو مسلمان تھا۔

روایات میں آیا ہے کہ اس کے باپ سعد نے سب سے پہلے بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا تھا (وفاء الوفاء، ج ۱، ص ۱۸۸ تا ۲۶۵)

(ف) بعض علماء کرام کے ہاں مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے بھی اعلیٰ اور افضل ہے، علامہ نور الدین سمہودیؒ نے ننانوے وجوہ مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ سے اشرف اور اعلیٰ ہونے کی بیان فرمائی ہیں جن کی تفصیل اس کتاب میں نہیں ہو سکتی، مگر اس امر پر تمام امت کا اجماع ہے کہ سید دوعالم ﷺ جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ نہ صرف روئے زمین سے بلکہ عرش عظیم سے بھی اعلیٰ اور اشرف ہے۔

امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے بعض مقامات کی تشریح فرمائی جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

مابین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة ومنبری علی حوضی۔

وہ ٹکڑا جو کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر رکھا ہوا ہے۔

سید دوعالم ﷺ کا یہ ارشاد عالی اپنے حقیقی معنوں میں ہے جیسا کہ محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز نے فرمایا:۔

"کہ اسی روایت میں قبر کا کلمہ بھی آیا ہے یعنی مابین قبری و منبری بھی روایت ہے اور اس ارشاد نبوی کی سب سے زیادہ صحیح شرح میرے ہاں یہ ہے کہ یہ زمین کا ٹکڑا جنت ہی سے آیا ہے پھر جنت کی طرف اٹھایا جائے گا اس لیے یہ حقیقی طور پر جنت کا ایک باغ ہے"۔ (فیض الباری)

حافظ ابن حجرؒ نے طبرانی کی روایت کی توثیق سے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا میرے منبر کے پائے جنت کی سیڑھیوں پر ہیں۔ اس بات کو اظہر (زیادہ ظاہر) فرمایا ہے اور مجازی معنی کو ابن حزم کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ (فتح)

تنبیه :۔ استاذ العلماء نے جو ارشاد فرمایا وہ بالکل صحیح اور حقیقی ہے مگر جن لوگوں کو ہر وہ قول پسند ہے جس سے شان رفیع میں کمی ظاہر ہوتی ہے ان کے ہاں اس کی شرح یہ ہے :۔

قولہ (علیه السلام) مابین بیتی ومنبری روضة

من رياض الجنّة . بيان لقوة سببة الاتيان فى هذه الموضع والصلوٰة فيه غاية القوة لدخول الجنّة الى من اتى هذا الموضع وصلّى فيه يكون اتبانه اياه وصلوٰة فيه سببًا قويا غاية القوة لدخول الجنّة الحاصل ان من اتى هذا الموضع وصلّى فيه فكانمادخل الجنّةهذا هو الصحيح من معنى الحديث وماقيل سوىٰ ذلك فهولايخلو عن تكلفٍ.

قولهٗ (عليه الصلوٰةو السلام)"ومنبرى على حوضى" اعلم انهٗ ﷺ كان يكون على المنبر ويسمع حاضرين اٰيات القرآن واحا ديثه و كلمه الطّيّبٰت المباركات ويعظمهم ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة فهذه كلها سبب قوى غاية القوة شرب ماء حوض النبى ﷺ فى المحشر فصار من اخذما يبينه النبى ﷺ على المنبر وعمل بهٖ كانما شرب الحوض۔

(الهام الباری، ص ۷۱، ۷۲)

سید الانبیاء والمرسلین حضور انور ﷺ کا یہ ارشاد کہ جو قطعہ زمین کا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے یہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اس جگہ آکر نماز پڑھے گا اس کا یہ نماز پڑھنا

جنت کے داخلہ کے لئے ایک قوی سبب بن جائے گا گویا وہ یہ سمجھ لے کہ وہ جنت میں داخل ہو گیا، حدیث کا یہی معنی صحیح ہے اور جو اس کے سوا کہا گیا ہے وہ اپنی طرف سے بات بنانے سے خالی نہیں۔

اسی طرح سید دوعالم ﷺ کا یہ ارشاد کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے ،اس کا مطلب یہ ہے کہ سید دوعالم ﷺ اس منبر پر کھڑے ہو کر حاضرین کو قرآن عزیز اور احادیث سنایا کرتے تھے اور اپنے پاکیزہ کلمات ارشاد فرمایا کرتے تھے اور ان کو نصیحت فرمایا کرتے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھایا کرتے تھے یہ ساری کی ساری باتیں آپؐ کے حوض سے پانی پینے کا قوی سبب ہیں کہ محشر میں اس کو حوضِ کوثر کا پانی پلایا جائے گا گویا جس نے آپؐ کے ارشاد پر عمل کیا وہ یہ سمجھ لے کہ اس نے حوض سے پانی پی لیا۔

یہ بات تو مجھ جیسا ادنیٰ طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے کہ پھر یہ تو اسی طرح ہو گیا جیسا کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا مساجد جنت کے باغ ہیں ، تو پھر اس میں مدینہ منورہ کی کون سی فضیلت رہ جاتی ہے ؟ اس طرح تو ہر مسجد میں نماز پڑھنے والا اور سید دوعالم ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنے والا خواہ جہاں بھی ہو وہ داخلہ جنت کا مستحق ہو سکتا ہے۔

مقام افسوس ہے کہ ایسے لوگ ادھر تو اپنے آپ کو دارالعلوم دیوبند سے منسوب کرتے ہیں اور ادھر ان اکابر کی ہر اس بات سے اختلاف کرتے ہیں جو انہوں نے شانِ رفیع سید دوعالم ﷺ میں کہنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

زیادہ افسوس ان حضرات پر ہے جو یہ سب کچھ جان کر، پڑھ کر اپنی نجی محافل میں تو ان پر تنقید کرتے ہیں مگر عام مسلمانوں کو ان خطرات سے آگاہ نہیں کرتے جو خطرات دینی طور پر ان کو اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں۔فالی اللہ المشتکی۔

(ف) آپؐ کا یہ ارشاد اس لئے ہے کہ لوگ مدینہ منورہ کی اقامت کو پسند کریں، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فرمایا "فیہ اشارۃ الی الترغیب فی سکن المدینۃ۔ (فتح، ج ۴، ص ۸۵)

حضور اکرم ﷺ نے امت کو مدینہ منورہ آنے، یہاں قیام کرنے، یہاں دفن ہونے کی ترغیب دی ہے جس کی کچھ تفصیل گزر چکی ہے، اس لئے ہمیشہ اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ بات رہی ہے کہ وہ جس طرح حج بیت اللہ کے لئے آنے والوں کا انتظام کرے اسی طرح مدینہ منورہ جانے والوں کا انتظام بھی حکومتِ وقت کے لئے لازم اور ضروری ہے، چنانچہ پانچویں صدی ہجری کے محقق عالم ماہر دستور اسلامی علامہ علی بن محمد ماوردی (م ۴۵۰ھ) نے اپنی کتاب الاحکام الاسلطانیہ کے دسویں باب الولایۃ علی الحج میں لکھا ہے۔

فاذاقضی الناس حجھم امھلھم الایام التی جرت بہ العادۃ فی انجازعلائقھم فاذاعاد بھم لزیارۃ قبررسول اللہ ﷺ لیجمع لھم بین حج بیت اللہ عزّ وجل وزیارۃ قبررسول اللہ ﷺ رعایۃ لحرمتہ وقیامالحقوقہ۔ (ص ۱۰۵)

جب لوگ اپنا حج ادا کرلیں تو حکومت ان کو اتنی دیر مہلت

دے کہ وہ اپنی ضروریاتِ مکہ مکرمہ سے فارغ ہو جائیں پھر ان کے لئے "زیارۃ قبر" سید دو عالم ﷺ کا انتظام کرے تاکہ حج بیت اللہ اور زیارت قبر سید دو عالم ﷺ کا شرف حاصل کرلیں اور جو حقوق حضور انور ﷺ کے امت پر ہیں ان کی ادائیگی ہو جائے۔

ماوردی ابن تیمیہ سے پہلے گذرا ہے اس نے زیارت قبر رسول ﷺ کو مسلمانوں کا ایک اہم ایمانی اور عشقی فریضہ قرار دیا ہے۔

اسی طرح سلطان عبدالعزیز نے ۱۳۴۴ھ میں موتمر عالم اسلامی منعقدہ مکہ مکرمہ میں اپنی حکومت کے فرائض کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :۔

خدمة الحرمين الشريفين واهلها وتوفير الوسائل لراحة الحجاج والزوار۔ (الامام العادل، ج۱، ص ۱۴۴)

میری حکومت کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ حرمین شریفین اور ان دونوں بابرکت شہروں میں رہنے والوں کی خدمت کروں اور ان تمام وسائل کو بروئے کار لاؤں جن سے بیت اللہ کے حاجیوں اور مدینہ منورہ کی زیارت کرنیوالوں کو زیادہ سے زیادہ آرام اور سہولت پہنچے۔

مدینہ منورہ کا چپہ چپہ انوار رحمت اور برکات سے پر ہے اس کی ساری فضا پودے، پہاڑ، پانی، مٹی، گرد و غبار، غرضیکہ ہر چیز ایک عظیم شرف سے مشرف ہے یہی وہ مقام رفیع ہے جس میں رحمت دو عالم خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ نے تیرہ سال حیات دنیاوی کے گذارے اور اب چودہ سو سال سے آپ کا روضۂ اطہر انوار الٰہیہ اور برکات سرمدیہ کا مہبط بنا ہوا ہے، اس لئے ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ

علیہ نے فرمایا ہے کہ :۔

"مدینہ منورہ حاضری دینے والا دربار سید دوعالم، مسجد نبوی، جنۃ البقیع، اور شہداء کی قبور (میدان احد وغیرہ میں) اور دوسرے تمام مقامات متبرکہ کی زیارت کرے یہ اس کے لئے اجر وثواب کا ذریعہ بن جائے گا" (مرقاۃ ج ۶ ص ۸۷)

(ف) امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد ہے : مَنْ زَارَنِی یعنی مَنْ اَتَی الْمَدِیْنَۃَ کَانَ فِیْ جِوَارِیْ (المصنف، ج ۹، ص ۲۳۷)

دور حاضر کے مشہور مولف نصرت عباس کرارہ نے تاریخ الحرمین میں ارشاد فرمایا :۔ جب مدینہ منورہ اور اس کے بعض مقامات نظر آجائیں تو پیدل چلنا بہتر ہے جیسا کہ وفد عبدالقیس نے جب سید دوعالم ﷺ کو دیکھ لیا تو فوراً سواریوں سے اتر پڑے۔ حضور انور ﷺ نے ان پر اعتراض نہ فرمایا۔ سید دوعالم ﷺ کی تعظیم وفات کے بعد بھی ایسی ہی ہے جیسا کہ حیات مبارکہ میں تھی۔ (ص ۲۸۰)

اکابر علماء دیوبند اور احترام مدینہ منورہ

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے اپنی مولفہ کتاب الشہاب الثاقب میں فرمایا ہے۔

یہ جملہ حضرات رضی اللہ عنہم جس قدر ادب و تعظیم واجب بہ نسبت حضور علیہ السلام جانتے اور کرتے ہیں کوئی طائفہ روئے زمین پر آج اس درجہ پر نہیں جناب مولانا نانوتوی (حضرت مولانا محمد قاسم) رحمۃ اللہ علیہ چند منزل برابر اونٹ پر سوار نہ ہوتے حالانکہ اونٹ ان کی سواری کا موجود تھا اور خالی پیر میں زخم پڑ گئے تھے، کانٹے لگتے تھے، پتھروں نے ٹھکرا ٹھکرا کر حال دگرگوں پاؤں کا کر دیا تھا، تمام عمر کیمخت (سبز رنگ) کا جوتا اس وجہ سے نہیں پہنا کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دے دیا۔ فراق مدینہ منورہ میں ان کے عظیم فقرے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں۔

امیدیں اور ہیں لاکھوں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگان مدینہ میں مرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے۔
کہ میں ہوں اور سگان حرم کی تیرے قطار
اڑا کے باد میری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار

دلے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار

حیات سید دوعالم ﷺ پر جامع اور مدلل کتاب آب حیات حضرت نانوتویؒ کے زور قلم اور غلبہ عشق رحمت دوعالم ﷺ کا بہترین اور بے مثل شاہکار ہے۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز کے متعلق بھی حضرت مدنی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ :۔

.... ہم چند باتیں چشم دید کہ جن سے اکثر حضرات واقف ہو گئے بیان کرتے ہیں حضرت مولانا کے یہاں تبرکات میں حجرۂ مطہرہ کے غلاف کا ایک سبز ٹکڑا بھی تھا بصد ادب کبھی کبھی حاضرین وخدام کو جب ان تبرکات کی زیارت خود کرایا کرتے تھے تو صندوقچہ کو خود اپنے دست مبارک سے کھولتے اور غلاف کو نکال کر اول اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چومتے تھے پھر اوروں کی آنکھوں سے لگاتے اور ان کے سروں پر رکھتے اس امر کو ہزاروں نے ملاحظہ فرمایا۔

مدینہ منورہ کی کھجوریں آتیں تو نہایت عظمت و حفاظت سے رکھی جاتیں اور اوقات مبارکہ متعددہ میں خود بھی استعمال فرماتے اور حضّار بارگاہ مخلصین کو بھی نہایت تعظیم وادب سے اس طرح تقسیم فرماتے کہ گویا نعمت غیر مترقبہ اور اثمار جنت ہاتھ آگئے ہیں حالانکہ بصرہ، سندھ وغیرہ کی کھجوریں ہمیشہ آتی رہتی تھیں مگر ان کی وقعت اس سے زیادہ ہرگز نہ تھی کہ جملہ میوؤں میں سے یہ بھی ایک میوہ ہے، مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے لوگوں کو پھینکنے نہ دیتے اور نہ خود پھینکتے تھے ان کو ہاون دستہ میں کٹوا کر نوش

فرماتے، مثل چھالیوں کے کترواکر لوگوں کو استعمال کرنے کی ہدایت فرماتے تھے، احقر ماہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ میں بہمراہی بھائی محمد صدیق صاحب جب حاضر خدمت ہوا تھا تو بھائی صاحب سے پہلے ہی حاضری میں حضرت قدس سرہ العزیز نے دریافت فرمایا کہ حجرہ شریفہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں؟ چونکہ وہ احقر کے پاس تھی اس لیے بادب ایستادہ پیشکش خدمت اقدس کیا تو نہایت وقعت اور عظمت سے قبول فرماکر سرمہ میں ڈالوایا اور روزانہ بعد از نماز عشاء خواب استراحت فرماتے وقت اتباعاً للسنۃ اس سرمہ کو آخر عمر تک استعمال فرماتے رہے، اس قصہ سے عام خدام واقف ہیں۔ (الشہاب الثاقب)

بلکہ آپ کے ہاں تو خاک مدینہ منورہ کا کھانا بھی حلال اور باعث برکت تھا چنانچہ آپ کے خلیفہ ارشد اور آپ کی سیرت کے مرتب حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ :۔

”انسان کو جب کسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اس کے تمام متعلقات سے الفت پیدا ہو جاتی ہے، چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے سواد قلب میں حقتعالیٰ شانہ، اور جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت راسخ ہو گئی تھی اس لیے حرمین شریفین کے خس وخاشاک تک کو آپ محبوب سمجھتے اور خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے مدنی کھجوروں کی گٹھلیاں پسوا کر صندوقچہ میں رکھ لیتے اور کبھی کبھی سفوف بنا کر پھانکا کرتے ایک مرتبہ فرمانے لگے لوگ حرمین شریفین کی چیزوں زمزمی کے ٹین اور تخم خرما کو یوں پھینک دیتے ہیں یہ خیال نہیں کرتے کہ ان چیزوں کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ہوا لگی ہے“۔

.... ”مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدنی کھجور کی گٹھلی پسی ہوئی حضرت نے صندوقچہ میں سے نکال کر مجھے عطا فرمائی کہ لو اس کو پھانک

لو، ایک مرتبہ مدینہ منوار کی املی مجھے کھلائی، ایک دفعہ مدینۃ الرسول (ﷺ) کی مٹی مجھ کو عطا فرمائی کہ اس کو کھالو میں نے عرض کیا حضرت مٹی کھانا تو حرام ہے، آپ نے فرمایا "میاں وہ مٹی اور ہو گی"

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم، ص ۴۸)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب زبدۃ المناسک میں ان فضائل اور برکات کا کافی حصہ بیان فرمایا گیا ہے اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

جب ۲۱۔۱۳۲۰ھ مطابق ۲۔۱۹۰۱ء آل سعود اور آل رشید کے درمیان زبردست جنگ جاری تھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا راستہ خطرناک تھا اس وقت صرف اونٹوں کی سواری ہو سکتی تھی ایسی حالت میں آپ کے پاس ایک استفتاء آیا جس کو نقل کیا جاتا ہے۔

سوال :۔ جو شخص حج کو مکہ شریف جاوے اور مدینہ منورہ نہ جاوے اس خیال سے کہ مدینہ شریف جانا کوئی فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ ایک کار خیر ہے، ناحق ایسے راستہ خوفناک میں جاوٴں کہ جابجا راستہ میں قافلے لٹ رہے ہیں اور خوف جان و مال کا ہے اور اس قدر روپیہ بھی صرف ہو گا اس سے کیا فائدہ تو یہ گنہگار ہو گا یا نہیں؟

جواب :۔ مدینہ نہ جانا اس وہم سے کمی محبت فخر عالم علیہ السلام کا نشان ہے ایسے وہم سے کوئی دنیا کا کام نہیں ترک ہوتا زیارت ترک کرنا کیوں ہوا، اور راہ ہر روز نہیں لٹتی اتفاقی بات ہے یہ کوئی حجت نہیں مگر ہاں واجب بھی نہیں، اور روپیہ خیرات میں صرف ہونا سعادت ہے، مکہ سے مدینہ تک پچاس روپیہ اعلیٰ درجہ کا صرف ہے جس نے پچاس روپیہ کا خیال کیا اور حضورؐ کے مرقد مبارک کا

خیال نہ کیا اس کا ایمان و محبت لاریب ناقص ہے گو گنہگار نہ ہو مگر اصلی جبلت میں ہی کمی ایمان کی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۳۷۶)

(ف) ایسے خطرناک حالات میں آپ نے مدینہ منورہ کی حاضری کو کمال ایمان کی علامت قرار دیا اور ڈر کے مارے نہ جانے کو ایمان کی کمی قرار دیا۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کا عشق مدینہ منورہ اور سید دوعالم ﷺ تو اظہر من الشمس ہے چودہ سال تک روضۂ اطہر کے سامنے بیٹھ کر درس حدیث اور علوم دینیہ دیا اور بعض ثقہ راویوں کے بیان کے مطابق روزانہ روضہ اقدس کی جالیوں کو اپنی داڑھی کے بالوں سے صاف فرمایا کرتے تھے، ان کے عشق مدینہ منورہ کی داستان بہت طویل ہے۔

الغرض اکابر علماء دیوبند عشق مدینہ منورہ میں سرشار تھے اور اب ان کے مخلص خدام کا یہی ایمان اور یقین ہے۔

پاکستان کے شیخ الاسلام شارح صحیح مسلم مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ :۔

"ہر شخص کے تین وطن ہیں،

☆ وطن جسمانی : وہ جگہ جہاں وہ پیدا ہوا ہے،

☆ وطن ایمانی : مومن کا مدینہ طیبہ ہے جہاں سے اس کو نور ایمانی ملا ہے،

☆ وطن روحانی : جنت ہے جہاں عالم ارواح میں اس کا اصلی مستقر تھا"۔

(نقوش و تاثرات از مفتی محمد شفیع صاحب ص ۱۰)

احقر قاضی ارشد الحسینی عرض کرتا ہے کہ مدینہ منورہ سے میرے ابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو جو عشق و محبت تھی اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اگر کوئی آدمی حضرت کے سامنے صرف مدینہ کہہ دیتا تو سخت ناراض

ہوتے فرماتے مدینہ صرف نہ کہو بلکہ ساتھ منورہ بھی کہو۔

(۲) حضرت مولانا حافظ ریاض احمد اشرفی رحمۃ اللہ علیہ حج سے واپس آئے تو پیلے رنگ کی رومال نما پگڑی لائے اتفاق کی بات اباجی گھر موجود نہ تھے حضرت حافظ صاحب نے وہ پگڑی مجھے دی اور فرمایا حضرت کی خدمت میں پیش کر دینا اور عرض کرنا یہ رسماً نہیں بلکہ حکماً لایا ہوں اور پھر خود ہی تفصیل فرمائی کہ مدینہ منورہ میں قطب زمان امام الاولیاء حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور آپ نے حکم فرمایا کہ یہ پگڑی لے جاؤ اور قاضی صاحب کے سر پر میری طرف سے باندھ دو، جب میں نے یہ عرض کیا تو حضرت رحمۃ اللہ زار و قطار رو پڑے۔

(۳) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۲ء میں تیسرا حج فرمایا تو مدینہ منورہ کی کھجور کی گٹھلی اٹک میں اپنے مکان کے صحن میں دبادی وہاں سے کھجور کا پودہ نکلا، اس کے ساتھ پھل نہیں لگتا تھا میں نے ایک دن عرض کر دیا کہ اباجی! اس کے ساتھ پھل تو لگتا نہیں اسے نکال دیں تو بہتر ہے، حضرت فرمانے لگے بیٹا! پھل لگے نہ لگے میں جب صبح اٹھتا ہوں تو مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ وسلاماً کی کھجور کو دیکھ کر ایمان تازہ کر لیتا ہوں مدینہ منورہ کی یاد آجاتی ہے چنانچہ وہ پودا کھجور کا اب بھی ہمارے گھر کے صحن میں موجود ہے، بحمد اللہ تعالیٰ۔

(۴) جو شخص بھی عمرہ، حج یا کسی کام سے سعودیہ جاتا اسے تاکیداً فرماتے کہ میرا نام لیکر اس طرح صلوٰۃ و سلام عرض کرنا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کا گنہگار امتی محمد زاہد ابن قاضی غلام جیلانی مرحوم سلام پیش کرتا ہے اور شفاعت کی درخواست بھی

(۵) ہر زائر حرم مدینہ منورہ کو تاکیداً فرماتے کہ جب مدینہ طیبہ روضہ اطہر پر

صلوٰۃ و سلام پیش کر چکو تو پھر یوں عرض کرو، کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کا ایک ادنیٰ گنہگار اُمتی آپ کے دربار اقدس میں حاضر ہے اور میں آپ کے سامنے اپنے ایمان کی تجدید کرتا ہوں آپ میرے ایمان کے قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں گواہ ہوں گے اور پھر اس کے بعد کلمۂ شہادت پڑھ کر اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

(۶) حرم اطہر میں گنبد خضریٰ پر ایک کبوتر آیا، پھڑ پھڑایا اور گر گیا اس کے پر فضاً میں بکھر گئے۔ حضرت کے ایک مرید نے جو اس وقت وہاں موجود تھا ایک پر اٹھالیا اور حضرت کے لئے لے آیا۔ حضرت نے اس کو فریم کروالیا اور ساتھ تحریر فرمادیا۔

(۷) آخری عمر میں اگرچہ کمزوری کافی ہوگئی تھی منہ میں دانت بھی نہ تھے مگر مدینہ طیبہ کی کھجور بڑی محبت اور شوق سے تناول فرماتے اور گٹھلی سنبھال کر رکھتے (حالانکہ ہر چیز میں سخت پرہیز فرماتے تھے بغیر مشورہ طبیب کے کوئی چیز استعمال نہ فرماتے تھے)

(۸) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مخلص عقیدت مند مدینہ طیبہ رہتا ہے اسے کام کے دوران گنبد خضریٰ کا چھوٹا سا ٹکڑا ملا، جو اس نے سنبھال کر رکھ لیا، پھر اسے سرور کونین ﷺ کی زیارت ہوئی آپؐ نے فرمایا یہ گنبد خضریٰ کا ٹکڑا اٹک قاضی صاحب کو دے دینا، چنانچہ وہ اس مبارک ٹکڑے کو لایا اسے حضرتؒ نے انتہائی شوق و محبت و عقیدت سے ہمیشہ اپنے سینہ کے ساتھ رکھا، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً کاملۃً و اسعۃً۔

آداب داخلہ مدینہ منورہ

ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب آقا ﷺ کے دربار اقدس میں حاضر ہو جائے اس لئے اس سعادت مند کو یہاں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے وہاں اسے ان تمام آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو اس پاکیزہ ترین سرزمین کے زائر کے لئے لازم اور ضروری ہیں علمائے کرام نے اس عنوان پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور علامہ نورالدین سمہودی جزاہ اللہ اکرم الجزاء ورحمۃ اللہ علیہ نے وفاء الوفاء میں اس عنوان پر ایک علیحدہ باب بیان فرمایا ہے جس میں سے چند ضروری آداب درج کئے جاتے ہیں :۔

پہلا ادب :۔ تو یہ ہے کہ اس شرف زیارت کی تمنا میں رات دن تڑپتا رہے اور اس شوق کو اس قدر قوی کرے کہ ہر سال مدینہ منورہ کی حاضری کو دل و جان سے چاہنے والا بن جائے۔

دوسرا ادب :۔ یہ ہے کہ جب یہ سعادت میسر آجائے تو مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے درود شریف بہت زیادہ پڑھے بلکہ سارا وقت اسی میں صرف کرے۔

تیسرا ادب :۔ یہ ہے کہ جونہی مدینہ منورہ نظر آئے سواری سے اتر کر ننگے پاؤں چلے، سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں جب قبیلہ عبدالقیس کا وفد حاضر ہوا تھا تو سید دو عالم ﷺ کا چہرہ انور نظر آتے ہی وہ لوگ اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور یہ بات ظاہر ہے کہ سید انبیاء ﷺ کی تعظیم اب بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں تھی۔

چوتھا ادب :۔ یہ ہے کہ فرط محبت اور عقیدت سے اور اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ آج مجھ جیسا گنہگار روضہ اطہر پر حاضری کا شرف حاصل کر رہا ہے روتا ہوا داخل ہو اکثر صلحائے امت کا یہی طرز رہا ہے۔

پانچواں ادب :۔ یہ ہے کہ دربار اقدس پر حاضری کے وقت غسل کر کے پاکیزہ لباس پہنے اور خوشبو لگا کر حاضر ہو۔

چھٹا ادب :۔ یہ ہے کہ گنبد خضراء نظر آنے ہی عاجزی اور ادب اور احترام قلبی کے ساتھ یہ محسوس کرتا ہوا داخل ہو کہ یہ وہ مقدس اور مطہر مقام ہے جہاں سید دو عالم ﷺ تیرہ سال تک چلتے پھرتے رہے، اس بستی کو ان مبارک قدموں نے شرف بخشا اسی فضا میں سید دو عالم ﷺ کی پر نور احادیث بکھری ہیں، اسی بستی میں جبریل امین ادب کے ساتھ کئی بار آیا ہے، اور اس امر پر افسوس کرے کہ میں اپنی ان آنکھوں کے ساتھ جمال مظہر جمال کی زیارت نہ کر سکا۔

ساتواں ادب :۔ یہ ہے کہ اس پاکیزہ ترین بستی میں کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اعمال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو نہ ایسی بات منہ سے نکالے جس سے بے ادبی کا پہلو نکل سکے۔

آٹھواں ادب :۔ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں حاضری کے بعد اور دربار سید دو عالم ﷺ میں حضوری سے پہلے کچھ صدقہ دے (جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا اِذَانَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَه.

(المجادلہ آیت نمبر ۱۲)

جب تم سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں کچھ خاص بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے کچھ صدقہ پیش خدمت کر دیا کرو۔)

نواں ادب:۔ یہ ہے کہ جس قدر ذکر، درود شریف، تلاوت قرآن حکیم اور نفلی روزے رکھ سکے ضرور رکھے اگر اجازت مل سکے تو کم از کم ایک رات مسجد نبوی میں اس طرح گذارے کہ ساری رات عبادات میں گذرے، دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر شکر کا سجدہ بھی کرے۔ (وفاء الوفاء ص ۱۳۹۴)

دسواں ادب:۔ یہ ہے کہ اہل مدینہ کا احترام کرے اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرے ان پر نکتہ چینی نہ کرے وہ سید دوعالم ﷺ کے پڑوسی ہیں اور حضور انور ﷺ کو اپنے پڑوس کا بڑا لحاظ ہے۔ (ماخوذ از وفاء الوفاء)

یہ گنہگار مرتب **رحمت کائنات** عرض کرتا ہے کہ احقر کو اللہ تعالیٰ نے جب بھی یہ سعادت بخشی ہے سلام عرض کرنے کے بعد سید دوعالم ﷺ کے مبارک قدموں کی طرف بیٹھ گیا اور وہاں سے بہت کچھ پایا الحمدللہ

احقر نے اپنے اس طرز عمل کی بنیاد سید دوعالم ﷺ کے اس ارشاد پر رکھی ہے جس میں سید دوعالم ﷺ کا حضرت ابو ہریرہؓ کو اپنی جوتیاں دے کر یہ فرمانا ہے کہ جو کلمہ پڑھنے والا ملے اس کو جنت کی بشارت دے۔

اسی طرح سید دوعالم ﷺ کے ایک ارشاد کا ترجمہ یہ ہے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے تو رحمت کائنات سید دوعالم ﷺ کے قدموں میں کیا کچھ نہیں ملے گا؟ ملتا ہے اور ضرور ملتا ہے، کمال ادب اسی میں ہے۔

یہ گنہگار جب کبھی زیارت حرم اقدس سے مشرف ہوا تو صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد برآمدہ میں اس ستون کے پاس بیٹھ جاتا ہے جہاں پر قدیمی برآمدہ کی پیشانی پر ابو ہریرہؓ کا اسم گرامی سامنے ہوتا ہے۔

گیارہواں ادب:۔ جن مقامات پر سید دوعالم ﷺ نے کوئی نماز پڑھی اگر وہ

جگہ صحیح طور پر معلوم ہو جائے تو وہاں کم از کم دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما کو یہ حکم دیا تھا کہ جہاں جہاں سید دو عالم ﷺ کا نماز ادا کرنا ثابت ہو جائے وہاں ایک مسجد بنا دی جائے۔ یہ مقامات متبرکہ ساتویں صدی ہجری تک موجود تھے جن کا ذکر حافظ محمد بن النجار (م ۶۴۳ھ) نے اخبار مدینۃ الرسول ﷺ میں فرمایا ہے۔ (ص ۹۶)

افسوس ہے کہ یہ آثار مبارکہ اب تقریباً ختم کر دیئے گئے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔

عشق نبویؐ اور اتباع رسالت

کا جذبہ پیدا کرنے والی کتابیں

سید دوعالم ﷺ کی سیرت مقدسہ پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں بلکہ تفسیر قرآن کریم کے بعد سیرت سید دوعالم ﷺ ایسا پاکیزہ اور ہمہ گیر موضوع رہا ہے اور اب بھی ہے کہ اس پر ہر زبان میں نظماً ونثراً کئی مجلدات لکھی گئی ہیں اور یہ بھی سیرت مقدسہ کا ایک اعجاز ہی سمجھ لیا جائے کہ جس کتاب کو بھی پڑھا جائے دل میں کشش پیدا ہو کر عشق و محبت کی لہریں موجزن ہو جاتی ہیں کیونکہ خود سید دوعالم ﷺ کا اسم گرامی "محمد" ہی ایسا محبوب نام ہے کہ جس میں روحانی لذت اور ایمانی حلاوت ہے جو دوسرے کسی کے نام میں نہیں یا کم ہے، اس لیے اس مبارک نام پر جو بھی لکھا جائے یا کہا جائے اثر انگیز ہوگا، مگر پھر بھی اپنے مطالعہ میں چند ایسی کتابیں آئی ہیں جنہوں نے اس گنہگار پر بھی اثر کیا ہے اس لیے بطور مشورہ یہ عرض ہے کہ :۔

عربی زبان میں جامع کتاب جواھر البحار کا مطالعہ مفید رہے گا جو سیرت مقدسہ پر لکھی ہوئی کئی کتابوں کا خلاصہ ہے۔

دوسری جامع اور مدلل کتاب الشفاء ہے جس کی کئی شروح ہیں مگر ان میں سے زیادہ مفید شرح علامہ خفاجی مصری کی مرتبہ نسیم الریاض ہے

علیٰ ہذا القیاس قصیدہ برء الداء کا پڑھنا بھی ازدیاد محبت نبوی کا وسیلہ بن سکتا ہے، اسی لئے اس کو دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں داخل کیا گیا ہے، اس

کو سمجھنے کے لیے عطر الوردہ کا مطالعہ مفید ہے جو قصیدہ بردہ کی مفصل شرح اردو زبان میں مرتبہ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کی ہے۔

فارسی زبان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مرتبہ مدارج النبوۃ اور جذب القلوب الی دیار المحبوب مفید اور ایمان افروز کتب ہیں۔

اردو زبان میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مولفہ نشر الطیب فی ذکر الحبیب مبارک کتاب ہے، یہ وہ کتاب ہے جس کی تالیف کے زمانہ میں تھانہ بھون کا پورا قصبہ اس طاعون کے حملہ سے محفوظ رہا جس نے ضلع مظفر نگر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

اسی طرح شمع رسالت کے پروانے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی مولفہ کتاب رحمۃ للعلمین بہت ہی مفید اور موثر اور مدلل ہے، اس گناہ گار کو اس کتاب سے بہت زیدہ فائدہ پہنچا۔ (رحمۃ اللہ علیہم)

سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہستی کے جامع اور مستند حالات کے لئے محقق مورخ عالم باعمل علامہ نور الدین سمہودیؒ (م ۹۱۱ ھج) کی مولفہ کتاب وفاء الوفاء باخبار دار المصطفٰے کا مطالعہ بہت مفید اور ایمان افروز ہے، یہ کتاب ہمارے اکابر کے ہاں مستند اور مسلم ہے، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنے درس حدیث میں اس سے کئی حوالے دیئے ہیں مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ھدایہ کے حواشی میں اس سے استناد کیا ہے، احقر نے اس کا اردو زبان میں ترجمہ بہ نام تذکرہ دیار حبیبؐ جلد اول کیا ہے جو طبع ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قبول فرمائے۔ آمین

(ف) جب کسی بھی نبی کا نام زبان سے لے یا لکھا جائے تو علیہ السلام کہا جائے لور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے تو صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کہے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی

لینے سے پہلے سید کا کلمہ زیادہ کردے کیونکہ اکثر علماء تفسیر نے فرمایا یٰس میں س سے مراد سید دو عالم علیہ صلی اللہ ہیں کہ س سید الحروف ہے، اس لئے اکثر علماء کرام نے تشہد میں بھی سیدنا کا کلمہ زیادہ کرنے کو بہتر فرمایا۔

(جواہر البحار، ج ۳ ص ۸۳۰)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا' ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی' غلاموں کا مولا

خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا

مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

سید دو عالم علیہ کا بہترین جہان کی طرف سفر

اور اس کی امتیازی خصوصیات

قرآن عزیز نے اپنے ابتدائی دور نزول میں امام الانبیاء سید دو عالم علیہ کو یہ فرمایا تھا :۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى. (الضحیٰ، آیت نمبر ۴)

اور یہ یقینی بات ہے کہ آخرت کا جہان آپؐ کے لئے پہلے جہان سے بہتر ہے۔

اس لئے اس کا وقت آنا ضروری تھا چنانچہ آپؐ کئی دفعہ اپنے سفر آخرت کا ذکر فرمادیا کرتے تھے جیسا کہ

(۱) ایک مرتبہ سید دو عالم علیہ نے فرمایا کہ میری امت میں سے جس آدمی کے دو چھوٹے بچے مر جائیں تو یہ جنت میں اس کا استقبال کریں گے اور اس کا انتظار کریں گے، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا جس کی ایک چھوٹی اولاد مر جائے؟ تو فرمایا کہ وہ ایک بھی اس کے لئے مغفرت کا ذریعہ بن جائے گا، آپ نے عرض کیا جس کا کوئی بھی ایسا ذخیرہ اور ذریعہ نہ ہو تو اس کا کیا بنے گا؟ اس پر سید دو عالم علیہ نے فرمایا :۔

فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِیْ لَنْ یُّصَابُوْا بِمِثْلِیْ.

پس میں اپنی امت کے لئے پہلا جانے والا ہوں گا کیونکہ میری رحلت کی طرح میری امت پر کوئی مصیبت نہ آئے گی۔

یعنی میں اپنی امت سے پہلے جنت میں جاؤں گا اور ان کو جنت میں لے کر جاؤں گا میرا دنیا سے سفر کرنا امت کے لئے مصیبت عظمیٰ ہوگا۔ (مرقاۃ)

(۲) ایک مرتبہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے دربار سید دوعالم ﷺ میں عرض کیا کہ ہم میں سے کون سعادت مند جناب کی خدمت میں پہلے پہنچے گی (جبکہ جناب اس دنیا سے سفر فرما جائیں گے) تو حضور انور ﷺ نے فرمایا:۔

اطولکن یدا. تم میں سے جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔

اس ارشاد کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے ہاتھ ناپے تو حضرت سودہؓ کا ہاتھ اور بازو سب سے لمبا نکلا اس لئے یہی خیال رہا کہ آپؐ کے سفر آخرت کے بعد سب سے پہلے حضرت سودہؓ کا وصال ہوگا مگر جب حضرت زینبؓ کا وصال ہوا تو معلوم ہوا کہ سید دوعالم ﷺ کے اس ارشاد کا مقصد سخاوت تھی چنانچہ حضرت زینبؓ کی سخاوت کا عالم یہ تھا کہ

کانت تعمل بیدھا وتصدق.

اپنے دست مبارک کی محنت سے حاصل شدہ مال صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔

(۳) حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب حضور انور ﷺ نے ملک یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو سید دوعالم ﷺ حضرت معاذؓ کو رخصت کرنے کے لئے باہر تک تشریف لائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدل تھے اور حضرت معاذؓ آپؐ کے حکم سے سواری پر تھے، حضرت معاذؓ کو چند نصائح ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا ہو سکتا ہے کہ تو مجھے آئندہ سال نہ ملے اور ہو سکتا ہے کہ تیرا گذر میری اس مسجد اور میری قبر کے قریب سے ہو، حضرت معاذؓ اس کو سن کر سید دوعالم ﷺ کے فراق میں

رونے لگے تو حضور انور ﷺ نے چہرہ مبارک مدینہ منورہ کی طرف کر کے ارشاد فرمایا:۔انّ اولی النّاس بی المتقون من کانوا وحیث کانوا (مشکوٰۃ)

میرے قریب تر پرہیزگار لوگ ہوں جو بھی ہوں گے اور جہاں بھی ہوں گے۔

یعنی بدن کی دوری سے کوئی فکر نہ کرنا چاہیے بلکہ میری تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے۔

(۴) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ :۔

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو ان دو چیزوں میں سے ایک کو پسند کر لینے کا اختیار دیا ہے یا تو وہ دنیاوی زیب و زینت پسند کر لے جو بھی اور جتنی بھی چاہے اور یا ان نعمتوں کو پسند کر لے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہیں، مگر اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ نعمتوں کو پسند کر لیا ہے۔

یہ ارشاد سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے روتے ہوئے عرض کیا ہمارے ماں اور باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں یعنی (ہم یہ سب فدیہ دینے کو تیار ہیں مگر آپؐ دنیا ہی میں قیام فرماویں) ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابو بکر صدیقؓ کی اس بات پر تعجب کیا اور بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس بوڑھے کو دیکھو سید دو عالم ﷺ نے ایک بندے کی خبر دی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی انعامات و اکرامات سے فائدہ اٹھانے اور اپنے ہاں کے انعام و کرام سے بہرہ ور ہونے کا اختیار دیا ہے اور یہ بوڑھا کہہ رہا ہے ہمارے ماں باپ آپؐ کا فدیہ ہو جائیں (اس کا تعلق حضور انور ﷺ کے ساتھ کیا ہے؟) مگر ہم کو بعد میں پتہ چلا کہ سید دو عالم ﷺ خود اپنے متعلق فرما رہے تھے جس کو ابو بکر صدیقؓ سمجھ گئے کیونکہ وہ

ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔ (بخاری و مسلم)

(۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو سید دوعالم ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو خفیہ طور پر ارشاد فرمایا کہ میں اس دنیا سے جانے والا ہوں، اس کو سن کر آپ رو پڑیں، آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا کہ میرے خاندان میں سے سب سے پہلے تو مجھے آکر ملے گی، اس پر آپ ہنس پڑیں، اس منظر کو دیکھ کر ازواج مطہرات میں سے کسی نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حضور انور ﷺ نے مجھے پہلے اپنے سفر آخرت کی خبر دی تو میں اس فراق اور غم کی وجہ سے رو پڑی مگر پھر فوراً ہی مجھے یہ ارشاد فرمایا کہ سارے خاندان میں سے سب سے پہلے تو مجھے ملے گی تو میں خوشی سے ہنس پڑی۔ (مشکوۃ بحوالہ دارمی)

(۶) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے خود امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا "جب کوئی بھی نبی بیمار ہوا تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا یا آخرت میں قیام کا اختیار دیا جاتا ہے"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سید دوعالم ﷺ آخری مرتبہ بیمار ہوئے آپ کو بہت زیادہ کھانسی آنے لگی میں نے سنا آپؐ یہ فرما رہے ہیں۔

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ (سورۃ النساء آیت نمبر ۶۹)

ان کے ساتھ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے وہ نبی ہیں اور
صدیق ہیں اور شہید ہیں اور نیک لوگ ہیں

تو میں سمجھ گئی کہ حضور انور ﷺ کو بھی اسی طرح اختیار دیا گیا ہے مگر سید دوعالم ﷺ نے عالم آخرت کے قیام کو پسند فرمالیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید دو عالم ﷺ کا سفر آخرت آپؐ کی اپنی مرضی اور خوشنودی سے تھا اور یہ سفر آخرت امت کے لئے یوں باعث رحمت بنا کہ سید دو عالم ﷺ نے اپنی امت کے اعمال صالحہ، جانی مالی قربانی اور آپؐ پر اعتماد کامل اور یقین واثق کو ملاحظہ فرمالیا تھا جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا:۔

اَنَّ اللهَ اذا اَرَادَرَحمَةَ اُمَةٍ مِّن عِبَادِه قَبضَ نَبِيَّهَا قَبلَهَا فَجَعَلَهٗ لَهَا فَرَطًاوَّسَلَفًا بَينَ يَدَيهَاوَاِذَا اَرَادَ هَلَكَةَ اُمَةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ فَاَهلَكَهَا وَهُوَيَنظُرُ فَاَقَرَّ عَينَيهِ بِهَلَكَتِهَا حِينَ كَذَّبُوهُ وَعَصَوااَمرَهٗ ۔

(مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی نبی علیہ السلام کی امت پر رحم فرماتے ہیں تو اس نبی علیہ السلام کو دنیا سے پہلے اٹھا لیتے ہیں اور اس نبی علیہ السلام کو امت کے لئے پیش رو اور بہترین ذخیرہ نجات فرمادیتے ہیں (کیونکہ نبی علیہ السلام امت سے راضی ہوتا ہے) اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس امت کو نبی کی حیات میں ہلاک کر دیتے ہیں جس کو دیکھ کر نبی علیہ السلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی۔

جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی تباہ اور ہلاک شدہ قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

فَتَوَلّٰى عَنهُم وَقَالَ يٰقَومِ قَدْاَبلَغتُكُم رِسٰلٰتِ رَبِّى

وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۔

پس آپ نے ان سے منہ پھیر کر فرمایا اے میری قوم میں نے تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچائے تھے اور تمہاری خیر خواہی کی تھی پس اب کس طرح کافروں کی ہلاکت پر افسوس کروں۔(الاعراف آیت نمبر ۹۳)

(۷) رحلت سے چھ ماہ پہلے سورۃ النصر کا نزول ہوا، فرمایا:۔

اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجاً فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّاباً۔

جب اللہ کی مدد آجائے گی اور مکہ فتح ہو جائے گا اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب فرماویں بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اس سورۃ میں بھی آپ کو اپنے عظیم مقصد میں کامیابی کی بشارت دی گئی کہ اب اس دنیا سے تشریف لیجانے والے ہیں۔

(۸) آخری سال امام الانبیاء ﷺ نے بجائے دس دن کے بیس دن رمضان کا اعتکاف فرمایا۔

(۹) ماہ صفر ۱۱ ھجری کے شروع میں احد تشریف لے گئے اور وہاں آرام کرنے والے جان نثار صحابہ کرامؓ کے لئے سلام اور مغفرت کے ھدایا عطا فرمائے واپس تشریف لا کر اپنے منبر اعلیٰ مقام پر تشریف فرما کر یہ خطاب فرمایا:۔

"لوگو! میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور تمہاری شہادت

دینے والا ہوں واللہ میں حوض کوثر کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں،
مجھے ممالک کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں، مجھے یہ ڈر
نہیں رہا کہ تم میرے بعد مشرک ہو گے مگر ڈر ہے کہ
منافست نہ کرنے لگو" (دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے
سے بڑھنے کی کوشش کرو گے)

جنت البقیع میں آپ آدھی رات کو تشریف لے گئے جہاں آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور صحابیات مدفون ہیں ان کو سلام فرمایا اور دعائے مغفرت فرمائی اور دونوں جگہ اِنَّا بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ فرمایا یعنی ہم تمہارے ساتھ یقیناً ملنے والے ہیں۔

۲۹ صفر دوشنبہ کو پھر دردِ سر شروع ہوا اور اس کے بعد شدید بخار لاحق ہو گیا، آخری پورا ہفتہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مبارکہ میں قیام فرمایا اور اسی حجرہ مبارکہ میں خداوند قدوس کے حکم سے آرام فرما ہیں۔

آخر اکثر علماء سیرت کے قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار اس فانی دنیا سے باقی اور بہترین جہان کو تشریف لے گئے (صلی اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے
اس سفر کے مختصر امتیازی حالات

چونکہ امام الانبیاء جناب رسول اکرم ﷺ کا صرف دنیا سے انتقال ہوا ہے یعنی آپ اس زمین سے اپنے روضۂ اقدس میں بامر خداوندی خلوت گزیں ہیں اس لئے آپ کے اس سفر کا حال تمام انسانوں سے علیحدہ اور ممتاز ہے جیسا کہ۔

(غسل) جسم اطہر کو غسل دیتے وقت یہ اشکال پیش ہوا کہ جسم اطہر کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے یا عام اموات کی طرح کپڑے اتار دیئے جائیں، اسی میں لوگ تھے کہ اس حجرہ میں موجود تمام صحابہ کرام پر نیند کی سی حالت طاری ہوگئی اور انہوں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کے جسم اطہر سے کپڑے نہ اتارے جائیں بلکہ انہی کپڑوں میں وجود اقدس کو غسل دیا جائے۔ (ﷺ)

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد علمائے اہل حدیث تک نے بھی یہ فرمادیا ہے کہ اِنَّہٗ ﷺ لَیسَ کَغَیرِہٖ مِنَ الْمَوْتیٰ یعنی امام الانبیاء جناب رسول اکرم ﷺ عام اموات کی طرح نہیں ہیں بلکہ خاص کیفیت کے مالک ہیں ۔(بلوغ المرام، سبل السلام، نیل الاوطار)

(دفن) دفن کے لئے اسی جگہ کو حسب ارشاد رسول اکرم ﷺ مخصوص

مقرر کیا جہاں آپؐ نے آخری قدم رکھا تھا اور اس بات کو جناب رسول اکرم ﷺ نے انبیاء کرام کا خاصہ قرار دیا ہے کہ نبی جس جگہ سے دنیا سے تشریف لے جاتا ہے اس کی آخری آرامگاہ وہیں بنائی جاتی ہے۔

(صلوٰۃ و سلام) آپؐ پر عام انسانوں کی طرح نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی کوئی امام ہوتا اور لوگ دعائے مغفرت مانگتے، آخر وہ نبی کیسا نبی ہے جس کی بخشش اُمت مانگے بلکہ آپؐ پر سب سے پہلے فرشتوں کی جماعت نے صلوٰۃ و سلام پڑھا اور پھر دس دس کی تعداد میں صحابہ کرامؓ نے آکر درود شریف پڑھا وہ درود شریف یہ ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا...... اَللّٰھمّ ربّنا لبیك وسعدیك صلوة الله البرّ الرّحیم والملئکة المقربین والنبیّین والصّدیقین والشهداء والصلحین وما سبح لك من شيءٍ یارب العٰلمین علی محمد بن عبدالله خاتم النبیّین وسیّد المرسلین وامام المتقین ورسول رب العٰلمین الشاهد البشیر الداعی الیك باذنك السّراج المنیر وبارك وسلّم علیه ......(زرقانی، ج ۸، ص ۲۹۳)

(آرام کا خیال رکھنا) آپؐ کے آرام کا خیال اور لحاظ رکھنا اسی طرح ضروری ہے جیسا کہ :۔

(۱) آپؐ کے ارد گرد کے مکانات میں میخیں گاڑھنے سے ازواج مطہرات نے منع فرمادیا تھا کہ اس سے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے۔

(۲) صحابہؓ سرورِ دو عالم ﷺ کا دروازہ ناخنوں سے کھٹکھٹاتے تھے۔

(۳) حضرت عمر فاروقؓ نے مسجد نبوی میں زور سے کلام کرنے والوں کو منع

فرمایا۔

(۴) حضرت علیؓ اپنے مکان کے دروازں کی چوکھٹ بنانے کے لئے حرم سے باہر تشریف لے جاتے تھے تاکہ آواز سے حرم کی بے ادبی نہ ہو۔

(دفع الشبہ، ص ۸۱)

(۵) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم امام مالکؒ کے درس میں مسجد نبوی میں بھی کتابوں کے ورق بڑی احتیاط سے پلٹا کرتے تھے کہ اس کھڑکھڑاہٹ سے آپؐ کے آرام میں فرق نہ آجائے۔

(۶) امام مالکؒ مدینہ منورہ میں سواری نہ کیا کرتے تھے۔

(۷) ہمارے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پابرہنہ دیار حبیب میں چلا کرتے تھے۔

(اداب واحترام) اب بھی ان مقامات مقدسہ کا ادب واحترام ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے خواہ بڑے سے بڑا بادشاہ بہادر اور دلیر انسان ہی کیوں نہ ہو ۱۳۳۴ھ میں انور پاشا وزیر جنگ سلطنتِ عثمانیہ جب مدینہ منورہ آئے تو ان کی حاضری کا حال حضرت مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ نے چشم دید بیان فرمایا ہے کہ :۔

"انور پاشا نے مدینہ منورہ کا سفر کرتے وقت اپنے افسری لباس اور نشانات وغیرہ فقط اس خیال سے کہ بادشاہِ دوجہاں کی بارگاہ میں حاضری ہے غلام بن کر جانا چاہئے اتار دیئے تھے اور فرمایا کہ ہم پیدل بارگاہ نبوت میں غلامانہ طریق سے چلیں گے، نظر زمین پر لگی ہوئی تھی اور آنکھیں آنسوؤں کی لڑیاں پرو رہی تھیں"۔(سفر نامہ اسیر مالٹا، ص ۲۰)

اسی احترام کا یہ تقاضا ہے کہ دربار اقدس میں سلام پیش کرتے وقت ادب کا پورا لحاظ رکھے، اسی لئے تو اونچی آواز سے سلام پیش کرنا بہتر نہیں ہے

حضرت مولانا خلیل احمدؒ دیوبندی مہاجر مدنی کا حال اور قال یہ تھا کہ :۔

"آستانہ محمدیہؐ پر حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی آواز نکلنا تو درکنار مواجہہ شریف کے قریب یا بالمقابل بھی آپ کھڑے نہ ہوتے تھے خوف زدہ مؤدبانہ دبے پاؤں آتے اور مجرم اور قیدی کی طرح دور کھڑے ہوئے بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کیا جائے آپؐ سن لیتے ہیں"۔ (تذکرۃ الخلیل، ص ۲۰۶)

رسول مجتبیٰ کہئے۔ محمد مصطفیٰ کہئے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہئے

شریعت کا ہے یہ اسرار ختم الانبیاء کہئے
محبت کا تقاضا ہے محبوب خدا کہئے

جبین و رخ محمد کے تجلی ہی تجلی ہیں
جسے شمس الضحیٰ کہئے جسے بدر الدجیٰ کہئے

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
جب ان کا نام آئے مرحبا صلِّ علیٰ کہئے

آپؐ کے دیدار کے لئے دعوات

سب سے بڑی چیز جو اس سعادت کے لئے ذریعہ اور معاون اور ممد ہو سکتی ہے وہ آپ ؐ کی کامل اتباع، آپؐ سے عقیدت کاملہ، آپ ؐ کی عظمت کا دل میں یقین ہے۔

علمائے ملت اسلامیہ نے بعض اوراد اور وظائف بھی ایسے بتائے ہیں کہ جن پر عمل کر کے انشاٗ اللہ العزیز یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے۔

شیخ عبد القادرؒ محدث دہلوی نے مندرجہ ذیل درود پاک لکھے ہیں جن کو حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے نشر الطیب میں ذکر فرمایا ہے :۔

(۱)

شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں بارہ بار آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قل ہو اللہ اور بعد سلام سو بار یہ درود شریف پڑھے انشاٗ اللہ تین جمعے نہ گزرنے پائیں گے زیارت نصیب ہو گی، وہ درود شریف یہ ہے،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ وَسَلِّمْ۔۔

(۲)

جو شخص دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ہو اللہ اور سلام کے بعد یہ درود شریف پڑھے ہزار مرتبہ، تو ضرور زیارت نصیب ہو گی اس کو انشاٗ اللہ، درود

شریف یہ ہے،

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

(۳)

کثرت درود سے آنحضرت ﷺ کا قرب حاصل ہوتا ہے ،جیساکہ اس کتاب کے شروع میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مشاہدات میں گزر چکا ہے۔

محدث کبیر حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے کئی درود شریف برائے زیارتِ رسول اکرم ﷺ تحریر فرمائے ہیں جو مجربات عزیزی میں موجود ہیں۔

درود شریف کے متعلق اکابر کی عقیدت

درود شریف وہ مقدس عبادت ہے کہ جس کی وجہ سے رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے ، اس لئے اجلہ علماء کا یہ معمول رہا ہے، علمائے کرام واولیائے عظام نے درود شریف کی برکات پر مستقل کتابیں اور رسالے تصنیف فرمائے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تو فرمایا کہ ہمیں سب برکات اسی درود شریف کے طفیل منجانب اللہ عطا ہوئی ہیں، کتاب کے وسط میں گزر چکا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جتنا درود شریف زیادہ پڑھا حضور انور ﷺ نے اتنا ہی قرب ووصال سے نوازا۔ (ﷺ)

حضرت شیخ زکریا ملتانی قدس سرہ (م ۶۶۶ ھج) کی وصیت ہے کہ دین تب ہی سلامت رہ سکتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھے۔

ہمارے اکابر کے ہاں درود شریف کا ورد اطہر اس کے لئے مفید ہے

جیسا کہ حضرت قطبِ عالم گنگوہی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں :۔

"زیارت فخر دو عالم علیہ السلام اختیاری بات نہیں درود شریف کی کثرت و محبت موجب اس کا ہے "۔(مکاتیب رشیدیہ ص ۲۵)

اسی طرح قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز نے حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ سے درود شریف صلوٰۃ تنجینا پانچ سو دفعہ پڑھنے کی اجازت حاصل فرمائی۔

اس گنہگار (مرتب رحمت کائنات) کو اس درود شریف کی اجازت شیخِ وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے عطا فرمائی۔

میرے آقا حضرت مدنیؒ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ كَمَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی کو جملہ صیغے درود شریف پر ترجیح دیتے ہیں" (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۲ ص ۵۴)

درود شریف کے متعلق سابق گزر چکا ہے کہ ہمارے اکابر دیوبند کے ہاں "الحزب الاعظم" اور "دلائل الخیرات"، "مناجات مقبول" باقاعدہ با اجازت ہے اور درود و وظائف حضرت تھانوی کی ترتیب دادہ "مناجات مقبول" میرے خیال میں لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے حضرت ملا علی قاریؒ کی جمع فرمودہ "الحزب الاعظم" بھی اکابر کے ہاں معمول ہے۔

الحمدللہ اس سیہ کار کے مکرم و محترم قبلہ والد صاحب کو "الحزب الاعظم" کی اجازت شیخ الدلائل حضرت شاہ عبد الحق مہاجر مکیؒ سے حاصل تھی رحمت خداوندی سے وہی نسخہ دلائل جس پر حضرت شاہ صاحب کی قلمی اجازت

اور مہر شریف ثبت ہے احقر کو مل گیا اُسے باترجمہ "آغوشِ رحمت" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

الغرض زیارت امام الانبیاء والمرسلین سیدِ دوعالم ﷺ کیلئے درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھنا ایک قوی ذریعہ ہو سکتا ہے، اس کی مزید تفصیل اور تشریح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فضائل "درود شریف" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اس عقیدہ سے انکار کے نقصانات

پہلا اور سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ قرآن عزیز کی تقریباً ساڑھے سات سو[1] (۷۵۰) ان آیات کا انکار ہو گا جن میں موت کے بعد زندگی، حساب کتاب، جنت دوزخ اور دوسرے تمام واقعات کا ذکر ہے جن کا تعلق زندگی ہی سے ہے، اگر یہ عقیدہ مان لیا جائے کہ "موت سے ختم ہو گیا بس جو ہونا تھا وہ ہو گیا" تو ان سب آیات کا انکار لازم ہے جو سراسر کفر ہے۔ اسی وجہ سے قرآن عزیز نے اس زندگی کے منکروں کو کافر کہا ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ مسلمانوں کی قبور پر فاتحہ خوانی اور ان کے لئے دعاء مغفرت کرنی ختم (ہو جائے گی) جیسا کہ یہ بد نصیب گروہ کرتا ہے، حالانکہ بعض قبور پر جاکر فاتحہ خوانی کرنے سے جانے والے کو فائدہ ہو گا، جیسا کہ سیدِ دوعالم ﷺ کی حدیث گزر چکی ہے کہ والدین کی قبور پر جانے والے کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے اور صاحب قبر کے لئے بھی بڑا فائدہ ہے کہ وہ اس کا بے تابی سے انتظار کرتا ہے، مخبر صادق سید دوعالم ﷺ نے فرمایا:۔

---

[1] ان سب آیات کو باترجمہ اور مختصر تشریح کے ساتھ احقر نے اپنی ایک کتاب "آیات بینات فی اثبات الحیوۃ بعد الممات" میں جمع کر دیا ہے۔

"میت (بعض) قبر میں اس ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے اور
جانے والے کو طلب کرتا ہے، میت اُس دعا کا انتظار کرتا ہے
جو اس کے ورثا یا احباب میں سے کوئی کرتا ہے"

(مفہوم حدیث)

بعض انسانوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں جبکہ ان کی مغفرت ہو چکی ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

قبر میں بعض اموات کے درجات میں ترقی ہو جاتی ہے وہ اس
کی وجہ سے تعجب کے ساتھ پوچھتا ہے تو اس کو بتایا جاتا ہے کہ
تیرے لئے تیرے ورثا یا احباب نے دعا کی، صدقہ دیا اس کی
وجہ سے تیرے درجات بلند ہو گئے" (مفہوم الحدیث)

تیسرا نقصان یہ ہے کہ اموات کے لئے دعا کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ ان کی مغفرت کے لئے صدقہ خیرات رک جاتا ہے، حالانکہ سب چیزیں ضروری ہیں اور مفید ہیں، آخر جنازہ بھی تو اسی لئے پڑھا جاتا ہے کہ میت کی مغفرت کی دعا کی جائے، اگر جو ہونا تھا وہ ہو گیا تو پھر جنازہ پڑھنے کا کیا فائدہ ہے؟ یہ اعلان کرنا، لوگوں کو بلانا، کیا فائدہ؟ بس مردہ کو دفن کر دیا جائے۔

حالانکہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میت کے اپنے اعمال کا جو اجر ملنا ہوتا ہے وہ تو مل جاتا ہے مگر کچھ ایسے اعمال بھی ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اسکو اجر و ثواب ملتا رہتا ہے، جیسا کہ:۔

(۱) وہ علم (شاگرد یا کتاب) جس سے دوسرے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

(۲) صدقہ جاریہ دریا، مسجد وغیرہ بنانا۔

(۳) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔

(۴)اسی طرح مالی صدقہ دینے کا حکم بھی فرمایا۔

جیسا کہ ایک صحابی حضرت سعدؓ کو فرمایا کہ وہ اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لئے کنواں کھدوادے، چنانچہ انہوں نے مدینہ موزہ میں ایک کنواں کھدولیا اور اس کا نام بئرِ امّ سعد رکھا یعنی سعد کی ماں کا کنواں۔

(ف) یہ کنواں حضور انور ﷺ کے تقریباً ایک ہزار سال بعد تک بھی آباد رہا اور لوگ اس سے پانی پیتے رہے، جس کا ذکر مشہور مؤرخ مدینہ موزہ "علامہ نور الدین سمہودیؒ (م۹۱۱ ھج) نے اپنی کتاب وفاء الوفاء باخبار دار المصطفےٰ" میں کیا ہے

اس عقیدہ کے منکر مسلمانوں کے قبرستان کو ملیا میٹ کر دیتے ہیں جیسا کہ آجکل پاکستان ہی میں بعض جگہ یہ پایا جاتا ہے کہ قبرستان میں ٹریکٹر چلا کر ان پر مکانات اور دفاتر بنادئے گئے۔ حالانکہ یہ ایک مسلمان کی بہت بڑی توہین اور تذلیل ہے، امام الانبیاء سیدِ دوعالم ﷺ نے تو ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

"قبر پر بیٹھنے سے تو آگ کی ایسی چنگاری پر بیٹھنا بہتر ہے جو بیٹھنے والے کے کپڑوں کو جلا کر اُس کے چمڑے کو بھی جلادے "(مسلم شریف)

حضور انور ﷺ نے ایک آدمی کو قبر پر تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا "اس قبر والے کو دکھ نہ دے"۔ واللہ الموفق

شبہات

اور

اُن کے جوابات

(سوال نمبر۱)

تم لوگ خود ہی دنیا سے جانے والوں کو مردہ ،میّت وغیرِ ھما الفاظ سے تعبیر کرتے ہو اور پھر خود ہی ان میں سے بعض کو زندہ کہہ دیتے ہو حالانکہ میّت اور زندہ تو مقابل ہیں۔

(جواب)

ہم ان اموات کو زندہ نہیں کہتے بلکہ قرآن عزیز نے ان کو زندہ بتایا اور مردہ کہنے اور مردہ سمجھنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ شہداء کے متعلق تفصیل سے گزر چکا ہے بلکہ ہر مردہ میں برزخی زندگی موجود ہے اور اس پر ازروئے قرآن وحدیث ایمان لانا ضروری ہے۔

(سوال نمبر۲)

سیدِ دوعالم ﷺ کو قرآن عزیز نے خود میّت فرمایا جیسا کہ سورۃ الزمر کی آیت نمبر۳۱ میں فرمایا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (ترجمہ) بے شک آپ نے بھی مرنا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔

(جواب)

اس تحقیق کو سمجھنے سے پہلے بھی ایک بات کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ کہ بعض خطابات قرآنی میں سیدِ دوعالم ﷺ کو انہی کلمات سے خطاب فرمایا ہے جن سے عام انسانوں کو ،مگر معنیٰ اور مراد اور مفہوم میں فرق ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ آیت نمبر۱۵۱ میں ارشاد فرمایا عَلَّمَكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ یہ خطاب امت کو ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے وہ سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے ،اس سے مراد وہ تمام علوم ومعارف ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کئے ہیں انسان اپنی محنت کے ساتھ ان کو حاصل کر لیتا ہے ،مگر سورۃ النساء میں سیدِ دوعالم ﷺ کو بھی ایسے ہی خطاب

سے نوازتے ہوئے فرمایا وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً (آیت نمبر ۱۱۳) اس کا ترجمہ رمز شناس کلام ربانی شاہ رفیع الدین قدس سرہ العزیز نے یہ فرمایا اور سکھایا تجھے وہ جو تو نہ جان سکتا یعنی سید دوعالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان علوم ومعارف سے نوازا جو آپؐ اپنی علمی اور کسبی محنت کے ساتھ کبھی بھی نہ جان سکتے اور ان علوم سے مراد وحی الٰہی علوم نبوت ہیں جو کہ کسبی نہیں بلکہ وہبی ہیں اور اس نعمت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فضل عظیم سے فرمایا ،اب قرآنی ارشادات کے کلمات بظاہر سورۃ بقرہ اور سورۃ النساء میں بالکل ایک جیسے اور معنی، مراد اور مفہوم میں زمین وآسمان کا فرق ہے ،اسی طرح سورۃ الزمر کی اس آیت میں واضح فرق موجود ہے اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا اِنَّكُمْ مَيِّتُوْنَ تم سب نے مرنا ہے بلکہ دو باتیں ارشاد فرمائیں :۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ ...... بے شک آپؐ پر بھی موت نے آنا ہے۔

وَاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ...... اور ان لوگوں نے بھی موت کا شکار ہونا ہے۔

اس آیت میں دو مخاطب ہیں اور دو موتوں کا ذکر ہے ،ایک تو آنحضرتؐ مخاطب ہیں اور آپ کی موت کا ذکر ہے اور دوسرے عام انسان مراد ہیں اور ان کی موت کا ذکر ہے جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ان دونوں موتوں میں فرق ہے جیسا کہ :۔

سید دوعالم ﷺ کی موت سائر حیات ہے، حسب تعبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز، اور دوسرے انسانوں کی موت ہادم حیات ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ :۔

(۱) سید دوعالم ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح سے روک دیا ارشاد فرمایا وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا (الاحزاب نمبر ۵۳) (ترجمہ)

اور تم نکاح نہ کرنا نبی علیہ السلام کی بیویوں کے ساتھ ان کے بعد بھی کبھی بھی۔

یعنی جبکہ ہر مرنے والے کی بیوہ عدت وفات نکال کر دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے بلکہ بیوگان کا نکاح اسلام میں پسندیدہ ہے لیکن چونکہ سید دو عالم ﷺ زندہ ہیں اس لئے ان کی بیویاں ان کے نکاح ہی میں سمجھی جائیں گی جیسا کہ خود سید دو عالم ﷺ نے ازواج مطہرات کا خرچہ مقرر فرمادیا تھا حالانکہ وہ تو ۸/۱ حصہ لے کر دست بردار ہو جاتیں۔

(۲) آپ کا ترکہ تقسیم نہیں کیا گیا اور یہی حال سب انبیاء علیہم السلام کا بیان کرتے ہوئے امام انبیاء سید دو عالم ﷺ نے فرمایا:۔

نحن معشر الانبیاء ...الخ (ترجمہ) ہم نبیوں کی جماعت کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، ملا علی قاری حنفیؒ نے مشکوٰۃ کی شرح میں فرمایا: لأن نفقة نساء بعده تتعلق بحياة كل واحدة منهن... لانه عليه السلام حی فی قبره وكذلك سائر الانبياء (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۵۶)

(۳) ہر مرنے والے سے اس کی زندگی کے حقوق اور مراعات ختم ہو جاتی ہیں اور ان کو ختم سمجھا جاتا ہے، اگر وہ کسی ملک کا بادشاہ تھا تو اب حکومت ختم، اگر وہ امام تھا تو اب امامت ختم، جو بھی مراعات اور حقوق اس کو حاصل تھے اب موت پر ختم ہو گئے مگر امام الانبیاء دو عالم ﷺ کی وہ تمام صفات عالیہ جو اس عالم ناسوت میں آپ کو حاصل تھیں وہ اب بھی حاصل ہیں بلکہ انوار الٰہیہ اور برکات سماویہ کا نزول دنیاوی حیات سے زیادہ ہو رہا ہے جیسا کہ فرمایا وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (والضحیٰ نمبر ۴) (ترجمہ) "اور یہ یقینی بات ہے کہ آخرت کی زندگی آپ

کے لئے اس پہلی زندگی سے بہتر ہے"۔

اسی طرح آپ کی نبوت اور رسالت اب بھی قائم ہے اور آپؐ قیامت تک کے لئے نبی ہیں، قیامت تک ہر انسان آپؐ پر ایمان لانے کا مکلف ہے اور جب بھی کسی کو دولت اسلام کا شرف حاصل ہو گا تو وہ توحید خداوندی کے ساتھ اسی طرح آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول تسلیم کرے گا جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے آپؐ پر ایمان کی دولت حاصل کی حتیٰ کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان سے نزول کے بعد تشریف لائیں گے تو وہ بھی آپؐ پر ایمان لائیں گے۔

(ف) نبوت اور رسالت تو آپ کا وصف ہے اور وصف بلاذات قائم نہیں رہ سکتا، اگر نبی علیہ السلام کی ذات کو حیات حاصل نہیں تو آپ کی وصف رسالت اور نبوت کس طرح باقی رہ سکتی ہے ؟ اس لئے آج بھی روضۂ اطہر میں آپؐ اسی طرح رسول اور مرسل ہیں جس طرح دور صحابہ میں رسول تھے، قرآن عزیز نے آپ کو امیین اور آخرین دونوں طبقوں میں مبعوث فرمانے کا اعلان فرمایا ہے :۔

هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝

(سورۃ الجمعہ آیت نمبر ۲و۳)

اسی اللہ تعالیٰ نے امی لوگوں میں بڑا رسول بھیجا جو ان ہی میں سے ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے اور ان کو پاکیزہ بناتا ہے اور ان کو کتاب اور دین کی باتیں سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس

سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور یہی نبی سب پچھلوں کے
لئے بھی ہے جو آج تک اس سے نہیں ملے اور اللہ تعالیٰ غالب
ہے حکمت والا۔

یعنی جس طرح آپؐ ان لوگوں کے لئے نبی مبعوث ہیں جو آپؐ کے سامنے موجود تھے اسی طرح آپؐ آخرین کے لئے بھی نبی مبعوث ہیں، اور آخرین کا اطلاق قیامت تک کے لئے تمام انسانوں پر ہوتا ہے، اور آپ کو یہ رسالت اور نبوت سرمدی کیوں عطا کی گئی؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (سورۃ الجمعہ آیت نمبر ۴)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ
بڑے فضل والا ہے۔

یعنی سید دوعالم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے اس لئے آپ کو نبوت دائمہ سے سرفراز فرمایا۔

(۴) غیر نبی کا اپنے گھر میں دفن کرنا درست نہیں مگر نبی اور سید الانبیاء ﷺ کی آخری آرامگاہ وہیں بنائی گئی جہاں آپ بوقت وفات تشریف فرما تھے، ملا علی قاریؒ نے روایت نقل فرمائی ماقبض نبی الا ودفن حیث قبض۔ (مرقاۃ جلد ۲ ص ۳۴۱)

(۵) ہر انسان مرنے کے بعد دعائے مغفرت اور استغفار کا محتاج ہوتا ہے، اس لئے ہر انسان کی خواہ وہ کتنا ہی نیک اور صالح کیوں نہ ہو نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے جس میں اس کی مغفرت کے لئے دعا کی جاتی ہے اور قبر میں دفن ہو جانے کے بعد بھی وہ اپنے پسماندگان کی طرف سے استغفار کا طالب اور منتظر رہتا

ہے مگر نبی اور پھر سید الانبیاء ﷺ کے حضور گنہگاروں کو طلب مغفرت کے لئے حکم دیا گیا ہے جس کی تفصیل بقدر ضرورت گذر چکی ہے، حضور نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی بلکہ درود شریف پڑھا گیا۔

(۶) حضور نبی کریم ﷺ روضۂ اقدس میں بھی اپنے وظیفہ عبادت میں مصروف ہیں بالفاظ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

"ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے
کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ جس میں نبی اکرم ﷺ پر آپؐ
کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں"۔

تلخیص مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپؐ کے یہ مشاغل ثابت ہوئے :۔ اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا، نماز پڑھنا، سلام سننا، نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا یہ تو دائما (ہمیشہ کے لئے) ثابت ہیں اور احیاناً (کبھی کبھی) خواص امت (اولیاء علماء) سے یقظہ (بیداری) میں کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے۔

(نشر الطیب ص ۲۵۹)

(۷) قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کے سامنے بھی یہی اشکال پیش کیا گیا جس کا جواب حضرتؒ نے جو ارشاد فرمایا وہ درج کیا جاتا ہے :۔

ایک درود شریف حضرت مولانا قدس سرہ نے حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا تھا جس کو احقر نے ایک کاغذ پر بدیں عبارت نقل کر لیا تھا "سمعت قطب الارشاد و غوث العباد ومعاذالبلاد مولانا رشيد احمد گنگوهی وقت حضوری بحفرة العلية يوم الاثنين ثالث عشر من شهر الله المحرم ۱۳۲۳ھ یقول انی رايت قطب

العالم الشیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ فی المنام وھو قائم فی روضتہٖ المقدسۃ مکان دفنہٖ وھو یصلّی علی النبیّ ﷺ بھٰذہ الصیغۃ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّۃٍ۔

احقر نے وفات حضرت قدس سرہ سے کچھ پہلے غالباً اسی مرتبہ جبکہ درود شریف موصوف حضرت سے سنا یہ عرض کیا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات خصوصاً سردار انبیاء صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ کا حیات النبی ہونا مسلم ہے اور آیت کریمہ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ سے آپ کا میت ہونا معلوم ہوتا ہے، اس کے جواب میں کچھ ایسی پُر تاثیر تقریر فرمائی کہ جو مشاہدہ و سماع پر موقوف ہے، الفاظ اور مطلب بسبب قلت وقت کے پوری طرح محفوظ نہیں رہا مگر خلاصہ اس کا کچھ ایسا تھا کہ موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء کی ارواح مشاہدہ جمال و جلال حق تعالیٰ و تقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے تمام جسم ان کا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہے، اس تحقیق سے نکتہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ظاہر ہوتا ہے۔ الی آخر ما قال قدس سرہ بوقت بیان اس مضمون کے اس قسم کا اثر قلب پر تھا کہ گویا وہ حالت مشہود ہے اور عجیب کیفیت اور سرور تھا۔ فقط

والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی والتزام طریقۃ المصطفی صلوت اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ الی یوم الدّین۔واٰخرُ دعوانا ان الحمدللہ ربّ العٰلمین۔

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم،ص۲۸،۲۹)

(سوال نمبر ۳)

جب کسی خوش بخت کو سید دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہو گیا پھر تو وہ صحابی بن گیا؟

(جواب)

صحابی ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں سید دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہو، مگر پھر بھی جسے زیارت نصیب ہو جائے یا اس ارادہ نیت کے ساتھ مدینہ منورہ جائے گا اس کو اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی اعظم مولانا محمد اعزاز علی صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا :۔

"ان لہ اجراً کاجر من زارنی حیاً والمشبۃ لا یعطی حکم المشبۃ بہ من کل وجہ"

(حاشیہ نورالایضاح)

یعنی سید دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی من زارنی بعدمماتی فکانما زارنی فی حیاتی (جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی وہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہو) میں اگرچہ وہ زیارت کرنے والا صحابی تو نہیں کہلایا جا سکتا مگر اس ارشاد عالی کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کی حیات طیبہ میں زیارت کرنے والے کو ملتا تھا۔

(سوال نمبر ۴)

اگر مان لیا جائے کہ جناب رسول کریم کی حیات از قبیل حیات دنیاوی ہے تو پھر آپ کہاں سے کھاتے اور پیتے ہیں، خوراک کے بغیر زندگی تو امر محال ہے؟

(جواب)

حیات کے لئے اس خوراک کا ہونا ضروری نہیں جو ہم کھاتے ہیں، آخر فرشتے بھی تو زندہ ہیں! تو کیا وہ یہی خوراک کھاتے ہیں؟ پھر اس دنیا میں جبکہ سید دوعالم ﷺ تشریف فرما تھے اس وقت بھی آپ ؑ کئی کئی دن تک بظاہر نہ کھاتے تھے مگر اپنے رب کے ہاں سے کھایا کرتے تھے جس کو مادی انسان نہ سمجھ سکے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض نے صوم وصال رکھنے کی اجازت طلب کی (یعنی رات کو بھی افطار نہ کریں) تو آپ ؐ نے منع فرمایا، اس پر صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ حضرت آپ ؐ خود بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ اس پر آپ ؐ نے ارشاد فرمایا:۔

اَیُّکُمْ مِّثْلِی فَاِنِّی اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّی یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِی۔

تم میں سے میری مثل کون ہے میں تو اپنے رب کے ہاں رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

یہ ارشاد گرامی واضح طور پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ ؐ کے رزق کا معاملہ دوسرے معاملات کی طرح عام انسانوں سے بالکل علیحدہ اور ممتاز تھا، یہ سب وساوس اور خطرات دراصل اس لئے پیش آتے ہیں کہ انبیاء کرام کو عام انسانوں سے ہر معاملے میں ممتاز اور جدا نہیں سمجھا جاتا۔

چنانچہ شارح مشکوٰۃ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب ؒ سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں:۔

"ہم تو اس انسان کے لئے بھی ایسے رزق کا ملنا ممکن سمجھتے ہیں جو رسول کریم ﷺ کا متبع ہو تو آپ ؐ کے لئے اس طرح رزق کا ملنا کیسے ناممکن ہو سکتا ہے،،؟ (تعلیق، ج ا ص ۳۸۳)

(سوال نمبر ۵)

قرآن کریم اور بعض احادیث میں آتا ہے کہ مسلمانوں کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں اور کافروں کی سجین میں، تو پھر قبر میں کس طرح زندگی مانی جاسکتی ہے؟

(جواب)

اس شبہ کا جواب مفصل اور مدلل گذر چکا ہے، یہاں اتنا مزید عرض ہے کہ اگر روح کے مستقر کو علیین اور سجین میں مان بھی لیا جائے تو بھی اس کا تعلق اس بدن خاکی کے ساتھ رہتا ہے جس سے وہ سلام کہنے والوں کا جواب دے سکتا ہے منکر نکیر کا جواب دے سکتا ہے جیسا کہ بعض دفعہ جبریل امین جن کا مستقر تو آسمان تھا مگر وہ اس حد تک سید دوعالم ﷺ کے جسد اطہر کے قریب ہو جایا کرتے تھے کہ آپؐ کے ران مبارک پر دونوں ہاتھ رکھ دیا کرتے تھے، اسی طرح روح کا بدن کے ساتھ اتصال رہتا ہے جس کی بناء پر عذاب یا راحت تو روح کو ملتی ہے مگر بدن کو بھی دکھ یا خوشی محسوس ہوتی ہے۔ (تفسیر مظهری ازقاضی ثناء اللہ پانی پتی سورہ تطفیف)

(ف) سورج کا مستقر تو زمین سے ہزارہا میل دور ہے مگر اس کی شعاعیں، روشنی اور دھوپ زمین پر اثر انداز ہوتی ہیں، اور آج کل تو ان لوگوں کو یہ اعتراض ہی نہ کرنا چاہیے جب کہ علوم جدیدہ نے انسان کو اتنی قوت دے دی ہے کہ وہ زمین پر رہتے ہوئے ہزارہا میل دور خلائی جہاز اور راکٹ کو بلا کسی محسوس واسطے کے کنٹرول کر رہا ہے۔

(سوال نمبر ۶)

اگر حیات قبر کو مان لیا جائے تو اس سے قبر پرستی اور شرک اعتقادی اور

عملی کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

(جواب)

اس جواب کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھا جائے کہ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم فرمایا، قرآن کریم کی کئی آیات کے علاوہ خود سورہ فاتحہ میں ہر مسلمان پڑھتا ہے، اس صراط مستقیم کے ساتھ ہی دو امتوں کا ذکر فرمایا جو اسلام سے پہلے گذر چکی ہیں، ایک کو مغضوب علیہم اور دوسری کو الضالین سے تعبیر فرمایا، اس کی تفسیر قرآن کریم ہی نے خود فرمائی ہے مغضوب علیہم تو یہودی ہیں فَبَآؤُ بِغَضَبٍ عَلیٰ غَضَبٍ (سورۃ البقرہ نمبر ۹) اور الضالین نصاریٰ ہیں۔

یہودیوں کے مغضوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ان کی تکذیب کرتے کرتے ان میں سے بعض کو شہید بھی کر ڈالا فَفَرِیقًا کَذَّبْتُمْ وَ فَرِیقًا تَقْتُلُوْنَ (بقرہ آیت نمبر ۸۷)

اور عیسائیوں کے ضالین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عین خدا، خدا کا ثالث اور خدا کا بیٹا کہہ ڈالا، اور یہ سب محبت کے غلو اور اندھے پن میں کہہ گئے، قرآن عزیز نے فرمایا:۔

لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ
(المائدہ آیت نمبر ۷۲)

لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ۔ (المائدہ آیت نمبر ۷۳)

وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ۔ (التوبہ آیت نمبر ۳۰)

یعنی یہودیوں نے تو انبیاء علیہم السلام کی توہین اور بے ادبی کو اپنا شعار بنا لیا اور عیسائیوں نے محبت اور عقیدت میں خداوند قدوس کے تقدس پر ہاتھ جا

ڈالا، قرآن حکیم نے ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کا حکم دیا کہ نہ تو بے ادب اور گستاخ ہو اور نہ ہی مشرکانہ امور اور عقائد کو اختیار کرو جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْ مُوْسٰى

(الاحزاب آیت نمبر ۶۹)

یہ خطاب ایمان لانے والوں کو ہے کہ ان لوگوں کا وطیرہ اور طریقہ اختیار نہ کرو جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذہنی کوفت پہنچائی تھی، اور نہ ہی تم عیسائیوں کی طرح کسی بھی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں شریک کرو، جیسا کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا اَنَا عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ : کلمہ شہادت، اذان، اقامت میں یہی اعلان کروایا کہ سید دو عالم ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں کے رسول ہیں۔

علیٰ هذاالقیاس : ہم بحمدہٖ تعالیٰ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں، ادھر تو صحابہ کرامؓ پر عقیدت کو رکن ایمان سمجھتے ہیں، اسی طرح ہم قرآن عزیز اور حدیث سید دو عالم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں یہ عقیدہ اسلامی سمجھتے ہیں کہ موت کے بعد بھی برزخی زندگی سب کو حاصل ہے تو حضور انور ﷺ کو کیوں حاصل نہیں ؟ اگر ایک صحیح عقیدہ کی بناء پر کوئی آدمی یا طبقہ غلط عقیدہ استوار کر لے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ صحیح عقیدہ ترک کر دیا جائے بلکہ ہماری تو یہ دیانتداری کے ساتھ رائے ہے کہ اگر عقائد اسلامیہ کو خصوصاً برزخی عقائد کو قرآن اور سنت کی روشنی میں بیان کیا جائے تو آج امت کے ایک بڑے حصے کے دینی فسادات کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور بغض و عداوت کے جذبات پیار و محبت میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔

(سوال نمبر ۷)

اگر میت سنتی ہے تو پھر حضرت عزیز علیہ السلام نے سو سال تک میت رہنے کی صورت میں یہ کیوں نہ محسوس کیا کہ بادل گرجے ہوں گے، ہوائیں چلی ہوں گی، غیر آباد جگہ میں کئی حیوانات بولے ہوں گے۔

(جواب)

سماع کا تعلق قوت سامعہ کے ساتھ ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو نہ سنیں وہ زندہ نہ ہوگا۔ آخر اصحاب کہف جن کا ذکر سورۃ کہف میں موجود ہے کہ وہ تین سو نو سال سوئے رہے پھر جب جاگے تو کہا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ تو کیا وہ بھی مردہ تھے؟ بلکہ یہ تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ بعض لوگ ریل گاڑی میں سو جاتے ہیں اور اسقدر چیخ و پکار بھی ان کو نہیں جگا سکتی۔ اس لیے حضرت عزیر علیہ السلام کا اس وقت نہ سننا ان کی موت کی دلیل نہیں بلکہ یہ تو حیات الانبیاء کی دلیل ہے کہ ایک سو سال کا عرصہ گذرنے پر بھی بدن اور لباس پر کچھ اثر نہ ہوا۔

(سوال نمبر ۸)

عقیدہ حیات النبی ﷺ اسلام کا بنیادی عقیدہ نہیں ورنہ اس کو بھی ضروری عقائد میں درج کیا جاتا؟

(جواب)

یہ عقیدہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ زمانہ صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک لاکھوں انسان روزانہ دربار اقدس رحمت دو عالم ﷺ پر حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام پیش کر کے جواب کی سعادت سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری نور اللہ مرقدہ نے فرمایا ہے۔

"ان الاف الالوف من السلف کانوا یشیدون

رحالھم لزیارۃ النبی ﷺ ویزعمونھا من اعظم القربات۔ (فیض الباری شرح بخاری، ج ۱، ص ۴۳۳)

(ترجمہ) "لکھو کھا بزرگان دین اور علماء کرام ہمیشہ سید دوعالم ﷺ کی زیارت کے لیے دور دراز سے آتے رہے اور آرہے ہیں اور اس کو بڑی عبادت یقین کرتے ہیں"۔

جس طرح سید الانبیاء ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح یہ عقیدہ بھی بنیادی اور ضروری ہے، شیخ ابو عبداللہ فضل اللہ نے اپنی مشہور کتاب معتمد فی المعتقد معروف تورپشتی[1] میں فرمایا ہے:۔

ازاں جملہ آنست کہ بداند کہ زمین کالبد ایں ہار از خوردو بوسیدہ نشود وچو زمین ازوئے شگافہ شود کالبد بحال خود باشدو حشر دے ودیگر انبیاء علیہم السلام چنیں باشد حدیث درست است کہ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (ص ۱۰۷ مطبوعہ ۱۲۸۸ھ)

(ترجمہ) ضروری عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ عقیدہ یہ رکھے کہ انبیاء علیہم السلام کے مبارک بدنوں کو مٹی نہیں کھا سکتی اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کا کھانا حرام کر دیا ہے"

(سوال نمبر ۹)

منکرین حیات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ چند مولویوں نے بنالیا ہے

---

[1] بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا یوں ذکر فرمایا ہے "المعتمد للامام شھاب الدین فضل اللہ تور پشتی"

ورنہ جمہور علماء کا یہ عقیدہ نہیں ہے؟

(جواب)

یہ شبہ بالکل غلط ہے، جمہور امت کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً امام الانبیاء ﷺ اسی عنصری بدن مبارک کے ساتھ زندہ ہیں۔ چنانچہ علامہ سخاویؒ م ۹۰۲ھ نے القول البدیع، ص ۱۷۲ میں فرمایا ہے وَنَصدِقُ بِاَنَّہٗ ﷺ حَیٌ یُرْزَقُ فِیْ قَبْرِہٖ وَاَنَّ جَسَدِہٖ الشَّرِیْفُ لَا تَاکُلُہٗ الْاَرْضُ، وَالْاِجْمَاعُ عَلٰی ھٰذَا، اور اسی طرح وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر اور جامعہ فاروقیہ کے شیخ الحدیث جناب مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم نے اپنی مرتبہ شرح بخاری شریف میں فرمایا ہے :۔

"انبیاء علیہم السلام کی حیات کے متعلق علمائے دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں یہ عقیدہ نہ صرف علماء دیوبند کا ہے بلکہ تمام امت کا ہے"

(کشف الباری کتاب المغازی ص ۱۲۵)

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام پر ہر زمانہ کے محقق علماء کرام نے مستقل کتابیں تالیف فرمائی ہیں، جیسا کہ پانچویں صدی ہجری کے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی موضوع پر ایک رسالہ "حیات الانبیاء" علیہم السلام تحریر فرمایا جو مطبوعہ اور دستیاب ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

"آپ شعبان ۳۸۴ھ میں خراسان کے مردم خیز قصبہ خسروجرد میں پیدا ہوئے، دور دراز کے سفر کئے، علوم تفسیر

وحدیث میں خصوصی طور پر اس زمانہ کے ائمہ حدیث و تفسیر سے فیض حاصل کیا، ۱۰ر جمادی الاول ۴۵۸ھ کو نیشاپور میں وفات پائی، آپ کی تصانیف ایک ہزار سے زیادہ ہیں جن میں سنن کبریٰ گیارہ جلدوں میں ہے، باقی تالیفات بھی حدیث و تفسیر کے موضوع پر ہیں"

اسی طرح دسویں صدی ہجری کے مجدد امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "حیات الانبیاء" پر مستقل کتاب لکھی ہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے :۔

"امام جلال الدینؒ مصر کے قصبہ اسیوط میں ۸۴۹ھ کو پیدا ہوئے اس وقت کے تمام علمی مراکز سے استفادہ کیا، آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار ہے جن میں سے تفسیر کے متعلق چوبیس کتب ہیں۔ تفسیر ترجمان القرآن، دُرمنثور اور مشہور تفسیر جلالین جو آج تک متداول ہے اس کی تیرہ شروح لکھی گئی ہیں، سلطان وقت قائتبائی ان کے بڑے معتقد تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے پچاس مرتبہ سید دوعالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے کبھی خواب میں اور کبھی بیداری میں۔ آپؒ نے حیات الانبیاء علیہم السلام خصوصاً حیات سید الانبیاء ﷺ کے مقدس موضوع پر کتاب لکھی ہے جو متداول ہے ۹۱۱ھ میں وفات پائی"

(تذکرۃ المفسرین)

برصغیر میں اسی موضوع پر اردو زبان میں "آب حیات" نامی کتاب بانی

دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہ نے تحریر فرمائی جس کا ذکر مقدمہ میں گزر چکا ہے۔

ابھی حال ہی میں علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے شاگرد رشید مولانا عبدالقدیر سابق شیخ الحدیث تعلیم القرآن راولپنڈی نے اردو زبان میں علمی دلائل سے مزین کتاب بہ نام "مرشد العلماء" شائع فرمائی جو علماء کرام کے لیے قابل دید ہے، اس لیے منکرین حیات کا یہ اعتراض صرف مغالطہ کے لیے ہے۔

(سوال نمبر ۱۰)

آج بھی دنیا میں کئی انسانوں کے ڈھانچے ویسے بھی موجود ہیں اور جو لاشیں ممی کی جاتی ہیں وہ تو ہزارہا سال تک محفوظ رہتی ہیں، تو بدن کا سلامت رہنا صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ کیسے ہوا؟

(جواب نمبر ۱)

جسد سے مراد صرف ظاہری ڈھانچہ نہیں بلکہ پورا بدن ظاہری اور باطنی اعضاء کے ساتھ مراد ہے جو ڈھانچے بعض مقامات پر مل جاتے ہیں وہ صرف ظاہری ہڈیاں اور اعضاء ہوتے ہیں۔

(جواب نمبر ۲)

کسی انسان کے تصرف کے بغیر صرف انبیاء علیہم السلام ہی کے اجساد مبارکہ محفوظ رہے ہیں یا دوسرے صلحاء امت کے باقی رہتے ہیں، دوسرے انسانوں کے بدن تو کافی ادویات کی وجہ سے کچھ وقت باقی رہ سکتے ہیں مگر بعد میں گل سڑ جاتے ہیں۔

(جواب نمبر ۳)

حدیث میں الارض کا کلمہ آیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ زمین پر ان پاکیزہ اجسام کو

حرام کر دیا گیا ہے، یہ لاشیں تو ادویات کے ساتھ تابوت یا شیشے کے کوز میں محفوظ رکھی جاتی ہیں ایسا کوئی بدن نہیں ملتا جو کئی سال تک زمین پر پڑا رہا ہو اور وہ آب و ہوا اور زمین کے اثرات سے محفوظ رہا ہو، صرف انبیاء علیہم السلام یا صلحائے امت پر خداوند کریم کی یہ خاص نوازش ہے۔

(سوال نمبر ۱۱)

جو آیات یا احادیث حیات بعد الموت کے بارے میں نقل کی گئی ہیں ان کا تعلق قیامت کے دن زندہ ہونے سے ہے جو سب مانتے ہیں۔

(جواب)

یہ ایک مغالطہ دیا جاتا ہے۔ حیات بعد الموت، موت کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے، قبر میں بھی زندہ ہوتا ہے چنانچہ مفسر القرآن امام ابو بکر الجصاص حنفی م ۳۷۰ھ نے اپنی تفسیر احکام القرآن، ج ۱، ص ۹۳، پر فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"قیامت کے دن زندہ ہونا تو سب جانتے ہیں اگر یہ مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ "وَلَاكِن لَاتَشْعُرُوْنَ" نہ فرماتے بلکہ اس سے مراد قبر کی زندگی ہے جب مومنوں کو قبر میں راحت اور آرام ملتا ہے تو کافروں کے لئے عذاب بھی ثابت ہو گیا اس لئے منکرین عذاب وثواب کا عقیدہ باطل ہے"

چند ضروری گذارشات

(۱) احقر نے یہ مضمون اور یہ کتاب خلو قلب کے ساتھ اس لئے لکھی ہے کہ اس کی برکت سے کوئی غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو جائے تاکہ آگ کے عذاب سے بچ جائے اور مسلمان بھائی سید دو عالم ﷺ کی بے لوثی اور غیر ارادی گستاخی سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔

(۲) مجھے اس کتاب کی تصدیق اور تصویب کے لیے کسی داد و دہش کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس عقیدہ پر بحث و تکرار کی غرض ہے، سید دو عالم ﷺ کی تصدیق اور خوشنودی میرے لئے سرمایہ سعادت دارین ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالشُّکْرُ لِلّٰہِ

(۳) سید دو عالم ﷺ کی زیارت کا منامی شرف یا بیداری میں زیارت کا شرف ایک عظیم نعمت خداوندی ہے بلکہ بے نظیر رحمت ہے مگر اس کا تعلق اپنی روحانی بصیرت اور ایمانی وجدان ہے اس لئے اگر سید دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف کسی سعادتمند کو حاصل ہو گیا اور کسی نے اس کی تصدیق نہ کی تو اس سے دست و گریبان نہ ہونا چاہیے۔

(۴) اگر کسی کو یہ سعادت حاصل نہ ہوئی اس نے عالم بیداری یا عالم خواب میں حضور انور ﷺ کے رخ پر انوار کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا اور ویسے کسی غرض سے یہ کہدیا ہے کہ اس نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے یا حضور انور ﷺ اس کے گھر تشریف لائے ہیں یا اس نے آپ کو دیکھا ہے تو ایسے آدمی کے لیے سید دو عالم ﷺ کی سخت وعید ہے، آپ نے فرمایا:۔

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہئے۔

یہ وہ حدیث ہے جس کو عشرہ مبشرہ (ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوعبیدہ بن الجراح۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم) نے روایت کیا ہے، اس لیے اس عقیدہ میں صداقت اور احتیاط ضروری ہے۔

(۵) بفضلہ تعالیٰ رحمت کائنات ان متلاشیان حق کے لئے باعث رحمت ہوگی جو علمائے دیوبند پر لگائے جانے والے الزامات کو اپنی ایمانی بصیرت سے صرف الزام ہی سمجھتے ہیں مگر انہوں نے عقائد اکابر علماء دیوبند پوری وضاحت کے ساتھ تاحال مطالعہ نہیں کئے تھے ان حضرات کے لئے یہ کتاب انشاء اللہ اسی طرح مشعل راہ ہوگی جس طرح الہامی مدرسہ دارالعلوم دیوبند پر لگائے ہوئے اتہامات کا جواب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں دیا تھا جو کہ حاسدین نے خوف خداوندی سے نڈر ہو کر ان اکابر پر لگائے تھے، اسی طرح عامۃ المسلمین عقائد علماء دیوبند کو جو کہ اسلامی عقائد ہیں اچھی طرح سمجھ سکیں گے اور وہ کسی بھی غلط نظریہ کو علمائے دیوبند کی طرف منسوب نہ کریں گے اور دیوبند کی آڑ میں اپنے عقائد پھیلانے والوں سے خبردار رہیں گے۔

مشورہ:۔ اگر آپ عقائد علماء دیوبند کو سمجھنا چاہیں تو عقائد علماء دیوبند نامی کتاب کا مطالعہ فرماویں اور ساتھ ہی شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کی مرتبہ کتاب

الشہاب کا مطالعہ بھی فرمادیں انشاء اللہ آپ کی پوری تسلی ہو جائے گی

(۶) رحمت کائنات میں ہر مسئلہ بادلیل لکھا گیا ہے اور زیادہ حوالہ جات اکابر علماء دیوبند کی کتابوں کے دیئے گئے ہیں تاکہ ان پر عائد کردہ الزامات کا ازالہ ہو سکے اور اہل اسلام کو قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح اسلامی عقائد سے واقفیت ہو جائے۔ واللہ الموفق

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے
نقش روئے محمد بنایا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی
بزم کون و مکاں کو سجایا گیا
وہ محمد بھی احمد بھی، حامد بھی، محمود بھی
حسن مطلق کا شاہد بھی مشہود بھی
علم و حکمت میں وہ غیر محدود بھی
ظاہرا امیوں میں اٹھایا گیا
اس کی شفقت ہے بے حد و بے انتہا
اس کی رحمت تخیل سے بھی ماوراء
جو بھی عالم جہاں میں بنایا گیا
اس کی رحمت سے اس کو بسایا گیا
حشر کا ڈر مجھے کس لیے ہو قاسم
میرا آقا ہے وہ میرا مولا ہے وہ
جس کے قدموں میں جنت بسائی گئی
جس کی ہاتھوں سے کوثر لٹایا گیا

تنبیہ

منکرین حیات ایسی کتابوں کے بارہ میں عموماً اور رحمت کائنات کے بارہ میں خصوصاً یہ کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں صرف قصے کہانیاں ہی درج ہیں۔ یہی اعتراض کافروں نے قرآن عزیز پر کرتے ہوئے کہا تھا۔

وَقَالُوْا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (سورۃ الفرقان آیت نمبر ۵)

اور کہنے لگے یہ تو کہانیاں ہیں پہلوں کی جس کو اس نے لکھ رکھا ہے پس وہی لکھوائی جاتی ہیں اس کے پاس صبح وشام۔

قرآن عزیز نے جواب دیتے ہوئے فرمایا یہ قصے کہانیاں نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، ارشاد قرآنی ہے :۔

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آپ فرما دیجئے (یہ بات نہیں) بلکہ اتارا ہے اس قرآن کو اس اللہ تعالیٰ نے جو جانتا ہے چھپے ہوئے بھید آسمانوں اور زمین میں (سورۃ الفرقان آیت نمبر ۶)

اسی طرح کفار قبروں سے زندہ نکلنے کو بھی پہلوں کی کہانیاں کہا کرتے تھے۔ قرآن عزیز میں فرمایا :۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ءَ اِذَا كُنَّا تُرَابًا وَّاٰبَاؤُنَا اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

(سورۃ النمل آیت نمبر ۶۷، ۶۸)

اور کافر کہتے ہیں کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے
باپ دادے، کیا ہم کو زمین سے زندہ نکالا جائے گا، یہی وعدہ
کیا گیا ہے ہمارے ساتھ اور پہلے بھی ہمارے باپ دادوں کے
ساتھ، یہ تو پہلوں ہی کی کہانیاں ہیں۔

یعنی کافر یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے جیسا کہ ہمارے باپ دادا پہلے مر کر مٹی ہو چکے ہیں تو کیا ہم کو قبروں سے زندہ نکالا جائے گا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اور یہ بات ہمارے باپ دادا سے پہلے بھی کہی گئی تھی، یعنی ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کو یہ فرمایا تھا کہ تم قبروں سے زندہ اسی حالت میں نکالے جاؤ گے اسی لئے جو یہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں یہ بھی پہلوں کی کہانیاں ہیں، اس لئے منکرین حیات کا یہ اعتراض انہی لوگوں کی پیروی ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازے۔ آمین

ضروری گزارش

قرآن عزیز نے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ وہ ایسا کلمہ زبان سے نہ کہیں اور نہ سنیں اور نہ دل میں کسی بے ادبی کا خیال لائیں ورنہ وہ اسلام سے نکل جائیں گے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۰۴ میں راعِنَا کا کلمہ کہنے سے منع فرمایا ہے سید دو عالم ﷺ کی ذاتِ عالی صفات اور مقامات نبوت اور شان نبوت میں ... کرنے سے سخت منع فرمایا ہے ورنہ ایسے آدمی کی ساری عبادات برباد ہو جاتی ہیں اور اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا، (وہ سمجھتا ہے علمی بحث کر رہا ہوں) سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۲ میں یہی ارشاد فرمایا، اس لئے ایسی کتابیں پڑھنے سے منع فرمایا ہے ... الامت حضرت تھانویؒ نے ایک ایسی ہی کتاب اپنے کتب خانہ میں رکھنے کی اجازت ...

نہ دی بلکہ وہ جلادی گئی تھی، آپ کے خلیفہ اعظم مولانا خیر محمد جالندھری نے ایسی کتابیں پڑھنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح ایسے بے ادبوں کی تقاریر سننے سے بھی منع فرمایا۔ ان کی گفتار سے بے ادبی اور گستاخی کا علم ہو سکتا ہے، قرآن عزیز نے ایسے لوگوں کی نشانی بتلاتے ہوئے فرمایا :۔

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ.

(سورۃ محمد آیت نمبر ۳۰)

ور تو ان کو ضرور پہچان لے گا بات کرنے کے ڈھب سے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے عملوں کو۔

یعنی جب وہ بے ادب بات کرتے ہیں تو اس سے بے ادبی ظاہر ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا مبارک نام لیتے وقت ان آداب کا لحاظ نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے ساتھ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ عزاسمہ، جیسے کلمات کہنے ضروری ہیں۔ ہر نبی علیہ السلام کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا اور لکھنا ضروری ہے، رحمت دوعالم ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ ﷺ کہنا ضروری ہے۔ اسلئے گزارش ہے کہ نہ تو ایسے بے ادبوں کی کتابیں پڑھیں اور نہ ہی ن کی تقاریر سنیں ورنہ ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے۔ آمین

ماخذ کتاب "رحمتِ کائنات"

قرآن عزیز

(۱) تفسیر :۔ بیان القرآن از حضرت تھانویؒ۔ تفسیر خازن۔ تفسیر عزیزی تفسیر قرطبی۔ روح البیان۔ جمل علی الجلالین۔ شیخ زادہ شرح بیضاوی۔ شہاب شرح بیضاوی۔ مشکلات القرآن از شاہ صاحبؒ۔ تاویل مشکل القرآن لابن قتیبہ۔ روح المعانی۔ ابن کثیر۔ تفہیم القرآن۔ تفسیر فتح القدیر للشوکانی۔ معالم التنزیل وحی الٰہی۔ افادات مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) حدیث :۔ بخاری شریف عینی شرح بخاری فتح الباری شرح بخاری۔ تیسیر القاری شرح بخاری۔ فیض الباری شرح بخاری۔ انوار الباری شرح بخاری۔ شرح تراجم البخاری از شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ الرسالہ المستطرفہ۔ الہام الباری۔ صحیح مسلم مع شرح نووی واکمال المسلم۔ سنن ترمذی، العرف الشذی۔ کوکب دری۔ معارف السنن۔ سنن ابی داؤد۔ بذل المجہود شرح عون المعبود۔ ابن ماجہ شرح انجاح الحاجۃ۔ الجامع لاصول الاحادیث۔ مستدرک حاکم نیل الاوطار للشوکانی۔ سنن بیہقی۔ کتاب الآثار للامام محمد۔ ریاض الصالحین۔ دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین۔ کتاب الزہد لابن المبارک الترغیب والترہیب للمنذری۔ مشارق الانوار۔ مسند امام اعظم۔ بلوغ المرام۔ الجواہر المنیفہ۔ مشکوٰۃ شریف۔ مظاہر حق مرقاۃ از ملا علی قاریؒ۔ التعلیق الصبیح۔ رحمت مہداۃ شرح مشکوٰۃ۔ مسند طبرانی۔ ترجمان السنۃ۔ کتاب البعث والنشور۔ المصنف۔ اشعۃ اللمعات۔ مناوی شرح شمائل۔ افادات محمود۔ خصوصیات کبریٰ للسیوطی۔ حیات الانبیاء للبیہقی

والیوملی۔ جمع الفوائد۔ عمل الیوم واللیلہ۔ التاج۔

(۳) فقہ :۔ شامی۔ عالمگیری۔ فتح القدیر شرح ہدایہ از ابن ہمام۔ فتاویٰ رشیدیہ۔ فتاویٰ نذیریہ۔ ارکان اربعہ از مولانا بحر العلوم لکھنوی۔ طحطاوی شرح در مختار۔ زبدۃ المناسک۔ شرح لباب الاحکام۔

(۴) عقائد :۔ شرح عقائد نسفی۔ خیالی۔ نبراس۔ التمہید لابی الشکور سالمی۔ شرح فقہ اکبر۔ شرح عقیدہ طحاوی۔ شرح مواقف۔ شرح تجرید قوشجی۔ المسامرہ۔ کتاب التبصیر للاسفرائنی۔ قصیدہ امالی۔ نظم الفرائد شیخ زادہ۔ عقیدۃ الاسلام از شاہ صاحبؒ۔ اکفار الملحدین۔ انفاس العارفین۔ آب حیات۔ التنکیت فی شرح ابیات التثبیت۔ کتاب النبوات لابن تیمیہؒ۔ الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ حیات الاموات۔ جواہر الغوالی۔ مشارق الانوار۔ الدرۃ الفاخرۃ۔ شرح الصدور۔ کتاب الروح۔ تبشیر الاصفیاء۔ السیف الصقیل۔ رسائل ابن تیمیہؒ۔ رسائل کوثری۔ المعتمد فی المعتقد للتور پشتی۔ بوالمعین شرح عقائد۔ حجۃ البالغہ و شرح۔ کتاب الآداب الشرعیہ۔ تعبیر نامہ از ابن سیرینؒ کتاب الوسیلہ لابن تیمیہؒ۔ ندائے حق۔ الادلۃ القویہ۔ اعتقاد نامہ از شاہ ولی اللہؒ۔ مصباح الظلام۔

(۵) سیرت :۔ کتاب الشفاء۔ نسیم الریاض شرح شفاء۔ اکمل الرسالات۔ فیوض الحرمین۔ تلقیح لابن الجوزی۔ اکمال الشیم۔ جواہر البحار۔ سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) از سید سلیمان ندویؒ۔ حیات القلوب۔ زرقانی۔ نشر الطیب۔ النبوۃ والانبیاء (علیہم السلام)

(۶) تصوف :۔ التعرف لمذہب اہل التصوف۔ تذکرہ مشائخ دیوبند۔ کشف المحجوب۔ التکشف۔ عبقات۔ مبدء و معاد از حضرت مجدد الف ثانیؒ امداد

السلوک۔ امداد المشتاق۔ رسالہ مکیہ۔ ذخیرہ کرامت۔ عشرۃ طروس۔ سلاسل طیبہ از حضرت مدنیؒ۔ البرہان المؤید۔ المنن الکبریٰ۔ الیواقیت والجواہر للشعرانی۔ رسالہ قشیریہ۔

(۷) تاریخ :۔ العبر فی خبر من غبر للذہبی۔ وفاء الوفاء فی اخبار دار المصطفیٰ ﷺ۔ درر کامنہ۔ عمدۃ الاخبار۔ تاریخ مدینۃ الرسول۔ تاریخ الحرمین۔ شاطبی۔ تذکرۃ القراء۔ تذکرۃ المحدثین۔ تذکرۃ المفسرین۔ نزہۃ الخواطر۔ المنتظم لابن الجوزی۔ طبقات الحنابلہ۔ علماء ہند کا شاندار ماضی۔ سوانح شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ (منظوم) کتاب الاموال للثقفی۔ تجلیات عثمانی۔ تجلیات رحمانی۔ سوانح قاسمی۔ نقش حیات از حضرت مدنیؒ۔ مکاتیب شیخ الاسلام۔ مکاتیب رشیدیہ معالم الخلافۃ۔ بستان المحدثین۔ طبقات کبریٰ از سبکیؒ۔ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و قاہرہ۔ البدر الطالع۔ فتح افغانستان۔ الامام العادل۔ اسیر مالٹا۔ تذکرۃ الرشید۔ تذکرۃ الخلیل۔ نقوش و تاثرات۔ مکتوبات علمیہ المؤلف رمضان ۸۰۶ھ۔

(۸) فضائل :۔ القول البدیع فی الصلوٰۃ علی النبی الشفیع ﷺ از حافظ شمس الدین بن عبدالرحمٰن سخاویؒ م ۹۰۲ھ۔ جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام۔ فضائل درود شریف از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا۔

(۹) نعت و ثنا :۔ دیوان حسان بن ثابتؓ۔ قصیدہ بردہ۔ لامیۃ المعجزات۔ قصائد قاسمی۔

(۱۰) رسائل :۔ نقیب ختم نبوت۔ ماہنامہ دار العلوم دیوبند۔ الفرقان مجدد نمبر۔ صدق جدید لکھنو۔ ماہنامہ المفتی دیوبند۔ الصدیق ملتان۔ الجمعیۃ دہلی شیخ الاسلام نمبر۔ التبلیغ از حضرت تھانویؒ۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا

قاضی محمد زاہد الحسینی کی تصانیف

با محمد باوقار

حضور انور کے تمام حقوق پر ایمان لانا اسی طرح فرض ہے جس طرح آپ پر ایمان لانا فرض ہے اس کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ (ہدیہ صرف ۱۰ روپے)

درس قرآن مجید

منزل انوار القرآن واہ کینٹ کا درس قرآن مجید (۲۱ جلدیں ہدیہ صرف ۳۰۰ روپے)

آسان تفسیر

قرآن مجید کا مختصر ترجمہ مع تفسیر (سورہ بقرہ تا سورہ الاعراف)

۲ جلدیں ہدیہ صرف ۱۰۰ روپے۔

تزکرۃ المفسرین

۶۰۰ سے زیادہ مفسرین قرآن مجید کے حالات (اردو) (ہدیہ صرف ۱۰۰ روپے)

انوار الحدیث

منزل انوار القرآن واہ کینٹ کا درس حدیث۔ (۲ جلدیں ہدیہ ۸۵۰ روپے)

نجات دارین

سلوک تصوف پر اردو زبان میں پہلی جامع اور مدلل کتاب (ہدیہ صرف ۱۰۰)

آغوش رحمت

وظائف کی مشہور کتاب ''الحزب الاعظم'' کا اردو ترجمہ۔

(ایک مبسوط مقدمہ کے ساتھ، بار چہارم) ہدیہ صرف ۵۰ روپے